

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْأَلُكَ وَاحِدًا
 جَدًّا اَوْرَاقًا مَعْبُودًا يَكُنْ سَيِّدًا

الذِّبْنَ الْحَاوِي شَرْحُ اُرْدُو عَقِيْدَةُ الطَّحَاوِي

تَضَيَّفَ
 اِمَامُ الْقِيَمَةِ حُجَّةُ الْاِسْلَامِ اَبُو جَعْفَرٍ الطَّاهِرُ الْعَلْفِي
 وَلاَئِمَّةً سَنَةِ ١٤٢٩ هـ وَفَاتَ سَنَةِ ١٤٣٥ هـ

تَسَارِيحُ
 مَوْلَانَا مُحَمَّدُ صَفَرُ الْقَاكِي غُفَرَاكَوِي
 نَوَافِلُ سَنَةِ ١٤٢٩ هـ وَفَاتَ سَنَةِ ١٤٣٥ هـ

مَكْتَبَةُ رَحْمَانِيَّةِ

اَلْمَدْرَسَةُ الْعِلْمِيَّةُ سَنَةِ ١٤٢٩ هـ وَفَاتَ سَنَةِ ١٤٣٥ هـ
 ٥٤٢-٧٣٤٢١٥-٧٣٤١٢٥٩

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَدَامُ الْوَيْسُ لَا يَخْلُقُ إِلَّا بِالْحَقِّ
(الْمَكْنُونُ)

الَّذِينَ يَرْجُوا يَوْمَ الْحَاوِي

شَرْحُ أَرْدُو

عَقِيدَةُ الطَّحَاوِي

تَضْمِينُ

الإمام الفقيه حجة الإسلام أبو جعفر الطحاوي الحنفِي

وُلِدَ فِي مَشْرِقِ بَلَدِ بَغْدَادِ فِي سَنَةِ ٢٤٢ هـ

تَمَاتَ فِي

مَوْلَانَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْبَغْدَادِي الْمَشْهُورِ

عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي سَنَةِ ٣٢٠ هـ



مَكْتَبَةُ رَحْمَانِيَّة

أَقْرَأَ اسْتَوْضَحَ فِي سَنَةِ ١٣٨٠ هـ - ١٣٨١ هـ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام کتاب —————

تصنیف ————— الإمام القویہ حجۃ الاسلام
ابو جعفر محمد باقر نقوی

مکساح ————— مولانا مسعود علی نقوی

مطبع ————— علی اعجاز پرنٹرز

ناشر ————— مکتبہ رحمانیہ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی حالت اور براد کے مطابق کتابت
جماعت جمگ اور جلد سازی میں پوری ہماری احتیاط کی گئی ہے۔
پوری قاطعیت سے ذکر کی عقلی تقریر ہے جو صحاح و دست و پاویں قرار دہ
کرم مطبع خرابیوں میں مشامہذا اذال کیا جائے گا شک ہی کے لئے ہم یہ دھکر
کر اور جلی کے۔ (مقدمہ)

فہرست مضامین الدرس الحاوی شرح اردو عقیدۃ الطحاوی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۷	قدرتِ مثبت الہی	۶	مقدمہ
۳۷	ہر آیت و علامات کا مالک	۶	فرقی پہلا
۳۷	ہر چیز نظام قدرت کے مطابق ہے	۹	ایم طلحوی پر رحمہ اللہ علیہ
۴۰	اس کی رضا کوئی مان نہیں سکتا	۲۱	ترغیب
۴۰	شرکت سے بالاتر	۲۱	اسکا کوئی شریک نہیں
۴۰	انسانی طرف سے برائی کے ہونے کا جبین	۲۱	اس کو کوئی عاجز نہیں آسکتا
۴۲	خاتم الانبیاء ﷺ	۲۳	اس کے سوا کوئی معبود نہیں
۴۶	آپ کی بعثت جن و بشر کے لئے ہے	۲۳	اس کی ذاتِ قدس ہے
۴۶	قرآن مجید	۲۳	اس کو کبھی غائب نہیں
	اللہ تعالیٰ کو صفتِ بشر سے متصف کرتا	۲۳	اس کا ہا ہوا ہے
۵۰	کفر ہے	۲۳	مصلح اس کا ہوا کہ نہیں کر سکتی
۵۰	ایہ اور الٰہی	۲۷	ظہورِ اس کے مشابہ نہیں
۵۳	آیت کی تفسیر	۲۷	وہ علی و تقوم ہے
۵۵	اسلام کی بنیادِ قدسی	۲۷	خالق و رازق ہے
۵۷	ظہورِ ایمان کے درمیان نہ جذب	۲۷	سوت و بیٹ کا مالک ہے
۵۷	ایہ اور الٰہی پر ایمان بلا حیل و حیر ہے	۲۷	انہی صفات کے ساتھ کہ ہے
۵۹	انہی تفسیر سے پرہیز راق ہے	۲۷	تحقیق سے پہلے ہی خالق ہے
۵۹	اللہ تعالیٰ وحدت کیساتھ متصف ہے	۲۷	ہر شے پر قادر ہر شے اس کی ممکن
۵۹	اللہ تعالیٰ حدود و جہت سے مبرا ہے	۲۳	تحقیق اس کے علمِ باری سے ہے
۶۳	معراج رسول	۲۳	تحدید
۶۳	خوض کوثر	۲۳	سوت کا وقتِ صبح ہے
۶۳	نیتِ صحت	۲۴	اس سے کوئی شے مخفی نہیں ہے
۶۳	مہرِ جنت	۲۴	ظہورِ کواکب کا حکم

۹۰	اہل کھاروا کی جہنمی نہیں ہیں	۶۶	جنتی اور جہنمی کی تعداد علم الہی میں
۹۵	ہر نیکو بد کے چھپے نماز	۶۶	بندوں کے افعال علم الہی میں
۹۵	کسی اہل قبلہ کو جنتی یا دوزخی ہونے کا	۶۸	نقد پر کی حقیقت
۹۵	فیصلہ نہیں کر سکتے	۷۱	لورہ رقم
۹۷	کسی سلطان پر کھوار اٹھانا جائز نہیں		بندہ کی غلطی اور صواب نقد پر سے وابستہ
۹۷	لام سے بھارت جائز نہیں	۷۳	ہے
	اہل سنت کی اتباع اور فرقہ بندی سے		کوئی مخلوق تحقیق خداوندی کے بغیر نہیں
۹۹	انتخاب	۷۵	ہو سکتی
۹۹	اہل عدل سے محبت اہل ظلم سے بغض	۷۶	تجدید کے مسئلہ میں صحت پر ہدای ہے
۹۹	تکلیفیات کا علم صرف اللہ کو ہے	۷۶	مشرق و مکر
۹۹	سج علی الخفین	۷۹	ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ علیہ السلام ہیں
۱۰۲	حج و چار قیامت تک فرض ہیں	۷۹	حاکم انبیاء اور آسمانی کتابوں پر ایمان
۱۰۲	آرام کا تین پر ایمان	۷۹	اہل قبلہ کا ایمان
۱۰۳	ملک الموت	۸۱	ذات باری میں جھگڑا
۱۰۳	عذاب قبر و سوال منکر لکیر	۸۱	قرآن میں جہاد
	بھٹ، جڑو، محض، حساب، اعمال	۸۳	اہل قبلہ کی تکفیر
۱۰۵	قربانہ عذاب، صراط و میزان	۸۳	ایمان کے ساتھ گناہ معص
۱۰۹	جنت و جہنم پیدائش	۸۳	سوموں کی بخشش کی امید
۱۰۹	جنت و جہنم کی تحقیق حقوق سے پہلے	۸۶	امید و بیم کے درمیان ایمان ہے
	ہر شخص دے کرے گا جس کے لئے اس کو	۸۶	سومن ایمان سے خدا تک ہو گا؟
۱۰۹	پیدا کیا گیا۔	۸۷	ایمان کی تعریف
۱۰۹	خیر و شر بندہ کا نقد ہے	۸۸	قرآن و حدیث کی تمام باتیں حق ہیں
۱۱۳	استقامت کی دو قسمیں	۸۸	وحدہ ایمان
۱۱۶	مخلوق پر اللہ کی مخلوق اور بندہ کا کسب ہے	۸۸	سب سومن اللہ کے ولی ہیں
۱۱۶	تکلیف و وسعت مساوی ہیں	۹۱	ایمان مسلسل
۱۱۷	ہر جہل اللہ کی مشیت سے جاری ہے	۹۱	تمام رسولوں کو براہ راست

۱۳۸	مخلوق رہنے کے لئے اللہ سے دعا	۱۱۷	اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا
	ضمیمہ کتاب	۱۱۷	نفس کوئی دشمنی
۱۳۹	خلافت اُمیہ اور دینی سیاست	۱۲۰	احیاء ثواب
۱۳۴	خلافت کے قیام کا قیام	۱۲۰	اللہ بندوں کی دعا قبول کرتا ہے
۱۳۴	اصلاحیت اسلام کا انتخاب	۱۲۰	حاجت و ادوی ہے
۱۳۹	مہرہ کے طالب کو نام نہیں بننا چاہیگا	۱۲۰	ہر غمی اس کی ملکیت ہے
۱۳۹	شورائی نظام	۱۲۰	ہر غمی اس کی ملکیت ہے
۱۵۱	قانون قطعی	۱۲۰	اشکی غمی وہاں متعلق مخلوق کسی نہیں
۱۵۱	انصاف کے ساتھ فیصلہ		اصحاب رسول سے محبت ایمان اور
۱۵۱	قوم پر مہرہ طاقت لازم	۱۲۳	انفس کفر و فتنہ ہے
	ملکی و سرحدی حفاظت۔ اعلیٰ حکمت اللہ	۱۲۶	ظلمہ و اندھین اور خلافت مشرہ مشرہ
۱۵۱	زور قدرت کا کامیاب	۱۲۷	مشرہ مشرہ
۱۵۳	لوگوں کے ملامت کا کامیاب		اصحاب رسول کا ذکر خیر کرنے والا
۱۵۳	قیام دین اور دشمنی کی حفاظت	۱۲۸	انفاق سے بڑی ہے
۱۵۶	دعوت و تبلیغ اور بد و بدو و تھامس کا نشانہ		تمام ملہذہ ملتے صالحین انکا ذکر جمیل
۱۵۶	تعبیر کا علم و فن	۱۲۸	کرتے ہیں
۱۵۶	اتحاد المسلمین کی تنظیم	۱۲۸	کوئی دلی نی سے انفس نہیں ہو سکتا
		۱۳	ایک ہی تمام لوہا سے انفس ہے
		۱۳	کرامات اولیاء ثابت ہیں
		۱۳۰	طلقات قیامت
		۱۳۳	جوئی کی قبر کی تصدیق نہیں بجا چلی
			کتاب و سنت کے خلاف دعویٰ قبول
		۱۳۲	نہیں ہوگا
		۱۳۳	حاجت حق پر فرزند ہی کوئی ہے
		۱۳۵	دین الہی ایک ہی ہے
			خاتمہ ایمان اور فرق ہلالہ سے

مقدمہ

نبی اکرم ﷺ نے معجزہ کے طور پر فریاداتی امرا نکل میں اختلاف کی وجہ سے بہتر (۷۲) فرقے ہو گئے تھے میری امت میں بہتر (۷۳) فرقے ہو جائیں گے۔ جن میں صرف ایک فرقہ نامی نور جنتی ہو گا باقی سب فرقے غیر نامی اور نامی ہونگے صحابہؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا وہ ایک نامی فرقہ کون ہو گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ فرقہ ہو گا جو میرے نور میرے صحابہ کے طریقہ پر عمل کرے ہو گا۔ (اہل سنت والجماعت) طوائف سے امترا ترکرتے ہوئے یہاں صرف فرق باطلہ کا ایمانی نقش پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان فرقوں کے تفصیلی عقائد و نظریات معلوم کرنے کیلئے تھیں اٹھس سو نمبر ۲۲۲ سو نمبر ۱۰ وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

اصولی اختلاف کے اعتبار سے فرقہ سالہ چھ (۶) ہیں

(۱) ارتدافض (۲) خوارج (۳) جہریہ (۴) قدریہ (۵) جہمیہ (۶) مرجیہ

پھر ان میں سے ہر ایک فرقے کی ۱۲ شاخیں ہیں۔ جیسا کہ درج ذیل نقشہ سے

دانش ہیں۔

شمار	فرقہ	فرقہ	فرقہ	فرقہ	فرقہ	فرقہ
۱	علویہ	ازدیہ	نظریہ	احمدیہ	مصلحہ	تارکیہ
۲	امریہ	اباضیہ	افضیہ	ثنویہ	مریسیہ	ساتیہ
۳	شیعیہ	ثعلبیہ	مفروغیہ	معتزلہ	ملنزلہ	راجیہ
۴	اسماعیلیہ	حازبہ	نجاریہ	کیمیائیہ	واردیہ	شاکبیہ
۵	نادوسیہ	خلفہ	میانہ	شیطانہ	زندانہ	بہیمیہ

۶	امامیہ	کوزیہ	کسبیہ	شریکہ	ہرقیہ	ایمانیہ
۷	زیدیہ	کنزیہ	مسابقیہ	وہبیہ	مخلوقیہ	مستثنیہ
۸	عباسیہ	شعراخیہ	ختبیہ	ربویہ	فانیہ	مشبہ
۹	متناسفہ	اخنسیہ	خوفیہ	بزیہ	عریہ	حشویہ
۱۰	رجعیہ	محکمہ	فکریہ	نلکتیہ	واقفیہ	ظاہریہ
۱۱	لاغیہ	معزلہ	حسنیہ	قاسطیہ	تبریہ	بدعیہ
۱۲	متمربصہ	میمنویہ	معیہ	نظامیہ	لفظیہ	منقوصیہ

اہل سنت والجماعت کا مختصر تعارف

یہ جماعت تین شکلوں سے مرکب ہے۔ (۱) اہل۔ معنی اشخاص، مقلدین، اتباع، پیرو۔ (۲) سنت۔ معنی راستہ، مجاز، روش۔ طرز زندگی اور طرز عمل کے معنی میں بھی آتا ہے۔

اصطلاح شریعت میں رسول اکرم ﷺ کے طرز زندگی اور طریقہ عمل کو کہتے ہیں۔ (۳) جماعت۔ لغوی معنی ٹوگرہ کے ہیں، لیکن یہاں جماعت سے سبب جماعت صحابہ ہے۔ اس نقلی جمعیت سے اہل سنت والجماعت کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ یعنی اہل سنت والجماعت کا اطلاق ان اشخاص پر ہوتا ہے جن کے عقائد و نظریات اور اعمال و مسائل کا محور و پیشر اسلام کی سنت صحیحہ اور صحابہ کرام کا اثر مبارک ہے۔

سنت کا مقابل لفظ بدعت ہے بدعت کے معنی نئی بات کے ہیں کہ اصطلاح شریعت میں بدعت کہتے ہیں مذہب کے عقائد یا اعمال میں کوئی ایسی بات داخل ہو جس کی تمکین مذہب مذہب نے نہ فرمائی ہو۔ اور ان ان کے کسی حکم یا فعل سے نہ کا مشتق ہو تا ہو اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے

علاوہ سب عقائد نظریات برصحت خلافت ہے۔ (رسالہ اہل سنت)

اہل سنت والجماعت کی پہچان بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس میں دس خصوصیات ہوں وہ اہل سنت والجماعت سے ہے۔ (۱) نبی ﷺ کے بعد تمام صحابہؓ پر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما کی فضیلت کو تسلیم کرتا۔ (۲) حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہما کی توقیر کرتا۔ (۳) خانہ کعبہ اور بیت المقدس کی تعظیم کرتا۔ (۴) متقی اور فاسق کی نمرز جہاد کا قائل ہوگا۔ (۵) صالح اور فاسق کی لامت کو جائز سمجھتا۔ (۶) عادل اور ظالم بادشاہ کی اطاعت کرتا۔ (۷) سے بے گناہ نہ کرتا۔ (۸) مسیح علیٰ النجین کا قائل ہوگا۔ (۹) اچھی بری تقدیر کو اللہ کی طرف سے سمجھتا۔ (۱۰) انبیاء اور عشرہ مبشرہ کے علاوہ کسی مومن کے بارے میں جنتی یا جہنمی ہونے کی شہادت سے احتراز کرتا۔ (۱۱) نمرز اور زکوٰۃ کے ادا ہونے کو فرض سمجھتا۔

حضرت ابن عباسؓ کی بیان کردہ ان علامات کے علاوہ اور بھی بہت سی شرائط وخصائل بیان کی جاتی ہیں مثلاً قیامت میں رویت ہری پر ایمان قہر اور احوال بروزخ کا حق ہونا وغیرہ وغیرہ۔

یہاں ایک اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں ۳ فرقوں کی طرف نشان دہی کی گئی ہے۔ جبکہ فرقے شمار کے اعتبار سے اس سے زیادہ ہیں۔ جیسا کہ بہت سے فرقے باطلہ اس دور میں پیدا ہو رہے ہیں مثلاً بریوت۔ مودودیت۔ غیر مقلدیت۔ قادیانیت وغیرہ وغیرہ تو اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ فرقوں کی یہ تعداد اصولی اختلاف کے اعتبار سے ہے درحقیقت فرقہ کے اختلاف کے اعتبار سے ان کی تعداد بڑھی ہوئی ہے چنانچہ حکیم الاسلام (مفتی کتاب) لکھتے ہیں

والسراذ من الاختلاف بین الفرق اختلاف الاصول لا
لاختلاف الفروع والالارداد عدد الفرق علی ثلاث وسبعین۔
والسراذ من قوله صلی اللہ علیہ وسلم کلہم فی النار الا حلفہ

واحدة انهم يعذبون عذبا شديداً لفساد اعتقاداتهم وسوء اعمالهم بخلاف الفساق من اهل السنة والجماعة فانهم يعذبون بسوء اعمالهم.

دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث میں بیان کر دیا یہ مقدمہ تھوڑے کچے نہیں بلکہ کثرت کو بتانے کیلئے ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ عربوں میں یہ عدد (۷۳) کثرت کو بتانے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ جیسا کہ ہندسے ہندسے اور حرف میں ۱۸/۳۶/۷۰ اور غیرہ کے عدد کثرت کو بتانے کے لیے استعمال ہوتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ ۷۰ رفتہ رفتہ کو سمجھا چکا ہوں مگر تیری کچھ میں نہیں آتا تو اس میں مروجہ ۷۰ کی تجدید نہیں ہوتی بلکہ کثرت مروجہ ہوتی ہے۔ فلکذا هذا

امام طحاوی کا مختصر تعارف

نام ونسب :- ابو جعفر کنیت تھی احمد نام تھو والد کا نام محمد تھا۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے ابو جعفر احمد بن سلام بن مسلم بن عبد الملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان بن جویب لڑوی۔ حمری۔ طحاوی مصری۔

قرآن میں کا ایک مشہور ترین قبیلہ ہے اس کی ایک شاخ حمر تھی اور ایک شاخ شامی شامی مشہور ہے امتیاز کے لئے حمری کہا جاتا ہے۔ حمر میں سے مصر نکل کر کے اس لئے مصری کہا جاتا ہے اور طحاوی مصر کے ایک دولت کا نام ہے وہاں آپ مقیم ہو گئے تھے اس لئے طحاوی کہا جاتا ہے۔ (ایضاح المحدثی ص ۳۷)

ولادت :- آپ کے سن ولادت میں ہمارے قول نقل کے لئے ہیں۔

(۱) تاریخ الاول ص ۳۳۵ (۲) ص ۳۳۸ (۳) ص ۳۳۹ (۴) ص ۳۴۰ (۵) ص ۳۴۱

حضرت نے تیسرے قول کو اور حافظ بن عبد نے چوتھے قول کو ترجیح دی ہے۔ مطابق

۲۵/ مئی ۳۵۵ھ (تہذیب العلماء)

وفات :- متوفی طور پر ۳۰ / شوال شب جمعرات ۳۲۱ھ مطابق ۲۵ / جنوری ۹۳۳ھ میں انتقال ہوا اور مصر کی قرائفہ نامی ہستی میں دفن کئے گئے۔ مقدمہ لٹانی
الاجہار میں صفحہ ۲۹ پر آپ کی پیدائش و مدت علو اور وفات کا تاریخی مدویہ نکالا ہے۔

پیدائش مصلیٰ ۳۲۹ھ عمر محمد ۹۲ سال وفات مصلیٰ ۳۲۱ھ

تحصیل علم :- تقریباً تین سو ساٹھ و شیوخ سے تمام علوم و فنون کی تحصیل کی
اور تیسری دور چوتھی صدی کے ان عظیم القدر فقہاء اور بلند پایہ حفاظ حدیث کی صف
میں شامل ہو گئے جنہوں نے پوری زندگی کتاب و سنت کی اشاعت میں صرف کر دی۔

مسلک حنفی قبول کرنا :- آپ کے استاد امام حنفی مکتب حنفیہ کا کثرت سے
مطالعہ کرتے تھے امام طحاوی نے بھی کتب حنفیہ کا کثرت سے مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔
تو آپ کو لا اکل شافعیہ کے مقابلہ میں ولا اکل حنفیہ زیادہ محقق اور مضبوط معلوم ہوئے۔

لب آپ کا میلان کتب حنفیہ کی طرف زیادہ ہو اور نقد حنفی آپ کے دل کو ہلایا کہ
لب آپ کی پیاس نقد حنفی سے بجھتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے مسلک شافعی کو
چھوڑ کر مسلک حنفی اختیار کر لیا۔ بعض حضرات نے آپ کا اہل تیسرے طبقہ کے محدثین

میں کیا ہے لیکن آپ وہ پہلے اور آخری محدث ہیں جنہوں نے طبقہ ثانی اور طبقہ ثانیہ
کے عظیم المرحب محدثین کی روش سے ہٹ کر حنفی مسلک اختیار کیا اور پوری زندگی اسی
کی اشاعت کی یہاں تک کہ آپ مسلک حنفی کے بہت بڑے وکیل (دور شر) کہلائے۔

(امدادی مقدمہ لٹانی ص ۲۳۳ ج ۱۲ کتبہ اللہ علیہ، عقیدہ طحاویہ حرجم، مرآۃ العاجان)

عقیدۃ الطحاوی :- آپ حدیث و نقد کے امام اجتہادی شان کے مالک اور
محدث تھے۔ آپ کی تصانیف میں (۳۰) سے زائد ہیں۔ نسائی الاثر اثنی عشر حدیث میں آپ
کی پہلی تصنیف ہے جو اپنے طریقہ اور انداز بیان کی وجہ سے دیگر سنن پر رائج ہے۔ اور یہ

آپ کا تجدیدی کارنامہ ہے۔ آپ کی مرآۃ العاجان تصانیف میں عقیدۃ الطحاوی بھی ہے۔
جو اگرچہ مختصر ہے لیکن فائدے کے اعتبار سے عظیم تر کتب مشہور ہوتی ہے۔ کیونکہ

نام علماء نے عقائد سے متعلق اس کتاب میں دو مقام بائیں جمع کر دیں ہیں جس کی ہر مسلمان کو شدید ضرورت ہے لہل سنت والجماعت کے منظر عقائد کو بڑی سادگی سلاست اور عام فہم انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب کا نام "بیان المسئلة" ہے جو عقیدۃ الطحاوی کے نام سے مشہور ہے۔ بعض حضرات نے اس کا پورا نام بیان عقائد اهل السنة والجماعة علیٰ مذهب فقہاء المسلمة بتایا ہے۔

یہ کتاب علم عقائد میں ہے اور کسی بھی فن کی کتاب شروع کرنے سے پہلے سات چیزوں سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ (۱) فن کی تعریف (۲) فن کی غرض و فائدت (۳) فن کا حکم (۴) فن کا مرتب (۵) فن کی تدوین (۶) مصنف کے حالات زندگی۔ (۷) فن کا موضوع۔

(۱) تعریف :- دہشی ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کی حقیقت بیان کی جائے جیسے انسان کی تعریف حیوان باقول ہے۔

(۲) غرض :- جس کی وجہ سے فاعل سے فعل صادر ہو۔ فائدت وہ نتیجہ جو اس پر مرتب ہو مثلاً کتاب خریدنے کے لئے پڑا جاتا تو غرض ہے اور کتاب خریدنا فائدت ہے۔

(۳) موضوع :- جس کے حوالہ سے ذاتیہ سے اس فن میں بحث کی جائے۔ (۴) حکم :- شی پر مرتب ہونے والا اثر۔ جیسے کتے کے بھونے پانی کا حکم اور اڑیہ ہے کہ وہ ناپاک ہے اس سے وضو جائز نہیں۔

(۵) مرتب :- شی کا مستم۔ (۶) تدوین :- اکھڑے ہوئے اجزاء کو ترتیب دینا۔ (۷) حالات مصنف :- یعنی مصنف کتب کا نام و نسب تعلیم و معلم علمی مقام، تالیفات، تالیف اور مصنف وغیرہ کا تفصیلی انداز میں ذکر کرنا۔

تعریف :- العقائد ما يقصد فيه نفس الاعتقاد دون العمل

حکام کہ وہ علم ہے جس میں اعتقاد مقصود ہو عمل مقصود نہ ہو۔ جن احکام کا انسان مخاطب ہے انکی دو قسمیں ہیں۔ (۱) احکام اصلی۔ (۲) احکام فرعی۔ احکام اصلی وہ احکام ہیں جن کے حق ہونے کا دل میں مستحکم یقین ہو جیسے ہر ایک خدائی کی وحدانیت کا یقین۔

احکام فرعی وہ احکام ہیں جو عمل کئے جاتے ہیں جیسے نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ۔
خویشی :- عقیدے سے ترقی کر کے یقین حاصل کرنا۔ (۲) ہدایت کا راستہ
 دھوڑنے والوں کو دلیل سے راستہ دکھانا۔ (۳) مخالفین کو دلیل سے زیر کرنا۔
 (۴) کوئی حکام کی حفاظت کرنا۔ (۵) دوسرے علوم شریعہ کو اس سے مستعد کرنا۔ کیونکہ علم حکام سب کے لئے بڑا ہے۔

خاییت :- ان تمام باتوں کی غایت سعادت دہین ہے۔

موضوع :- حقد میں کے نزدیک اس کا موضوع اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات ہیں مگر متفرقین کے نزدیک اس کا موضوع وہ معلومات ہیں جن سے دین محمدی کے حکام کو ثابت کیا جائے۔

علم و مرتبہ :- بندوں کے تمام افعال کا صحیح اور قبول ہونا مطلق کی صفائی اور حکام کی درنگی پر موقوف ہے حکام صحیح ہوئے پھر سادے افعال ظاہرہ ضائع اور لغو ہیں کیونکہ دل میں عقیدہ اور ایمان کی حیثیت ایک درخت کی ہے اور انسان کے ظاہری افعال اس کی شاخیں ہیں۔ درخت کی جڑ جس قدر مضبوط اور صحیح ہوتی ہے اس کی شاخیں بھی اتنی ہی بڑی بڑی ہوتی ہیں اور اگر اس کی جڑیں اکڑ جائیں یا کھوکھلی اور کمزور پڑ جائیں تو اس کی شاخیں بھی اس سے متاثر ہو گئی اور کمزور ہو گئی۔ یہی حال عقیدہ کے صحیح مضبوط اور کمزور ہونے کا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ علم حکام کا مقام و مرتبہ بہت اونچا ہے اور اسکی تعمیل فرض ہے۔

تدوین :- جس طرح علم فقہ اور اصول فقہ کی تدوین کا سہرا حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے سر ہے اسی طرح علم حکام کی تدوین کا سہرا بھی آپ کے سر ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ

ابو حنیفہ کنیت۔ نام نعمان والدہ کا نام ثابت کوثر کے رہنے والے تھے اسے کوثری کہے جاتے ہیں۔ عہد الملک بن مروان کے عہد خلافت میں مدینہ میں پیدا ہوئے امام مالک سے عمر میں بڑے ہیں۔ اور ان کے استاذ کی بھی سن ۵۰ھ میں وفات ہوئی درمنا کے قول کے مطابق ہیں (۲۰) صحابہ اور صاحب اکمال کے قول کے مطابق چھبیس (۲۶) صحابہ کرام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا آپ اجلہ تابعین میں سے ہیں۔ اور حضور کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے، عہد المدینہ فیروز آبادی کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ تقریباً تیس فقہ کا لقب ہوا ہے لیکن ان سب میں زیادہ فقیر ہونے کی وجہ سے اس لقب سے آپ مشہور ہوئے۔ آپ کے اساتذہ کی تعداد بھی چار ہزار ہے اور خلافت کی تعداد بھی چار ہزار ہے۔ آپ زید و تقویٰ، جو دو صفات کا پیکر اور اخلاق حسنہ کا مجسمہ تھے۔ عہد اللہ بن مہدی کہ فرماتے ہیں کہ آپ امیر المؤمنین فی اللہ بیٹ تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں الخناس فی الفقہ عیال ابی حنیفۃ کہ تمام انسان فقہ میں ابو حنیفہ کی اولاد ہیں۔ بعض کو تاہ نظر امام صاحب کے بارے میں زبان طعن در لا کرتے ہوئے یہ الزام قائم کرتے ہیں کہ امام صاحب کو چند لحاظ سے یاد تھیں۔ اور عربی زبان میں بھی کمزور تھے جبکہ فصیح اللسان اور بیخ کلام ہونے میں آپ کی نظیر نہیں تھی۔ وہی طرح آپ نے صحابہ تابعین وغیرہ سے حدیث کا مکمل علم حاصل کیا۔ اور کوثر میں جو صحابہ و محدثین اور فقہ کا مسکن اور علم کا مرکز بنا ہوا تھا۔ کوثری ایسا محدث تھیں چھوڑا جس سے علم حدیث حاصل نہیں کیا۔

وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کا ذوق علم کلام اور علم حدیث میں لگا ہوا تھا لیکن جب آپ نے دیکھا کہ لوگ دینی مسائل میں بے حد پریشان ہیں۔ اور مسائل پوچھنے میں امام صاحب کی طرف رجوع کر رہے ہیں تو آپ نے اس شدید ضرورت کی وجہ سے فقہ کو بنامحفظہ لایا۔ اور اپنے تلامذہ سے بھی فرمایا کہ فقہ میں میرا قول نہ کرو۔ امام صاحب

کے علاوہ وہ طرح کے تھے اصحاب الحدیث اور اصحاب الفقہ، تقریباً چالیس (۴۰) علاوہ نے اجتہاد کا درجہ بھی حاصل کر لیا تھا لیکن آپ کے سبکی علاوہ نے فقہ کی خدمت کو اپنا مشغلہ اور نوکرتا بچھونا بنالیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شہر میں نہیں منصب قضاہ و افتاء پر فائز کیا گیا جس سے آپ کے فقہ کو شہرت ملی۔ اور علم حدیث میں آپ کو اور آپ کے علاوہ کو وہ شہرت نہیں ملی سکی جو آپ کے علاوہ کے علاوہ کو حاصل ہوئی کیونکہ ان کا محبوب ترین مشغلہ علم حدیث کی خدمت تھا۔ اس لئے یہ اعتراض بے بنیاد اور قصب سے بھرا ہوا ہے۔ اور یہ ایک تاریخی مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخصیت آفتاب و مہتاب بن کر آسمان علم پر چمکتی ہو رہی ہے اس کے فضائل و کمالات کا ظہور ہوتا ہے۔ اور دنیا میں ان کے چرچے ہوتے ہیں۔ تو جہاں حق پسند جماعت ان کے فضل و کمال کا اعتراف کرتی ہے اور زمین پر ان کے وجود کو باعثِ رحمت اور اصلاح کا ذریعہ سمجھتی ہے تو ساتھ ہی حاسدین و معاندین کی جماعت بھی اس کی مخالفت کو اور تنقید کو اپنا نصب العین بنالیتی ہے۔ اور آفتاب پر پردہ ڈالنے کی تپاک اور بے فائدہ کوشش کرتی ہے۔ امام صاحب کی مقدس شخصیت بھی انہیں میں سے ایک ہے جو آپ کے مقبول عند اللہ اور مقبول عند الناس اور برحق ہونے کی واضح دلیل ہے۔

بہر حال آپ نے ایک عظیم باب کا دروازہ کھول دیا جس سے پوری انسانیت بھرپور فیضیاب ہو رہی ہے۔ چنانچہ آپ کے ہم عصر علماء و فضلاء نے آپ کی شان میں خوب کلام کیا ہے اور آپ کے فضائل و مناقب میں بے شمار کتابیں لکھی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں اور متقدمین و متاخرین نے آپ کے احسانات کا اعتراف کر کے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

اعد ذکر نعمان لنا ان نکره ☆ هو المسک ملکرته یقضو،
الفقه ذرعه ابن مسعود وصفاة علقمة وحصده ابراہیم وداہ
حماد وطلحہ ابوحنیفہ وعجنہ ابویوسف خبزه محمد لسانہ
الناس باکلوں من مہزہ . (شامی)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

ابو یوسف کنیت۔ نام یعقوب والد کا نام ابراہیم۔ آپ ایک انصاری صحابی حضرت سعدؓ کی اولاد میں سے ہیں آپ کی پیدائش صحیح قول کے مطابق ۱۳۰ھ میں ہوئی احکام فقہ میں ابن لکھل سے استفادہ کیا اور فقہ وحدیث میں امام اعظم ابو حنیفہ سے کلی استفادہ کیا۔ رات دن امام صاحب کی خدمت میں گزارتے تھے۔ اونچے درجہ کے حافظ حدیث تھے اللہ تعالیٰ نے بے نظیر حافظ دیا تھا آپ کا شمار علامہ ابن جوزی نے ان سوافراء میں کیا ہے جو اس امت کے مخصوص اور بے نظیر صاحب حافظ ہوئے ہیں آپ کے اساتذہ و علامہ کی بڑی تعداد ہے۔ امام احمد بن حنبل اور امام محمد جیسی مایہ ناز شخصیتوں کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ کا درس نہایت مشہور تھا مہر قندہ پر فائز ہونے کے بعد آپ کا تدریس و تعلیمی مشغلہ برابر رہتا تھا آپ نے اگرچہ اپنی نسبت کو امام صاحب کے ماتحت باقی رکھا مگر آپ کے علمی کمالات اور قوت اجتہاد کے پیش نظر آپ کو مجتہد مطلق ماننا ضروری ہے۔ آپ امام صاحب کی مجلس تدوین فقہ کے رکن و کین تھے اخلاق حسنة و زہد و تقویٰ قاضی کے مالک تھے۔ آپ کی وفات ۲۲۴ھ میں ہوئی۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

ابو عبد اللہ کنیت نام محمد والد کا نام حسن۔ اصل سکن جزیرہ (شام) ولادت ۱۴۲ھ میں واسطہ میں ہوئی پھر والدین مستقل طور سے کوفہ منتقل ہو گئے کوفہ عراق میں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی شیبانی ایک قبیلہ ہے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے شیبانی کہتے ہیں تفسیر لغت و لہجہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے فقہ کی تحصیل امام اعظم نور امام یوسف سے کی اور حدیث کی تحصیل امام مالک اور امام ابو زامی وغیرہ سے کی آپ کے اساتذہ و علامہ کی تعداد بڑی ہے۔ امام شافعی آپ کے خاص شاگردوں میں ہیں۔

بہامت تو ہی حافظہ اور حدیث وقتہ کے نام مجتہد ہے۔ کب جہنم میں آپ کی
تصنیفات و دلیلات ایک جہر تک پہنچاں کی گئی ہیں جو امت مسلمہ پر عظیم احسان
ہے۔ سبھی مذاہب کے ائمہ نے آپ کی تدریس اور تفصیلی کلمات سے بہرہ ور استفادہ
کیا ہے۔ شب بیداری آپ کی عبادت تھی۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ رات میں
سوتے کیوں نہیں ہیں۔ تو فرمایا کہ سلطان ہم پر اعتماد کر کے سوتے ہیں تو میں کیسے
نہوہلاں؟ کچھ حضرات نے نام ابو حنیفہ اور نام محمد کے متعلق فرمایا کہ غلطی قرآن کے
قائل تھے اور فرقہ جمہیہ یا مرجیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ تو یہ قول جھوٹ اور مراءض
باطل ہے۔ دونوں کا معکم تھریہ الی ملت والجماعت کے ساتھ تھلا۔ کناذعم
البخاری أن الاِمامَ اَبَا حَنِيفَةَ وَالْاِمامَ مُحَمَّدَ بْنَ حَنْبَلٍ أَوْ
مَرْجُوًّا فَهُوَ كَذَبٌ صَرِيحٌ وَبَاطِلٌ كَمَا نَقَلَ الْمُعْذِثُ الصُّنْدُوبِيُّ
أَنْ مُحَمَّدًا كَانَ يَقُولُ مَذْهَبِي مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ
وَعَدَهُمَا مَذْهَبُ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ لَا تُصَلُّوا خَلْفَ
مَنْ يَقُولُ إِنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ وَقَالَ أَنَسٌ يَزُومُنَ بِالْقُرْآنِ
وَبِالْأَخَادِيثِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالصِّفَاتِ مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ
وَتَقْسِيمٍ وَتَشْبِيهِ لِقَوْلِ مُنْشَرِّجٍ مِنَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَلَقَوْلِ الْفَلَانِ كَوْنِ
مِثْلِ جَنَمٍ خَارِجٍ مِنَ الْجَمَاعَةِ.

حاصل یہ کہ امام محمد نے فقہ حنفی کی اشاعت اور خدمت درس و تدریس اور
تصنیفہ تالیف کے لازمیہ ہر طرح کی ہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق رئیس الجامعۃ دارالعلوم دیوبند

آپ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کے صاحبزادہ و حجت الاسلام قاسم العلوم و الفیارات بنی دارالعلوم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے پوتے سن ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں دیوبند ہی میں پیدا ہوئے۔ اصل نام محمد طیب رکھا اور پندرہ بجی ہم مظفر الدین اور حضرت مولانا عبد الغنی پھلاوی نے خورشید قاسم تجویز کیا۔

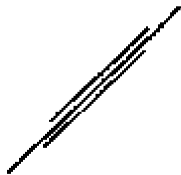
علم و عمل کی دنیا میں خانوادہ قاسمی کسی تعارف کا محتاج نہیں ملک و بیرون ملک چہار جانب اس عظیم خانوادہ کی خدمت آفتاب و بہتاب کی طرح روشن ہیں علم و فضل کے نورانی اور پاکیزہ ماحول میں حضرت کی تربیت ہوئی سات سال کی عمر میں حفظ کر شروع کیا۔ دہلی کی قیام مدت میں قرأت و تجوید کے ساتھ قرآن مجید کے مفہم کی تکمیل کی پانچ سال فارسی و ریاضی کا تعلیم حاصل کر کے عربی کا نصاب شروع کیا جس سے سن ۱۳۳۵ھ میں فراغت حاصل کی حدیث کی سند کو وقت کے مشاہیر علماء و اساتذہ سے حاصل ہوئی آپ کے وقت اساتذہ میں شیخ البند عالم شہیر احمد عثمان اور علامہ بلیاوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ علامۃ العصر حضرت مولانا نور شاہ صاحب کشمیری آپ کے علم حدیث کے خاص استاد ہیں۔

علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے دارالعلوم میں دس دہائیوں کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کے علم و فضل و کثافت اور ذہنی بہت کی وجہ سے طلبہ میں آپ کا درس نہایت مقبول ہوا اور دس دہائیوں کے ساتھ آپ میدان خطابت کے شہسوار بھی تھے۔ وعظ و تقریر حقائق و اسرار شریعت کے انداز بیان اور ایجاز مضامین میں آپ کو خدا والا ملک اور خاص امتیازی قدرت حاصل تھی آپ کی تقریریں عمومی و خصوصی جلسوں میں بلاے شوق کے ساتھ سنی جاتی تھیں آپ کی تصنیفات سو (۱۰۰) کے قریب ہیں جو حکیمانہ

اسلوب اور اسرار و حکم سے لبریز، نہایت جامع، اور اپنے انداز تحریر میں اپنی مثال آپ ہیں۔

۱۳۱۵ھ میں حکیم الامت حضرت تھانوی نے خلافت سے سرفراز فرمایا مگر انہوں نے صرف فقیہوں کے باوجود آپ کا بیعت نہ کیا بلکہ سلسلہ سرفروغ حضرت میں برابر جاری رہتا تھا۔ آپ کے سرمدین کا حلقہ کافی وسیع ہے جو ہند اور بیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ۱۳۴۳ھ میں آپ کو دارالعلوم کا نائب مہتمم منتخب کیا گیا اور ۱۳۴۸ھ میں مستقل مہتمم بنادیا گیا۔ دارالعلوم نے آپ کے طویل زمانہ اہتمام میں نمایاں ترقی حاصل کی۔ ۱۳۹۸ھ میں آپ کے زیر اہتمام دارالعلوم کا تاریخی اور مثالی جشن صد سالہ دستار بندی ہوا۔ جس میں ملک و بیرون ملک سے مشہور اکابرین علم اور مقدس ہستیوں اور شاہان مملکت نے شرکت کی اور ماہرین کے اندر ذہ کے مطابق پچیس لاکھ سے زائد مسلمانوں نے اس جشن میں حصہ لیا۔

۱۹۸۲ھ میں آپ اس دنیا سے دارِ بقعہ کی جانب رحلت فرما گئے۔ اور حرار کا مٹی میں نہ نہیں مٹی میں آئی۔



فَالشَّيْخُ الْإِسْلَامُ الْفَقِيهَ عَلَمُ الْإِسْلَامِ خُجَّةُ الْإِسْلَامِ أَبُو جَعْفَرٍ
الْوَرَّاقُ الطَّحَاوِيُّ الْمِصْرِيُّ

ترجمہ: [فرمایا شیخ امام فقیہ سرورِ خلافت حجتہ الاسلام ابو جعفر وراق طحاوی مصری
نے۔

توضیح: شیخ۔ عمر سیدہ، مجاز استاد اور مرشد کے لئے یوں جانا ہے اور
اصطلاح میں محدثین و موفیاء کے لئے۔ (الفوز السمانی للراغب
ج ۱ ص ۱۶) الامام۔ مقتدر قوم۔ الفقیہ علم فقہ کا جاننے والا۔ جمع فقہاء۔ یعنی
فقیہ و عالم کہلاتا ہے جو اپنی اجتہادی صلاحیت اور خود فکر کے ساتھ احکام شرعیہ کو
واضح کرے اور ان کی حقائق کا سرغ دکائے۔ اور غلطی اور پیچیدہ مسائل کی وضاحت
کرسے۔ (فاتح للزمخشری)

ولهذا لا يجوز ان يسمى الله تعالى فقيها لان لا يحق عليه
شمي (کتاب الخصائص للبرجاني ص ۱۶۶)

علم۔ مجتہد۔ سرور۔ انام۔ مخلوق۔ حجتہ۔ دلیل۔ حدیث کی اصطلاح
میں دو محدث جسکو تین لاکھ احادیث کا پورا علم ہو (الفوز السمانی ج ۱ ص ۳۸)

تشریح: قال الشيخ من المصطفى كنهه به مبادئ امام طحاوي في
همس ہے بلکہ آپ کے کسی شاگرد وغیرہ کا بقولہ ہے جو آپ کی شان
اضافہ کیا گیا ہے۔ خود کوئی مصنف یا مؤلف اپنے لئے اس طرح کے القاب اور زوائد
کلمات اختیار نہیں کرتا بلکہ بزرگانِ دین تو اپنی تصانیف و تالیفات میں اپنے نام کا اظہار
تواضع و تقویٰ کے خلاف سمجھتے ہیں چہ جائیکہ اس طرح کے القاب۔

ابو جعفر۔ امام طحاوی کی کنیت ہے۔ امام صاحب کے حالات شروع کتاب
میں ملاحظہ ہوں۔

الورّاقی۔ مبالغہ کا وزن ہے اور بے پیمے وال۔ کاغذ بچنے والا۔ کاغذ بنانے

والا۔ بہت لکھے والا۔ چنانچہ امام حاروی نے دفتر کے دفتر لکھے ہیں آپ کی تصنیفات تمیز سے زائد ہیں جن میں بعض بڑی ضخیم ہیں۔ اس لئے آپ کیسے رزاق کا لفظ استعمال کیا کیا۔ المنجد فی الاطعام میں رزاق بعض حضرات کا نام نقل کیا ہے۔ (۱) رزاق بن محمد بن عبد اللہ نحوی (مدحہ طر الخواص الحداد) متوفی ۹۹۷ھ (۲) رزاق بن محمد بن حبیب اللہ نحوی بغدادی: پیدا تھے متوفی ۸۷۰ھ (۳) رزاق محمد بن مراد بن متوفی ۴۴۲ھ شافعی المذہب تھے۔ رزاق سے امام ترمذی و امام بخاری مشہور ہوئے ہیں

هذا ذكر بيان عقيدة أهل السنة والجماعة على مذهب فقهاء
أئمة أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي وأبي يوسف
ويعقوب بن إبراهيم الأنصاري وأبي عبد الله محمد بن
الحسن الشيباني رضوان الله عليهم أجمعين وما يعتقدون من
أصول الدين ويدينون به لزب العلماء

ترجمہ: یہ اس سنت و الجماعت کے عقائد کا بیان ہے فقہاء جناب ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوئی نور ابو یوسف یعقوب بن ابی ایوب انصاری اور ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مذہب کے مطابق اور اصول دین میں جو اہم اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور رب العالمین کے لئے جس چیز کو وہ دین بنائے ہوئے ہیں۔ (ان چیزوں کا بیان ہے)

توضیح: مذہب۔ روشن۔ طریقہ۔ اعتقاد۔ صل جمع مذہب اسلام کے مشہور مذہب چار ہیں۔ حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ فقہاء فقہاء کی جن علم فقہ جانتے والا۔ ملت مذہب۔ شریعت۔ اس شریعت کو چونکہ ملکہ کر لیا جاتا ہے اور کلمہ لکھایا جاتا ہے اس لئے اس کو ملت کہتے ہیں۔ (بیان الفاظ، اہم اس) اہل السنة والجماعة کی تحقیق صفحہ نمبر (۲۰) پر ملائے ہو۔ فقہاء الملک مبدل نہ اور ابی حنیفہ اس سے بدل ہے۔ یا عطف بیان ہے۔ وما يعتقدون کا عطف

میان پر ہے۔ اعتقادِ بابِ تعطل سے ہے۔ پندِ یقین رکھنا۔ اصولِ اصل کی جمع ہے
 معنی جز۔ فرح کا مقابل۔ والد۔ مصدر۔ شیخ۔ اصول وہ قواعد جس پر کسی علم کی بنیاد ہو
 اصولِ دین۔ دین کی بنیادیں یعنی اعتقادات۔ وما یدینون دان یدین باب نہ
 دین اسلام اختیار کرنا ہی حقیقتہً اہم اعظم کی نسبت۔

نَقُولُ فِي تَوْحِيدِ اللَّهِ مُعْتَقِدِينَ بِتَوْفِيقِ اللَّهِ (۱) إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَاحِدٌ
 لَا شَرِيكَ لَهُ. (۲) لَا خَشْيَ مِنْهُ (۳) وَلَا شَيْءَ يَعْجِرُهُ.

ترجمہ: توفیقِ ایزدی کے ساتھ۔ توحیدِ باری سے متعلق ہم اس اعتقاد کا اعلان
 کرتے ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ اکلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں۔
 (۲) کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں (۳) اور کوئی بھی شئی اسکو عاجز نہیں کر سکتی۔

توضیح: توحید باب تعطل کا مصدر ہے۔ اللہ کے ایک ہونے کا اقرار کرتا۔
 توفیق باب تعطل کا مصدر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندے کے فعل کو
 اپنی پسند اور مرضی کے مطابق کر دیتا۔ اس سے معنی نے آیتِ باری کی جانب اشارہ
 کیا ہے۔ یعنی وما توفیقی الا باللہ۔ (میرے کام کا خدا اللہ ہی کی مدد سے ہے لا املیہ۔
 صحیح قول کے مطابق یہ اللہ کا علم ذاتی ہے۔ واحد۔ اسم فاعل معنی اکلا۔ لا شریک۔
 شریک۔ ساجھی جمع شرکاء۔ شئی۔ ممکن چیز۔ جو چیز جانی پہچانی جائے اور اس کی
 خبر دی جائے۔ جمع اشیاء۔ مثل۔ مشابہ۔ غیر۔ مشابہت جمع امثال۔ تعجیر۔
 باب تعطل سے عاجز کرنا۔ تھکا دینا۔

تشریح: مصنف علیہ الرحمۃ نے توحیدِ باری تعالیٰ سے ابتداء کی ہے۔ اس لئے
 کہ (۱) توحیدِ اسلام کا رکنِ دین کی اساس اور عبادت کی بنیاد ہے۔
 حدیث میں ہے وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فُلَانًا لِّتُؤْمِنَ بِهِ فَمَا خَلَقَ فُلَانًا لِّتُؤْمِنَ بِهِ۔ اللہ کی
 توحید کا اقرار کرو اس لئے کہ توحیدِ عبادت کی بنیاد ہے۔ اس لئے بندے کو سب سے
 پہلے توحید کا موقف چاہیہ۔ (۲) تمام آسمانی مذاہب کی بنیاد اسی توحید پر ہے۔ ہر نبی نے

اپنے اپنے زمانے میں ہوا توحید کی دعوت پھیل گئی۔ (۳) قرآن میں جہد تک توحید کو مقدم کر کے بیان کیا۔ (۱) شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ۔ (آل عمران)

اللہ تعالیٰ فرشتوں اور اہل علم نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
(۲) فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (محمد) (۳) أَفَنُؤَلِّهُ لِلدِّينِ إِلَّا الْإِسْلَامَ
فَمَا غُيِّرَ (انبیاء) میرے سوا کوئی معبود نہیں سو میری عبادت کرو۔

(۴) سلوک و معرفت کا پہلا درجہ توحید ہے۔ (۵) کلمہ توحید ہی اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ اس کلمہ کی بدولت کفر کی حالت میں کئے گئے صغیر و کبیرہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اب عبارت کی تشریح کی جگہ ہو۔

(۱) اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات اور افعال و شئون (معاملات) میں کیا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اس کا کوئی ہم جنس ہے نہ وہ خود جنس ہے۔ وہی مطلق عبادت ہے۔ اور وہی ہماری توجہات کا قلم ہے۔ قرآن مجید کی کثیر آیتیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً (۱) **هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ** (زمر) اللہ تعالیٰ واحد القہار ہے۔ (۲) **وَالْهِنَاوَالْهِنُکُمْ وَأَجِدَ** (عنکبوت) اور ہر اور تمہارا مہبود ایک ہے۔ (۳) **لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذَٰلِکَ أُمِرْتُ** (نہاس) اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اور اسی کا مجھے حکم ملا ہے۔ (۴) **وَلَمْ یَكُنْ لَہٗ شَرِیْکٌ فِی السُّلْکِ**۔ تک میں اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ (۵) **إِنِ الْعِصْکُمْ أَتَٰلَیْہِ** (یوسف) حکم صرف اللہ کے لئے ہے۔ (۶) **لَوْ کَانَ فِیْہِیْنَا إِلَٰہٌ ۤأَآلَہُ لَفُضِّدْنَا** (انجید) اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا مہبود ہوں تو دونوں خراب ہو جائے۔ (۷) **وَمَا کَانَ غَفَہٗ مِنْ ۤاِلَہٍ اِذَا لَہُذِہِبٌ مِّمَّنْ اِلَہٍ یَّمَا خَلَقَ وَلَعَلَّآ یَغْضَبُہُمْ عَلَیْہِ** (سجود) اس کے ساتھ کوئی مہبود نہیں یوں ہوتا تو ہر مہبود اپنی عالی چیز کو بجاتا اور ایک ایک پر چڑھائی کرتا۔ (۸) **اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُعِیْذُکُمْ**

فَعَلْ مِنْ شَرِّكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكَمْ مِنْ شَعْبِي مُنْجِلَانَهُ وَتَعَالَى
عَسَائِشِرْ كُنُون۔ (دوم) اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا تم کو روزی دی پھر تم کو موحّد ویتا
ہے پھر تم کو جلّائے گا کیا تمہارا کوئی شریک ان کاموں میں ہے کچھ کر سکتا ہے۔

(۳) کسی کام سے عاجز ہونے کی درصور میں ہوتی ہیں۔ (۱) جعف ذکروری کہ
اس کام کو کرنے کی طاقت و قدرت نہیں ہے۔ (۲) جہالت و نادانی اور غم کی کہ اللہ
تعالیٰ ان دونوں صورتوں سے خبر ہے۔ اس کی قدرت ہر چیز پر جاری ہے۔ اور اس کا
علم ہر چیز کو محیط ہے۔ کوئی چیز اس کے علم اور قبضہ قدرت سے باہر نہیں ہے۔ ارشاد
باری تعالیٰ ہے۔ وَهَآكَأَنَّ اللّٰهَ لِيُفْعِلْ جُزْءَ مِنْ شَعْبِي فِي السَّمَوَاتِ وَفِي
الْأَرْضِ (قلم) اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین کی کوئی چیز نہیں تھا سکتی۔ اِنَّ اللّٰهَ
عَلَمِي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر چیز پر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ فَذْ أَخَاطَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلَماً۔ (آیت) اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ (۲) یعنی کائنات کی
کوئی چیز نہ اس کی ذات و صفات کے برابر ہے۔ نہ کسی کا حکم اور فیصلہ اس کے حکم اور
فیصلہ کی طرح ہے۔ نہ کسی کا مقام و مرتبہ اس کے مقام و مرتبہ کے برابر ہے۔ ارشاد
باری تعالیٰ ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (شوری) اس کے مشابہ کوئی شئی نہیں۔ لَمْ
يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (اعلام) اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

(۴) وَلَا إِلَهَ غَيْرُهُ۔ (۵) لَدَيْمٌ بَلَا يَنْقُضُ ذَاتُهُ بَلَا يَنْهَى (۶)
لَا يَنْفِي وَلَا يَنْجِدُ (۷) وَلَا يَكُونُ إِلَّا مَا يُرِيدُ (۸) لَا تَلْفُظُهُ الْأَوْفَامُ
وَلَا تُنْصِرُهُ الْأَلْفَامُ۔

ترجمہ: (۳) اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ (۵) وہ قدیم ہے بغیر ابتدا کے
(یعنی اس کی کوئی ابتدا نہیں) وہ ہمیشہ رہنے والا ہے بغیر کسی انتہا کے
(یعنی اس کی کوئی انتہا نہیں) (۶) نہ وہ ذات فنا ہوگی نہ ہر نہ ختم ہوگی (۷) اور جہاں میں
نہیں ہوگا مگر وہی جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ (۸) انسانی خیالات اس کی حقیقت تک نہیں

پہنچ سکتے اور نہ ہی عقل انسانی اس کا دراک کر سکتی ہے۔

توضیح: اللہ۔ معبود جمع الہاء۔ قدیم۔ (۱) وہ شئی جو خود بخود موجود ہو اس کا وجود غیر کی وجہ سے نہ ہو۔ (۲) وہ شئی جس کے وجود کی کوئی ابتداء نہ ہو۔ (۳) وہ شئی جس کی ابتداء اور انتہاء نہ ہو۔ (کتاب التعلیقات ص ۲۸) ابتداء۔ باب افعال شروع کرنا۔ دائم۔ باب ن سے اسم فاعل ہمیشہ رہنے والی ذات۔ انتہاء۔ باب افعال۔ حد کو پہنچنا۔ یعنی۔ باب ن سے۔ فتح قائم ہونا۔ بحد۔ باب ض ہلاک ہونا۔ یزید۔ باب افعال۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ تیلغ۔ باب ن پہنچنا۔ اوہام۔ وہم کی جمع ہے دل میں گزرنے والا خیال، قرعہ ہیرہ کو بھی وہم کہتے ہیں جس سے محسوسات کے جردی معانی دریافت ہوتے ہیں جیسے زید کی شہامت۔ حاتم۔ افہام۔ فہم کی جمع ہے کچھ۔ کسی چیز کا تصور۔

تشریح: (۴) ارشاد باری ہے۔ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ غَيْرُهُ (اعراف) اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ (۵) یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات لذل (ہمیشہ سے) ہے اور ابد (ہمیشہ) رہے گی۔ قرآن وحدیث میں قدیم کو اول سے اور ”آخر کو آخر“ سے تعبیر کیا ہے فَرَمَا هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ دہی اول ہے وہی آخر۔ اللَّهُ هُوَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ (۶) مسلم شریف) اللہ تو ہی اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہیں اور تو ہی آخر ہے کہ تجھ سے بعد میں کچھ نہیں۔ اول و آخر کو مطلق بیان کیا ہے۔ اول مطلق جس کی ابتداء میں کوئی حد نہ ہو۔ اسی کو اولیٰ اور قدیم کہا جاتا ہے۔ آخر مطلق جس کی انتہا میں کوئی حد نہ ہو۔ اس کو دائمی اور ابدی کہا جاتا ہے۔ فَهُوَ قَدِيمٌ لَمْ يَزَلْ. وَدَائِمٌ لَا يَرْتَأَنُ۔ (۶) اس کی ذات فنا نہیں ہوگی کیونکہ وہ اولیٰ اور ابدی ہے اور بیماری۔ کمزوری۔ فنا و ہلاکت ان چیزوں کے ساتھ خاص ہے۔ جو فنا ہونے والی ہیں۔ ارشاد باری ہے۔ كُلُّ مَوْجُودٍ غَلَبَتْهَا فَإِنْ يَبْقَى وَخَلَّ رَيْبُكَ ذُو الْخِلَالِ وَالْأَكْرَامِ (رحمن) زمین کی ہر

چیز کا ہو کہ اور حیرے رب کی عظمت و برکت والی ذات باقی رہے کہ کئی شفی خالیک الا زحمة۔ اللہ کی ذات کے علاوہ ہر چیز ختم ہونے والی ہے۔ مگر موجود کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ممکن۔ جس کو وجود خارج سے لاحق ہوتا ہے۔ (۲) واجب۔ کہ وجود اس کی ذات میں داخل ہو اس سے کبھی جدا نہ ہو۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے وجود اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا کہ اس پر قاطری ہو۔ فجب لذ البقاء ابداً ولا یسکون له الفناء آناً۔ (۳) مطلب یہ ہے کہ ہر چیز شفا مومن کا ایمان کا فرق کافر بندوں کے ہوتے ہوئے اعمال۔ نفع و نقصان سب اللہ کے ارادے سے ہوتے ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے۔ لَا یَقْضُکُمْ فُتُحَیْ اِنْ اَرَادَتْ اَنْ اَنْصَحَ لَکُمْ اِنْ کَانَ اللّٰهُ یُرِیْذُ اَنْ یُغَیْیَکُمْ (مومن) نہ کارگر ہوگی تم کو نصیحت میری جو چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں اگر اللہ چاہتا ہو گا کہ تم کو کفر لاکرے۔ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُعْصِمُکُمْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوءً اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَةً (احزاب) تو کہہ کہ کون ہے جو تم کو بچائے اللہ ہے اگر چاہے تم پر برائی۔ یا چاہے تم پر مہربانی۔ اس میں فرق قدر یہ اور معزلہ کار دے جو کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے ایمان کا ارادہ کرتا ہے۔ مگر مومن اسکے ارادے کے مطابق ایمان لے آتا ہے، کافر ایمان نہیں لایا تھا نہیں یہ خدشہ ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو مرید کفر ظہر لیا جائے تو یہ اللہ کی جانب غلط انتساب ہے، مگر ان کی یہ بات جہالت پر مبنی ہے۔ اور ملحق ہو کر سب کے درمیان فرق نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔

افعال عباد کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) افعال

خلق اور کسب کا فرق :

انصرار یہ یعنی افعال جو بندہ سے اس کے ارادے کے بغیر صادر ہوتے ہیں جیسے اس شخص کی حرکت جسے زحمت کا پاداش ہو اس طرح کے افعال صرف اللہ کی خلق ہیں۔ ان کے صدور میں بندہ کی قدرت اور اختیار کو کوئی دخل نہیں۔ (۲) افعال اختیار یہ وہ افعال جو بندہ کے ارادے اور اختیار سے صادر ہوتے

ہیں۔ جیسے کفر۔ ایمان۔ نماز۔ طاعت۔ معصیت۔ یہ عمل اختلاف ہے۔ ہاں سنت و انجماست کے نزدیک بندوں کے افعال اختیار یہ بندے اور خدا تعالیٰ دونوں کی قدرت سے وجود میں آتے ہیں بندہ کی قدرت کا تعلق کسب سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق علق سے ہے علق اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور وہ بندے کے اندر عمل کی قدرت کے پیدا کرنے کا کام ہے۔ کسب بندہ کا فعل ہے۔ یعنی خدا کی دی ہوئی قدرت کو استعمال کرنا۔ بندہ جب اللہ کی دی ہوئی اس قدرت کو (جو حادث ہے) استعمال کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت قدیم سے وہ عمل موجود فرمادیتے ہیں۔ اور کسی چیز کو موجود کرنے اور پیدا کرنے کیلئے اس چیز کے تفصیلی احوال کا جاننا ضروری ہے، اور یہ صفت صرف خدا کی ذات میں موجود ہے۔ بندہ میں یہ صفت نہیں پائی جاتی اس لئے اللہ تعالیٰ خالق افعال اور بندہ کا سب افعال کہلاتا ہے، اور جو نگہ بندے میں قدرت و اختیار باقی ہے اس لئے اس کو افعال کا مکلف بتانا صحیح ہے۔ اور جب بندہ اچھے برے اعمال کا کاسب ہے، تو مدح و ذمہ اور ثواب و عذاب کا مستحق ٹھہرنا بھی درست ہے۔

(۸) اسباب طم تین ہیں۔ (۱) حواس سلیمہ۔ (۲) عقل۔ (۳) خیر صادق۔ حواس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ظاہری۔ (۲) باطنی۔ حواس ظاہری پانچ ہیں۔ (۱) سم۔ (۲) بصر۔ (۳) بصر و بکھنے کی طاقت۔ (۴) شمع و بکھنے کی طاقت۔ (۵) لمس چھونے کی طاقت۔ حواس باطنی بھی پانچ ہیں۔ (۱) حس مشترکہ۔ قوت جو ظاہری چیزوں کی صورت کو حاصل کرتی ہے۔ جیسے جامع سجد کی صورت۔ (۲) قوت تشخیص۔ قوت جس میں حس مشترک کے ذریعہ حاصل ہوئی صورتیں جمع ہوتی ہیں۔ (۳) قوت ادراک۔ وہ قوت جس میں وہم کے ذریعہ حاصل شدہ چیزیں جمع ہوتی ہیں۔ (۴) قوت منصرفہ۔ جو حاصل شدہ چیزوں میں جو قوت لگاتی رہتی ہے۔

انسان بہت سی چیزوں کا ادراک اپنے حواس ظاہری و باطنی کے ذریعہ کرتا ہے لیکن حواس کا یہ ادراک ایک مقام پر جا کر رک جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ حواس کام نہیں

کہا کرتے پھر انسان بہت سی چیزوں کا اور اک اپنی عقل کے ذریعہ کرتا ہے مگر چہ کہ بہت سی چیزیں عقل کی پرواز سے بھی بالاتر ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حواس اور عقل دونوں مادی چیزیں ہیں اس لئے ان کے ذریعہ صرف مادی چیزوں کا اور اک کیا جاسکتا ہے یہاں تک کہ طویات کے وہام لطیفہ نور شیعہ تک ان قوتوں کی رسائی نہیں ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے جنت کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ مَسْمَعَتْ وَلَا خَطَرَ عِلْمِي فَلَقَبَ بِنُشْرَةٍ یعنی وہ نعمتیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال گذر رہا حالانکہ جنت عالم طویات کی جسمانی چیز ہے۔ تو جب ان قوتوں کی رسائی اجسام نوری اور حقائق غیب تک نہیں ہے تو اللہ کی ذات تک ان کی رسائی کیسی ہو سکتی ہے۔ جو غیب مطلق ہے۔ جنید بغدادی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ مَا خَطَرَ بِيَا لَكَ فَهَوَ هَالِكٌ وَاللَّهِ أَجَلٌ مِنْ ذَلِكَ۔ جو خیال حیرے دل میں گذرے وہ قسم ہونے والا ہے اور اللہ کی ذات اس سے بالاتر ہے۔ یعنی وہ ہم و گمان سے منزہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا (کہ) بندے اس کی ذات کا اپنے علم سے احاطہ نہیں کر سکتے۔

لغت کی کتاب ”صحاح“ میں دو معنی گمان، ظن اور فہم کے معنی علم کے بیان کئے ہیں کہا جاتا ہے۔ تَوَهَّشْتُ الشُّشْنِي فَلَنَنْتَهُ وَلَهَبْتُ الشُّشْنِي غَلَسْتُ۔ اس طرح آیت میں علم کی ٹہنی سے فہم کی ٹہنی ہو گئی۔ لَمَّا ظَنَنْتُكَ بِالْوَهْمِ۔ یعنی وہم کی ٹہنی بدرجہ لوثی ہو گئی۔

(۹) وَلَا يَشْهَدُ الْآتَمَ (۱۰) حَىٰ لَا يَمُوتُ قِيَوْمَ لَا يَنَامُ (۱۱)
خَالِقِ بَلَا خَاجَةِ رَازِقِ بَلَا مَوْتِ (۱۲) مُمِيتِ بَلَا مُعَالِفَةِ بَاغِتِ
بَلَا مُشْقَةِ (۱۳) مَا زَالَ بِصِفَاتِهِ لَدَيْنَا قُلُوبُ خَافِقِهِمْ يَزْدَدُ
بِكُونِهِمْ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ قَبْلَهُمْ مِنْ صِفَاتِهِ وَكَمَا تَكَانِ بِصِفَاتِهِ
أَزِلْنَا كَذَلِكَ لَا يَزَالُ عَلَيْهَا أَمِيدًا

ترجمہ: (۹) کوئی مخلوق اس کے مشابہ نہیں (۱۰) وہ ایسا زندہ ہے جس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ اور ایسا محض خدا جس کو کبھی نیند نہیں آتی (۱۱) وہ سب کائنات کا خالق ہے اپنی کسی حاجت کے بغیر۔ بلا مشقت کے سب کو روزی دینے والا ہے۔ (۱۲) وہ سب کو موت کی نیند سلاتے والا ہے۔ بغیر کسی کے ڈار کے دوبارہ زندہ کرنے والا ہے (مرنے کے بعد) بغیر کسی مشقت کے (۱۳) وہ ہمیشہ سے اپنی تمام تر صفات کے ساتھ قائم ہے۔ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے ہی سے اضافہ نہیں ہوا اس کے کسی وصف میں مخلوق پیدا کرنے کے بعد کسی چیز کا جو مخلوق پیدا کرنے سے پہلے اس میں نہ ہوا اور جیسے وہ اپنی جملہ صفات کے ساتھ ازلی ہے ایسے ہی جملہ صفات کے ساتھ ابدی ہے۔

توضیح: قیوم قیام سے نکلا ہے معنی کھڑا ہونا قائم ٹھہرا ہونے والے کو کہتے ہیں قہم اور قیوم مبالغہ کے مینہ ہیں۔ جن کے معنی ہیں جو خود قائم رہ کر دوسروں کو قائم رکھے اور سنبھالے۔ اسی لئے قیوم حق تعالیٰ کی خاص صفت ہے جس میں کوئی کلکتہ شریک نہیں ہو سکتی کیونکہ جو چیزیں خود اپنے وجود و قیام میں کسی دوسرے کی مدد کی ضرورت محسوس کر لیں اور جو چیزیں کسی اور سے کسی اہمیت کو قیوم کہنا جائز نہیں۔ (ساری اتران بحیث باب افعال سے اسم فاعل مارنے والا) متخافہ صدر باب من ذراتہ باعث باب فی اسم فاعل السنن دوبارہ زندہ کرنے والا۔ مشفقہ ہم کے زیر اور زیر کے ساتھ دشواری۔ محنت جمع مشاق۔ مشقات۔ صفات صفت کی جمع ہے۔ وہ اسم جو ذلت کے وحوال بتائے جیسے بھولا ہوا ہو جو غیر وہ قدیم پر جمع گذر۔ ازلیا ازلی قدیمی وہ ذات جس کے وجود کی ابتدا نہ ہو۔ ابدی یا ابدی وہ ذات جس کے وجود کی انتہا نہ ہو۔

تشریح: (۱) اللہ باری ہے۔ لیس کمثلہ مشقی۔ کوئی شئی اس کے مشابہ نہیں جس کے ساتھ ہلکو جھبہ دی جا سکے۔ یہ لکی ذات صفت۔ افعال پر اعتبار سے عام ہے۔ کیونکہ وجود۔ قدرت۔ علم۔ سمع۔ رویت۔ حروف

و نزول و ملک۔ عرش پر قیام وغیرہ صفات اگرچہ بندوں میں بھی ہیں اور ذات باری تعالیٰ میں بھی مگر بندوں میں ان کی شان کے اعتبار سے اور اللہ تعالیٰ میں انکی عظیم شان کے اعتبار سے اسلئے بندوں کے افعال حتیٰ کہ ذات و صفات اللہ کی ذات و صفات اور افعال سے کسی طرح مشابہ نہیں ہیں۔ (شرح فقہ اکبر) ان میں مصنف نے ان فرق خالصہ کی تردید کی ہے جو اللہ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

(۱۰) ارشاد باری ہے۔ وَنُؤْتِيكَ عَلَىٰ النُّفُسِ الذِّیْ لَا یُسَوِّدُ (فرقان) اس زندہ رہنے والی ذات پر مگردہ کر جس کو کبھی موت نہیں آئیگی۔ کیونکہ موت مخلوق کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ تو خود خالق موت ہے۔ خالق کی صفت ہے عزلی اور اہل ہونہ۔

ارشاد باری ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ۔ (بقرہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ زندہ رہنے والا حافظ ہمیں بکریں سکو اور نگہ دورت عینہ "مستح" کے معنی اور غم اور غم کے آثار کے ہیں اور انہم "مکمل فہم" کو کہتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں موت کے مشابہ ہیں اور انکی وجہ سے زندگی میں نقص پیدا ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات بلند عوارضات سے پاک و صاف ہے۔ اور اس کی زندگی کرل حیات و رحمت ابدی کے ساتھ مصطفیٰ ہے۔ جو پورے عالم کے نظام کو تحت اور مستحکم ہوئے سپہد مگر مخلوق کی طرح تیار و کامنہ اس کے لئے مشکل ہے اور نہ ممکن کا باعث ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَلَا تَوَلَّوْا حِفْظُهُنَّ (بقرہ) نہیں تھکائی اس توان دونوں کی حفاظت۔

(۱۱) ارشاد باری ہے۔ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (زمر) اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ (مائد) یہ (مومن و غیرہ) اللہ کی مخلوق ہے۔ پس مجھے بتاؤ اسکے علاوہ کون کون کیا۔ معلوم ہوا خالق صرف اللہ کی ذات ہے۔ کوئی مخلوق خالق نہیں ہو سکتی کیونکہ پیدا کرنے کا مطلب ہے۔ شئی کو وجود دینا۔ اور وجود ہی اسے سکتا ہے جس کا وجود ذاتی ہو خدائی نہ

ہو۔ اور واللہ تعالیٰ کی ذات ہے کہ اس کا وجود ذاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے۔ اس لئے مخلوق کا پیدا کرنا اپنی کسی حاجت و ضرورت کی وجہ سے نہیں۔ یہ تو اس کی شانِ مہدیت کے متناہی ہے۔ بلکہ یہ تخلیق صرف اس کا فضل ہے۔ تاکہ بندگانِ خدا پر اس کی فیاضی۔ اور عدل و فضل کا ظہور ہو۔ اور مخلوق کی نیاز مندی اور خالق کی بے نیازی ظاہر ہو۔ ارشاد باری ہے مَا أَرْزُقُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ. وَمَا أَرْزُقُ أَنْ يُطْعَمُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِّينِ۔ (وریات) میں نہیں چاہتا ان سے روزینہ اور نہیں چاہتا کہ مجھ کو کھائیں اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا۔ زور آور۔ مضبوط۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ. وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ (اطر) اے لوگوں تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز ہے۔ رہی عبادت جس کو قرآن مجید میں تخلیق کا مقصد بتایا ہے۔ تو یہ خداوندِ تعالیٰ کی معبودیت اور بندگانِ خدا کی عہدیت ظاہر کرنے کیلئے ہے جس میں بندوں کی منفعت کا خیال رکھا گیا ہے۔ تاکہ وہ اللہ کی عبادت اور اعمالِ صالحہ کر کے اللہ کی رضا حاصل کریں اور انعام و اکرام کے مستحق بنیں۔ ارشاد باری ہے۔ مَنْ عَمِلْ فَلْيَنْتِظِرْهُ وَهُمْ أَسَاءَ فَعَمَلُهُمْ۔ جس نے نیک عمل کیا تو اپنے لئے اور جس نے برا عمل کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے۔

من نہ کروم غلط تا سو دے کم بلکہ تاہر بندگاں جو دے کم

اللہ تعالیٰ کی طاقت تمام کائنات پر عیاں ہے۔ عالم کا یہ روز افزوں نظام اس کی قدرت کا ظہور ہے کھانے والی مخلوق کی تعداد جس قدر بڑھتی ہے۔ غذا میں اور خوراک اس سے زیادہ مقدار میں پیدا کر دی جاتی ہیں۔ ہر فرد بشر اس کا بالکلین مشاہدہ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے رزق رسائی جب برابر مشکل نہیں۔ اس کو کمال قوت اور کمال قدرت حاصل ہے۔ اس کی قدرت کی شان تو یہ ہے۔ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔

(۱۲) جس طرح اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں مخلوق کا پیدا کرنا ہے۔ سو

وزندگی بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ جس کو جب چاہتا ہے موت کی نیند سلا دیتا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے جیم بھرتا ہے جس کو چاہتا ہے زندہ کر دیتا ہے۔ جب چاہتا ہے خاندان صاف کر دیتا ہے۔ جب چاہتا ہے بستیاں خالی کر دیتا ہے۔ ہر اس عمل میں نہ اس کو کسی کا خوف نہ ڈر نہ کسی کی محضرت کا اندیشہ اس لئے کہ خوف و محضرت عجز کی دلیل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کلار مطلق ہے عجز سے بالاتر ہے۔ جیسے بلا مثالہاں دیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کو سزا دینے کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ کہیں ملک میں فوٹش برپا نہ ہو جائے۔ بالکل انتہام میں ظل واقع نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ نہ کسی کوئی طاقت ہے جو سزا یا نجات بھر موتی کا انکھام لینے کیلئے اس کا بیجا کرے گی۔ اعلیٰ اللہ۔ پھر اللہ تعالیٰ مخلوق کے تمام احوال سے غریب و واقف ہے۔ اسی کے لحاظ سے اس نے عمریں مقدر فرمائی ہیں۔ جب اس کی عمر پوری ہو جاتی ہے تو فیصلہ خداوندی کے مطابق موت اس کو اپنے آغوش میں لے لیتی ہے۔ معلوم ہوا کہ موت وزندگی اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ لہذا باری ہے۔ وَلَا يَسْتَكْبِرُونَ خُوفًا وَلَا حَيَوةً وَلَا نَشْوَراً (فرکان اور نہیں مالک ہیں وہ مرنے کے اور نہ جینے کے اور نہ مٹی لٹنے کے۔ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَوةَ (ملک) اللہ عزات ہے جس نے موت و حیات کو پیدا کیا۔

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا یہ حق ہے۔ جس نے تمام مخلوقات کو بنایا کسی نعمت کے اپنے نظام کن فکون کے ذریعہ پیدا کر دیا۔ اس کے لئے دوبارہ ان پر زندگی جمع کرنا اور پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ جبکہ خود خالق کائنات فرما رہا ہے۔ وَإِنَّ الْمُسَاغَةَ آتِيَةً لَا رَيْبَ فِيهِ وَإِنَّ اللَّهَ يَنْفَعُ مَنْ فِي الْمُقْبُورِ۔ بلاشبہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں۔ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ۔ اور یہ (دوبارہ پیدا کرنا) اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ اس لئے کہ بعث نام ہے۔ اعادہ کا۔ یعنی ختمی کو اس کی پہلی حالت پر لوٹانے کا۔ لہذا باری ہے۔ كُنَّا نَنْشَأُ خَلْقَ الْبَشَرِ۔ جیسا کہ ہم نے اس کو پہلی مرتبہ پیدا

کیا۔ معلوم ہوا کہ جو ذات کسی شئی کی تخلیق پر بلا مشقت قادر ہے وہ عبادہ پر بلا مشقت بدرجہ کوئی قادر ہے ورنہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات کا ضعیف ہونا لازم آئے گا جو اس کی قدرت کاملہ کے منافی ہے۔

(ج) قرآن کریم کی اصطلاح میں اللہ صرف ذات یا صرف صفات باری کا نام نہیں ہے بلکہ ذات و صفات دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہو، لازمی ہے اس کی صفات بھی لازمی ہیں۔ یعنی مخلوق کو پیدا کرنے۔ مارنے جلانے۔ رزق دینے وغیرہ کی یہ تمام صلاحیتیں اللہ تعالیٰ میں نزل سے موجود ہیں۔ مخلوق کے پیدا کرنے کی وجہ سے اس کو خالق یا رزق دینے کی وجہ سے اس کو رزق یا موت دینے کی وجہ سے اس کو مسمیٰ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ وہ لازمی طور پر خالق و رزق ہے۔ کسی شئی کو پیدا کرنے کی وجہ سے اس کی کسی صفت میں اضافہ نہیں ہوتا ورنہ کسی شئی کو ختم کرنے کی وجہ سے اس کی کسی صفت میں کمی آتی۔ بلکہ وہ ذات کی طرح قبل الخلق و بعد الخلق۔ قدیم الصفات ہے۔ اس لئے کہ اگر مخلوق کو پیدا کرنے کی وجہ سے اس کو خالق کہا جائے تو خالق پر مخلوق کا مقدم ہونا لازم آئے گا۔ جبکہ خالق مخلوق پر مقدم ہے جس کی وجہ سے تخلیق عمل میں آتی ہے۔ اور اگر بلا خالق کسی شئی کی تخلیق عمل میں آئے۔ تو لازم آئے گا کہ ذات باری کی طرح وہ حادث نہ ہو۔ حالانکہ یہ ممکن باطل ہے۔ کما مر تفصیلاً۔ اس تفصیل سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ذات و صفات دونوں اعتبار سے لازمی و قدیم ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ کا اشیہ ممکنہ کے ساتھ ایک تعلق ہے وہ یہ کہ اگر وہ اشیہ معدوم ہیں۔ تو تعلق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انزل ہی سے ان کو چاہتا ہے۔ اور ان کے پیدا کرنے۔ حفاظت و تربیت کرنے۔ اور ان کی موت و زندگی پر محذور ہے اور اگر وہ اشیہ موجود ہیں تو تعلق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو پیدا اور پیدا کیا ہے۔ اور جب تک چاہے گا ان کو باقی رکھے گا جیسے کاتب حالت کتابت میں کاتب بالفضل ہے۔ لیکن اگر وہ کتابت نہ کرے تو پھر بھی وہ کاتب باقی ہے۔ کیونکہ کتابت کی صفت اس کے ساتھ قائم ہے۔ جب چاہے وہ کتابت کر سکتا ہے۔

(۱۴) لَسْ مِنْدُ خَلْقِ الْخَلْقِ اسْتِفَادَ اسْمِ الْخَالِقِ وَلَا بِاخْذَاتِهِ
الْبَرِيَّةِ اسْمِ الْبَارِي لَهُ مَعْنَى الرُّبُوبِيَّةِ وَلَا مَرْبُوبٌ وَمَعْنَى الْخَالِقِيَّةِ
وَلَا مَخْلُوقٌ وَكَمَا أَنَّهُ مَعْنَى الْمَوْئِي بَعْدَ مَا حَصَى اسْتَحَقَّ هَذَا
الْإِسْمَ لِقُلِّ اخْتِيَابِهِمْ كَذَلِكَ اسْتَحَقَّ اسْمُ الْخَالِقِ لِقُلِّ انْشَاءَتِهِمْ.

ترجمہ: اس نے مخلوق پیدا کرنے کے بعد اپنے لئے خالق کا نام وضع نہیں کیا اور نہ ہی مخلوق کو وجود میں لا کر باری کا نام اختیار کیا بلکہ اس کے لئے ربوبیت کی صفت اس وقت سے ہے جبکہ کوئی مرئوب (پلے والا) بھی نہیں تھا اور خالقیت کی صفت اس وقت سے ہے جبکہ کوئی مخلوق بھی نہیں تھی اور جیسا کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے کے بعد ہی (زندہ کرنے والا) کہلاتا ہے عینہ دواتا کے زندہ کرنے سے پہلے بھی اس نام کا مستحق ہے۔ اسی طرح ان کے (مخلوق) کے پیدا کرنے سے پہلے ہی خالق نام کی مستحق ہے۔

توضیح: استفادہ باب مفعول حاصل کرنا۔ احدثات باب افعال ایماں کرنا۔ پیدا کرنا۔ بریۃ۔ مخلوق جمع نہایا۔ باری خالق۔ پیدا کرنے والا مرئوب اس مفعول جس کی تربیت کیجئے۔ انشاء۔ باب افعال۔ پیدا کرنا۔

تشریح: (۱۳) قرآن کریم میں صفات باری تعالیٰ کو ماضی مطلق کے صیغہ کے ذریعہ باری تعالیٰ کی جانب منسوب کیا ہے۔ اور اس کی ذات کے لئے انھیں ثابت کیا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا. كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطًا. كَانَ اللَّهُ عَلَيْنَا قَدِيرًا. وَكَانَ اللَّهُ مُنْذِرًا. بِمَنْصُورٍ أَدْنَىٰ مِنْهَا. ان آیات سے اس جانب حاف اشارہ ہو گیا کہ یہ صفات باری تعالیٰ کے لئے قول ہی سے ثابت ہیں۔ ارشاد باری ہے. هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِي الْمُنْصَرِفُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ (احشر کو مشافہ ہے بنانے والا کمال کثرا کرتے والا۔ صورت جانچو والا) اسی کے سب نام خاصے۔ اس روکھ میں تمام صفات باری

کو ماضی حال مستقبل کسی زمانے کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ قَبْلُ الْخَلْقِ (ازل میں) بھی ان صفات کے ساتھ مشغول ہے۔ اور بعد الْخَلْقِ (ابہم) بھی۔

(۱۵) ذَلِكَ بَاقٍ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَكُلُّ شَيْءٍ إِلَيْهِ لَقِيرٌ وَكُلُّ شَيْءٍ إِلَيْهِ لَقِيرٌ
أَمْرٌ عَلَيْهِ يَسِيرٌ لَا يَخْتِاجُ إِلَى شَيْءٍ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

ترجمہ: یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور ہر چیز اس کی محتاج ہے اور ہر کام اس کے لئے آسان ہے وہ کسی شے کا محتاج نہیں۔ اس کے مشابہ کوئی چیز نہیں۔ وہ سنے اور دیکھنے والا ہے۔

تشریح: (۱۵) اس عبارت کے ذریعہ مصنف علیہ الرحمۃ کا مقصد صفات باری تعالیٰ کو لازمی ثابت کرنا اور فرق باطلہ کی تردید ہے۔ پناغی "شئ" قَدِيرٌ "میں معتزلہ کا رد ہے کہ وہ بدے کو خالق افعال کہتے ہیں۔ لیکن کَمِثْلِهِ شئ" سے مشرک کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں اور ہو السَّمِيعُ الْبَصِيرُ کے ذریعہ معطلہ کی تردید ہے جو صفات باری کا انکار کرتے ہیں۔

(۱۶) خَلَقَ الْخَلْقَ بِعِلْمِهِ (۱۷) وَقَدَّرَ لَهُمُ الْقَدَارَ (۱۸) وَضَرَبَ لَهُمُ آجَالًا (۱۹) لَمْ يَخَفْ عَلَيْهِ شَيْءٌ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهُمْ
وَعَلِمَ مَا هُمْ غَائِلُونَ قَبْلَ أَنْ يُخْلُقَهُمْ (۲۰) وَأَمْرُهُمْ بِطَاعَتِهِ وَتَهَانِهِمْ عَنْ مُعَاضَاتِهِ

ترجمہ: اس نے (اللہ تعالیٰ نے) مخلوق کو اپنے علم (دانی) سے پیدا کیا۔ (۱۷) اور ان کی تدبیریں بنائیں۔ (۱۸) اور ان (مخلوق میں ہر ایک) کا عمری وقت مقرر کیا۔ (۱۹) ان (مخلوق کو) پیدا کرنے سے پہلے اس پر کوئی چیز عمل

نہیں تھی اور وہ ان کے پیدا کرنے سے پہلے یہ جانتا تھا کہ وہ (اپنی زندگی میں) کیا کچھ کرنے والے ہیں۔ (۲۰) اس نے بندوں کو اپنی طاعت کا حکم دیا اور مقررہ سزوں کا۔

توضیح: خلق بمعنی اوجد وانشأ کبھی قدر کے معنی میں بھی آتا ہے بعلمہ حال ہونے کی بنا پر عمل نصب میں ہے۔ اِی خَلَقَهُمْ عالمًا بہم قدر باب تفصیل سے کسی چیز کا فیعلہ کرنا۔ اندازہ مقرر کرنا۔ اقدار قدر کی جمع ہے۔ معنی انہم ہرگز کا مفعول بہ ہے۔ آجال اجل کی جمع ہے۔ عمر کی مقدار مدت۔ طاعت بخوشی امر کی بجا آوری۔ معصیت بالارادہ حکم کی نافرمانی۔

تشریح: (۱۶) اللہ تعالیٰ کا حکم ازلی ہے۔ وہ اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہی جانتا ہے۔ کیونکہ تخلیق کے لئے لازم ہے کہ وہ مخلوق کے تفصیلی احوال سے واقف ہو ورنہ خود باللہ اللہ تعالیٰ کا خیال ہونا لازم آئے گا۔ جبکہ مخلوق کو جو علم و کمال حاصل ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ہی دیا ہوا عطیہ ہے۔ اسی کے ذریعہ بندے راہِ اب ہوتے ہیں تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جو دوسروں کو علم و کمال عطا کرے۔ خود اس سے خالی ہو۔ بلکہ اس کی شان تو یہ ہے کہ اس کا علم ہر چیز کو حاوی ہے، خود وہ موجود ہو یا غائب۔ ارشاد باری ہے۔ خُو عَلٰیہُمُ الْغُیْبُ وَالشَّہَادَةُ وہ غیب و حاضر کا جاننے والا ہے۔ وَجِئْنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ غَدٰی (ملہ) امار اب وہ سچ جس نے دی ہر چیز کو اس کی صورت بھر دیا بھائی۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک خاص انداز میں بنایا۔ اور جس چیز کو جن افعال کے لئے پیدا کیا اس سے وہی افعال ظاہر ہوتے ہیں۔ اعضاء کا تناسب اور فطری موزونیت کا پورا لحاظ رکھا جس کو دیکھ کر ہر انسان کہہ اٹھتا ہے۔ صُنِعَ اللّٰہُ الَّذِیْ اَتَقَنَ کُلَّ شَیْءٍ (محل) بھری گئی اللہ کی جس نے درست کیا ہر چیز کو۔ غَفِیْرًا ذٰکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ

ارشاد باری ہے۔ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَعْدُوْہٖ تَقْدِیْرًا اور مائی ہر چیز بھر نیک کیا اس کو بپ کر۔

(۱۸) اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوق فنا ہو گی۔ ان کے فنا ہونے کا ایک وقت مقرر ہے جس میں عذیمہ و تاخیر کی گنجائش نہیں رہنے والا خواہ اپنی طبعی موت مرے یا کوئی اسے قتل کرے ہر صورت میں وقت مقررہ پر موت آئے گی۔ رہا قتل قتل کی سزا ملتا تو وہ بھی کو اس کے جرم کا لازماً و در کسب کی وجہ سے دی جائے گی اس وجہ سے نہیں کہ ان نے قتل کر کے اس کو وقت سے پہلے موت کی عینہ سزا دیا بلکہ اس کی موت اس کے مقررہ وقت پر واقع ہوئی ہے۔ کوئی مخلوق اپنے وقت سے پہلے فتم نہیں ہو سکتی۔ ارشاد باری ہے۔ **اَنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (قمر) ہم نے ہر چیز بنائی پہلے** **عمر اور۔ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ** **واحسب فحسبہ۔** نہیں بنائے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور جو ان دونوں کے بیچ میں ہے۔ مگر صحیح طریقہ پر۔ اور وعدہ مقرر پر۔ قرآن کریم نے عالم کی کچھ خصوصیات چیزیں مثلاً۔ جن۔ بشر۔ ملک۔ فلک۔ وغیرہ کی مدتوں کا ذکر بھی کیا ہے۔

(۱۹) اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ غیب و حاضر کا جاننے والا ہے۔ اے کو مٹا کائن اور مٹا فیکون (ہو ہو چکا اور جو ہو گا) کا مکمل علم ہے۔ وہ ازلی و عی سے حق کے تفصیلی احوال سے باخبر ہے۔ اسلئے کہ مخلوق سے جو افعال صادر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔ ارشاد باری ہے۔ **وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَحْمِلُونَ (صافات)** اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔

ان میں ردائے اور قدر کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے ان کے احوال کا مکمل نہیں ہوتا۔

(۲۰) اللہ تعالیٰ کا انسان کو اشرف المخلوقات بنانا۔ عقل و فہم سے مالا مال کرنا۔ نسب و اختیار کی قوت عطا کرنا۔ ایک خاص مقصد کے لئے ہے وہ یہ کہ انسان آرزو نہیں ہے بلکہ وہ اطاعت و عبادت خداوندی کا تکلف ہے۔ اور احکام شرع کا پابند ہے اسی۔ اسکو باقاعدہ ایک شریعت اور طریقہ دیا گیا ہے۔ تاکہ وہ اپنے خالق کی اطاعت و عبادت کرنے اور ہر غیبت سے احتیاط و اجتناب کو زندگی کا معطلہ بنا کر رہے۔ ارشاد

ہدی ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون میں نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالنّٰفٰى (محل) بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل۔ احسان۔ قریب و دوروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور فحش و منکر اور علم و جہالت سے منع کرتا ہے۔ قرآن کریم اور ہر دواعی سے بھرا ہوا ہے۔ اور رسول اللہ کے اوامر و نواہی بھی اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی ہیں۔

(۲۱) كُلُّ شَيْءٍ يَجْرِى بِقُدْرَتِهِ وَمَشِيئَتُهُ تَفْعُلُ لَامْنِيَّةٍ لِلْعِبَادِ اِلَّا مَا شَاءَ لَهُمْ فَمَا شَاءَ لَهُمْ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَهُمْ يَكُنْ (۲۲) يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَيُعِصِمُ وَيُعَاقِبُ فَضْلًا وَيُعِزِّلُ مَنْ يَشَاءُ وَيُخْذِلُ وَيُعَاقِبُ غَضًا (۲۳) وَكُلُّهُمْ يَتَّقُوْنَ فِيْهِ مَشِيئَتِهٖ اِنَّ فَضْلِهٖ وَغَدْلِهٖ

(۲۱) ہر چیز اس کے نظام قدرت کے مطابق چلتی ہے اور (اس جہان میں) اس کی مشیت نافذ العمل ہے۔ بندوں کی کوئی مشیت نہیں ہوتی ہے مگر جو اللہ تعالیٰ ان کے لئے چاہے۔ (۲۲) وہ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے ہدایت دیتا حکمت سے کرم اور نصیحت دور کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے اپنے عدل و انصاف کی قیاد پر مگر ہو کر کرم و سوا کرم اور آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔ (۲۳) اور کرم و انصاف کی مشیت (حکومت میں) اپنی فضل و کرم اور عدل و انصاف کے درمیان (زندگی کے مختلف مسائل سے) کو دھار ہے۔

توضیح: ہدایت۔ فعل یا ترک فعل کی طاقت۔ تدبیر الٰہی۔ مشیت۔ ارادہ خواہش۔ معصم۔ بپ من حفاظت کرنا۔ تعاقب۔ بپ ملاحظہ ہے۔ صحبت دور کرنا۔ فضلا۔ فضل۔ ابتدا و احسان۔ بلا غرض۔ یعنی بے کد و چیز دینا۔ جس کا وہ اپنی مالک کے اعتبار سے مستحق نہیں۔ اور ایسی نعمتیں عطا کرنا جن کا وہ اپنی

شائنا کے لحاظ سے مستحق نہیں۔ فیصل۔ باب افعال سے مراد کرتا یہ خذل۔ باب ن
مد جموداً۔ رسوا کرتا۔ یہ تلمی۔ باب ابدال سے آزمائش کرتا۔ تضاد و عدل۔ مقول لہ
ہیں۔ ویتقلبون۔ باب محفل سے پلٹنا۔

تشریح: (۲۱) اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کے مجملہ امور کو تقدیر یعنی اپنے نظم
قدرت سے وابستہ کر دیا ہے۔ چنانچہ مومن کا ایمان۔ کافر کا کفر
فاسق کا فسق غنی کی ہمداری۔ فقیر کی فقر۔ نفع نقصان سب تقدیر الہی کے مطابق
نمودار میں آتے ہیں۔ اور جس حقوق کو جو کام سپرد کر دیا۔ وہ اسی کے لئے مقرر ہے۔
ارشاد باری ہے۔ وَالشُّبُّسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ
الْعَلِيمِ (یس) اور سورہ چلاجاتا ہے اپنے ظہر سے ہوئے رستہ پر۔ یہ سادھا ہے
زبردست و باخبر ہے۔ وَالْفُلُوكُ سَخِرَ لَهَا الْبَحْرُ بِأَمْرِ رَبِّهَا (ج) اور کشتیاں چلتی
ہیں دیکھا میں ہی کے علم سے۔

ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کی مشیت نافذ العمل ہے۔ بندہ اگر کسی چیز کے کرنے کا
ارادہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت شامل حال نہ ہو تو وہ چیز محض بندہ کے ارادہ سے وجود
میں نہیں آسکتی بلکہ اگر بندہ نے ارادہ بھی نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ اسکو موجود کرنے
کا ہے۔ تو وہ شی موجود ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے۔ وَمَا تَشَاءُ وَنَ الْاِنْ يَشَاءُ
اللَّهُ لَدَهْرٍ لَّوْر تَم نَسْ كَ مَا هُوَ مَر جُو ح ہے اللہ تعالیٰ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔
فَمَا تَشَاءُ كَانْ وَاِنْ لَمْ اَشْأْ وَمَا شِئْتَ اِنْ لَمْ تَشْأْ لَمْ تَكُنْ

معلوم ہوا مومن کا ایمان کافر کا کفر وغیرہ مخلوق کے مجملہ امور اللہ تعالیٰ کی
مشیت اور اس کے ارادہ کے ماتحت ہیں۔ البتہ کافر کا کفر وغیرہ صحیحی مراد الہی تو ہیں
مگر ان کے ساتھ رضائے الہی وابستہ نہیں۔ ارشاد باری ہے۔ لَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ
الْكُفْرَ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے کفر سے راضی نہیں۔

(۲۲) جمود عالم کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ہر تخلیق عمل حسن ہے۔ خوب
اچھی چیزوں کی تخلیق ہو یا بری چیزوں کی جس طرح طبابت اور علاج پاک چیزیں اسکی

پیدا کی ہوئی ہیں۔ اور خیر بھی کسی نعمین مخلوق بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اسی طرح ہدایت و خلافت کا خالق بھی وہی ہے کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

ختمیں ہے چتر کئی کوئی نہانے میں کوئی برا نہیں نہرت کے کار خاند میں

اس لئے اللہ تعالیٰ پر واجب اور ضروری نہیں ہے۔ کہ بندوں کیلئے وہی کام کرے جو اس کیلئے اصل اور بہتر ہو۔ بلکہ وہ اگر بندوں کو ہدایت دے۔ اور بلا اتعاقب ان کو عطا کرے۔ ان پر مزید احسان کرے۔ انکی حفاظت کرے۔ انہیں مکنا ہوں ہے محفوظ رکھے۔ تو یہ محض اس کا فضل و کرم ہے۔ اور اگر وہ کسی کو گمراہ کر دے تو یہ اس کا عین عدل و انصاف ہے۔ ایشا ہادی ہے۔ فَتَنْ لُّيُودُ اللّٰهُ اَنْ يُهْدِيَهُ فَنُشْرَحَ صُدْرَهُ لِّلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُدْرِ اَنْ يُضِلَّهُ فَنَجْعَلْ صُدْرَهُ ضَيِّقًا خَرَجًا كَاُنَّا نَضَعُ فِي الْمُنَافِ (انعام) سو جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے۔ تو اس کا سیدہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کا سیدہ نہایت تنگ کر دیتا ہے۔ گویا دھڑور سے چڑھتا ہے آٹانہ۔

راکھرو نقش و طیرا پر سزا سو موافقہ تو وہ بندے کے کسب و اختیار پر ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کسب و اختیار دے کر ایک ایسے اعمال کرنے اور برے اعمال سے رکنے کا کتبہ عطا ہے۔ اسی لئے وہ اعمال صالحہ کی صورت میں انعام و اکرام سے نوازتا ہے جو اس کا فضل ہے اور اعمالِ حقہ کی صورت میں موافقہ فرماتا ہے جو اس کا عدل ہے۔ ایشا ہادی ہے۔ وَمَا اَصْنَعُكُمْ مِنْ مَّصْنُوعَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَفْئِدَتُكُمْ وَيَغْفُو عَنْ كَذِبِهِ (شوریٰ) اور جہیں جو صحبت لاحق ہوتی ہے۔ سو تمہارے ہاتھوں کی کھلی کی وجہ سے۔ اور وہ بہت سے گنہگار کر دیتا ہے۔ (اپنے فعل سے)

(۲۳) تمام کائنات اللہ کی مخلوق اور اس کی بھاری ہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت واجب حق ہے۔ جس کی بجا آوری واجب العمل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس اطاعت و عبادت پر اجماع و ثواب عطا نہ کرے تو یہ اس کا عدل ہے۔ کیونکہ مخلوق مہارت کی وجہ سے اجماع و ثواب کی مستحق نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اس کی بواجبکی واجب ہو۔ لیکن اگر اللہ

تعالیٰ بندوں کی محبت و قیر سے راضی ہو کر انہیں اجر و ثواب اور انعام و اکرام عطا فرمادے تو یہ اس کا فضل ہے۔ کہ بلا استحقاق یہ انعام حاصل ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی انسان اعمال صالحہ کی بنیاد پر جنت کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے گا اپنے فضل سے جنت میں داخل کرے گا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا مستحق اعمال صالحہ کرنے والا مومن ہی ہو گا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ اعمالِ سیئہ کرنے والے کو سزا دے وہ سزا کر دے۔ تو یہ اس کا بڑا فضل ہے۔ کیونکہ وہ معافی کا مستحق نہیں تھا۔ اور اگر وہ اس کو جہنم کی بقدر سزا دے تو یہ اس کا عدل ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمہ ہے۔ کہ عیبوں پر فضل کی بارش کرتا ہے۔ اور ایک نیک کارِ کمالی گناہوں سے بچتا ہے۔ اور برائیوں پر یا تو عفو و درگزر کا پرہیز کرتا ہے یا نظامِ عدل کا مظاہرہ کرتا ہے۔ کہ جہنم کی بقدر سزا دیتا ہے۔ اور کائنات کا سارا نظام اسی فضل و عدل کے درمیان چل رہا ہے۔

وَمَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَثْمَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلُهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (انعام) جو کوئی لایا ہے ایک نیک تو اس کے لئے اس کا دس گنا ہے۔ اور جو کوئی لایا ہے ایک برائی سو چار پائے گا اسی کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہو گا۔ فَالْثَنَّةُ فَضْلٌ وَالْمُصِيفَةُ عَذْلٌ۔

(۲۴) لَا رَأْفَ لِقَضَائِهِ وَلَا مَعْقَبَ لِحُكْمِهِ وَلَا غَالِبَ لِأَمْرِهِ

(۲۵) وَهُوَ مُتَعَالٍ عَنِ الْأَضْدَادِ وَالْأَنْدَادِ (۲۶) آمَنَّا بِذَلِكَ

كَلِمَةً وَأَيْقَنَّا أَنَّ كَلَامَ بَنِي عَدْنِهِ

ترجمہ: (۲۴) اسکی قضاء و قدر کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور اس کے حکم کا کوئی تعاقب نہیں کر سکتا اور اس کے فیصلوں پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ (۲۵) وہ ذاتِ ہمسروں اور شریکوں سے بالاتر ہے۔ (۲۶) ہم مکمل اس پر ایمان رکھتے ہیں اور کامل یقین رکھتے ہیں کہ ہر چیز اسی کی طرف سے ہوتی ہے۔

توضیح: رَأْفَ باب (۲۴) ہے اسم فاعل لَوَاعِدَ۔ مَعْقَبَ باب (۲۵) ہے اسم فاعل لَوَاعِدَ۔

قائل چکا کرتے والا۔ اعتقاد خدا کی حق ہے۔ مقابل۔ ہمسر۔ اعتقاد یہ کی حق ہے۔ شریک۔ کلاً توحید مخالف الہ کے عوض میں ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔ کُلُّ تَكَاثُرٍ مُّخَالِفٌ مِنْ جَنْبِ اللَّهِ۔ یعنی ہر محبت کا جو خود تصور میں جاسا ہے۔

تفسیر: (۲۴) اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور سب پر غالب ہے۔ اور سب اس کے سامنے عاجز ہیں اس لئے اس کے فیصلہ پر نہ کوئی غالب آسکتا۔ اس کا کوئی تعاقب کر سکتا نہ اس کو کوئی ہل سکتا۔ شاد باری ہے۔ وَإِنْ فَتَنَّاكَ مِنَ الْغُيُوبِ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِيدْ بِكَ بَعْضٌ فَلَا زِلَافَ لِفَضْلِهِ (یونس) اور اگر پہچانے تجھے کوئی کچھ تکلیف تو اس کے سوا اس کو کوئی ہل نہیں سکتا۔ اور اگر پہچانے تجھے کو کوئی ہل نہیں تو اس کے فضل کو کوئی ہل نہیں سکتا۔ فَاللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُشَاءُ لَا مُقَبِّلَ لِمُعْتَمِدِهِ (سج) اور اللہ یہ کرنا ہے اس کے فیصلہ کا کوئی تعاقب نہیں کر سکتا۔ وَاللَّهُ خَالِقُ عَلِيِّ أَمْرِهِ (سج) اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے۔ (۲۵) اللہ تعالیٰ بدوں اور ان کے افعال کا خالق ہے۔ اور تمام چیزوں کا مالک ہے۔ یہ صفت کسی اور میں نہیں ہے۔ لہذا اس کا کوئی مقابلہ شریک اور ہمسر بھی نہیں ہے۔ شاد باری ہے۔ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَلَمْ يَلِدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ ایک ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْتَادًا (قرن) اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرو۔ خَلْقَ مِنْ شَرِّ كَأَنْتُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنَ الْمَكْرَمِ مِنْ شَرِّ مَنَاجِنَ وَفَعَالِي غَنَّا بِخَيْرِ كُنْ (روم) کیا تمہارے شریک میں کوئی مان میں سے کچھ جاسکتا ہے۔ اس کی اصلاح ہے ان سے جن کو وہ شریک کہتے ہیں۔

اس میں معجزہ کار و مقبوض ہے۔ جو ہر وہی کو افعال کا خالق بناتے ہیں۔ جبکہ اس میں وہ کریم بھی آتی ہیں (۱) شریک لازم آجئے (۲) اللہ کا مقابلہ ہر لازم ہے کہ وہ بخیر و شر افعال کا خالق ہو گا۔ اور اس کو کہہ گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وہی کے نہ کرنے کا بد کا تو یہ و کافل اور خود ادنیٰ کے بغیر و جو ایسی آجگاہ جس سے اللہ کا مقابلہ

ہونا لازم آئے گا حالانکہ ذلت خداوندی، شرک و مقابلہ دونوں سے بالاتر ہے۔
 (۲۶) کل ایمان پر واجب ہے کہ شریعت میں حکم سے متعلق جہاد میں ایمان کی کئی
 ہیں مثلاً یہ کہ سب امور فقہی الہی سے وابستہ۔ اور انکی مشیت کے ماتحت ہیں۔ لہٰذا تمام
 باتوں پر ایمان لائے۔ اور پختہ اعتقاد رکھے کہ یہ سب منجانب اللہ ہے۔

(۲۷) وَأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدُ اللَّهِ الْمُصْطَفَى
 وَنَبِيُّ الْمُنْتَهَى وَرَسُولُهُ الْمُرْتَضَى (۲۸) وَأَنَّهُ خَاتِمُ النَّبِيِّينَ
 وَآخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَنَبِيُّ الْمُرْسَلِينَ وَحَبِيبُ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۲۹)
 وَكُلُّ ذَهَبَةٍ تَبْرَأُ بَعْدَ تَبْوِيهِ فُلَانٍ وَهَوَىٰ.

ترجمہ: (۲۷) اور چاہے محمد ﷺ اللہ کے برگزیدہ بندے۔ منتخب نبی۔ اور
 پسندیدہ رسول ہیں۔ (۲۸) اور آپ خاتم الانبیاء منتخبوں کے پیشوا۔
 تمام رسولوں کے سردار۔ اور حبیب رب العالمین ہیں۔ (۲۹) آپ کی نبوت کے بعد
 نبوت کا رد دعویٰ کر ہی نہیں سکتی (جہاں تک ہے۔)

توضیح: ان آیتوں کے کسرہ کے ساتھ ان اللہ وأحد النبی پر حلف ہے۔
 محققوں کا مشورہ ہے۔ محمد قرآن مجید میں آپ کے دو نام بیان کئے
 گئے ہیں (۱) محمد (۲) احمد۔ آمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَیْكَ مِنْهُ (مصدق) وَمِنْ بَشَرًا
 بِرَسُولِهِ فَإِنَّ مِنْ بَشَرٍ اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ (صنف) عبد اللہ بن عبد اللہ انسان میں
 عبد معنی سے کمال پیدا ہوتا ہے۔ اسی کے لئے انسان کو پیدا کیا۔ مہدی اللہ تعالیٰ کو
 سب سے پسند ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو محمد صبار
 فرمایا۔ مُحَمَّدَانِ الَّذِیْ اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ پاک ہے وہ ذات جو راتوں رات لے
 گیا ہے۔ بعد (محمد) کو۔ (نبی اسرائیل) مصطفیٰ۔ منتخبی۔ مرتضیٰ باب فلاح سے اسم
 مشرول۔ قریب اسمعی ہیں۔ برگزیدہ۔ منتخب۔ پسندیدہ۔ اقصیاء۔ قلی کی جگہ ہے۔
 نکل۔ پر ہیزگار۔

تشریح:

(۲۷) بندہ اللہ کی طرف سے عبادت کا مکتبہ ہے۔ اور عبادت کا پندرہ طریقہ احکام الہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے احکام کے بارے میں لہر و افرواہر کس و کس سے کہے۔ یہ بھی خلاف حکمت تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایسے افراد منتخب فرمائے جن کو معلوم اللہ تعالیٰ کا طریقہ اور ان میں احکام الہی کی تخلیق کا جذبہ و شوق پیدا فرمایا۔ اور روحانی طور و بصیرت بھی عطا فرمائی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ سے اور عالم لاہوت سے ان کا تعلق وسیع ہو۔ اور علوم الہی سے اکتساب فیض میں رکاوٹ نہ آئے۔ اور ظاہری طور پر انسانوں کی طرح جسم و بدن بھی عطا فرمایا۔ تاکہ بندوں تک احکام الہی کی تخلیق ہو سکے۔ گویا کہ یہ انبیاء کرام اللہ اور بندوں کے درمیان ایک واسطہ ہیں۔ تاکہ اپنے فطری احوال کے ذریعہ عالم لاہوت سے استفادہ کر سکیں۔ اور احوال ظاہری کے ذریعہ۔ بندوں کو فیض پہنچا سکیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ اللہ کی طرف سے نبوت و رسالت کے لئے منتخب ہیں۔ نبوت و رسالت کسی و اجباری چیز نہیں کہ بندہ حکمت و صلاحت کے ذریعہ اسے حاصل کرے بلکہ یہ دین ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ فرشتہ باری ہے مخلص و رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم النبیین و رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں کہ اپنی رسالت کس کو عطا فرمائی۔

(۲۸) آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے جاری یہ سلسلہ نبوت آپ کی ذات اللہ میں پر عمل کر دیا گیا۔ آپ کی نبوت و شریعت و حق و نیک کے لئے کامل و مکمل کافی و شافی ہے۔ اصلاح امت کے لئے۔ اب کسی نبی یا شریعت کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اہل انبیا کی وہی کمزوری دور کرنے کے لئے ملاح امت اور ہر دین میں سے کام لیا جائیگا۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِکُمْ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَ تَقِیْمُکُمْ وَ تَقِیْمُکُمْ عَلٰی دِیْنِکُمْ وَ تَقِیْمُکُمْ لَکُمْ الْاِسْلَامَ دِیْنُکُمْ اے تمہارے لئے تمہارے دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت (سلسلہ نبوت) تم پر ہم کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پہنچا دیا۔

آپ کے خاتم النبیین ہونے کے دلائل بکثرت ہیں۔ جو ہر قرات کو پہنچی ہوئی ہیں۔ (۱) مَا كُنَّا مِنْكُمْ لَنَا اَخَذَ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رُسُلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ (احزاب) محمد تم مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (۲) آپ مخلوق میں علم و کمال اور عمل و اخلاق و مرتبہ میں سب سے اول بھی ہیں۔ اور اعلیٰ بھی۔ (۳) آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ اور آپ کی ذات اطہر تمام کمالات نبوت و انسانیت کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے کہ انسانیت کے تمام کمالات نبوت میں مجتمع ہوتے ہیں اور نبوت کے سارے کمالات ختم نبوت میں پنہاں ہیں اس لئے جو خاتم النبیین ہو گا اس میں اولین و آخرین کے سب کمالات جمع ہو گئے چنانچہ آپ -

حسن یوسف دمیشقی مدیضادری آنچہ خواباں ہر دادر قر قبادری
کا صدق اتم ہیں۔ (۴) آپ کے جسم اطہر پر بھی ختم نبوت کی مہر ثبت تھی۔
(۵) تمام انبیاء کی آپ نے صامت فرمائی۔ اور تمام انبیاء اور رسولوں سے آپ پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا وعدہ لیا گیا۔ اور ہر نبی نے اپنی امت کو اس کی تبلیغ فرمائی۔ اور اللہ باری ہے۔ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتَقُولُنَّ يَٰۤاِنَّ اٰتٰنَا وَنِعْمَتُنَا عَلٰىكَ اَكْبَرُ اَمَّا اَنْتَ فَاَنْتَ تَكْفُرُ (آل عمران) پھر آئے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا ہے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے لوہا کی عود کر دے۔ (۶) اِنَّهُمْ يَكْتُمُونَ فِىْ اَمْشِقٰى فَلَا يُؤْتُوْنَ كَلٰٓمًا وَّلٰكِنْ كَلٰٓمُهُمْ يَرْغَمُ اِنَّهٗ نَبِیُّ وَاِنَّا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (حدیث) میری امت میں تمہیں کذاب ہو گئے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا جبکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ وَخَتَمَ بِیْ الرُّسُلِ (حدیث) محمد پر سلسلہ رسالت ختم کر دیا گیا۔

لہذا اسرار میں آپ نے تمام انبیاء کی صامت فرمائی۔ اور ہر نبی سچے ہوئے ہے۔ کیونکہ تقریبی نبوت کے آثار میں سے ہیں۔ اس لئے جس طرح آپ لام الانبیاء ہیں لام الاتقیاء بھی ہیں۔ دوسرے آپ ہادی امت بن کر مہوٹ ہوئے ہیں آپ کے بعد

جو بھی نیک و متقی ہے گا آپ کی عبادت کی وجہ سے جتنے گا۔ اس لئے آپ امام الاتقیاء ہیں۔

حدیث میں ہے۔ اَنَا سَيِّدٌ وَلَدْتُ آدَمَ وَلَا فَخْرَ (ترمذی) میں مولانا آدم کا سردار ہوں اور کوئی فخر کی بات نہیں۔ اس میں آپ کی سرداری جمہول رسل تمام انسانوں پر واضح طور پر ثابت ہے۔ اس حدیث میں آگے چل کر قیامت کے دن کی قہر اس لئے ہے۔ کہ اس دن آپ کی سرداری کا مکمل ظہور ہو لیکن و آخر میں سب کے سامنے ہو گا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو معنی اللہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی اللہ یا کلیم اللہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ظلیل اللہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ۔ مسیح اللہ۔ کے مبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کو کو ظلیل اللہ بھی کہا گیا (کمانی المسلم) اور حبیب اللہ بھی۔ اِنَّ الْمَلٰٓئِئَةَ اتَّخَذُوْا مِنْ خَلْقِہٖۤا کَمَا اتَّخَذَ اٰدَمُ مِنْ خَلْقِہٖۤا (حدیث) بلاشبہ اللہ نے مجھے ظلیل علیا جیسے ابراہیم کو ظلیل بنایا۔ اَلَا وَاَنَا خَبِیْبُ الْمَلٰٓئِئَةِ وَلَا فَخْرَ (ترمذی) خیر دار میں اللہ کا حبیب ہوں اور کوئی فخر کی بات نہیں یہ علت دونوں کے لئے ہے۔ جبکہ محبت خیر کے لئے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ، محسنین، صابرین و غیرہ محبوبین کی القام لہ اللہ نے ان سے اسباب محبت کو جگہ جگہ بیان فرمایا ہے۔ لیکن چونکہ یہ تمام کمالات محبوبیت ختم نبوت میں جمع ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور چونکہ یہ مقام محبوبیت امت کے جن افراد کو حاصل ہوا وہ آپ کے اچلے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے اس لئے آپ حبیب المصلوبین بھی ہیں۔

نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہو جانے کے بعد اگر کوئی دعویٰ نبوت پیش کرے تو وہ گمراہ و جاہل کا فرقہ زندقہ۔ مرتد اور واجب القتل ہے۔ اس کی کوئی دلیل ہ معتبر نہیں اس کا دعویٰ حشر ہو گا جو سلسلہ کذاب و غیرہ کا ہو اسی طرح جو شخص ختم نبوت کے بعد سابقہ نبوتوں کو بانی مانا ہو۔ تو وہ بھی مقررہ حد تک باطل اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔ کیونکہ یہ آیت قرآنی اور حکم منصوص کا انکار ہے۔ جو کفر ہے۔ ختم نبوت کا مستثنایہ ہے کہ ساتھ شریعتیں منسوخ ہیں۔ مگر وہ حصہ جس کو کتاب و سنت میں باقی رکھا گیا ہے۔

اسی لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا لَمَّا وَسَّعَ إِلَّا
إِنْفَاجًا جَسَدًا (حدیث) اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیٹھ کے سوا چارہ نہ تھا۔

(۳۰) وَهُوَ الْمَبْعُوثُ إِلَى غَائِبَةِ الْجَنِّ وَكَافَّةِ الْوَدَى بِالْحَقِّ
وَالْهَدَى وَالشُّورِ وَالضَّبَا (۳۱) وَإِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامَ اللَّهِ تَعَالَى
بِمَنْ بَدَأَ بِهَا كَوْنِيَّةً قَوْلًا وَأَنْزَلَهُ عَلَى نَبِيٍّ وَحِيًّا وَصَدَّقَهُ
الْمُؤْمِنُونَ عَلَى ذَلِكَ حَقًّا وَآمَنُوا أَنَّ كَلَامَ اللَّهِ تَعَالَى بِالْحَقِيقَةِ
وَلَيْسَ بِمَخْلُوقٍ كَكَلَامِ الْبَرِيَّةِ لَمَنْ سَمِعَهُ فَرَعَمَ أَنَّ كَلَامَ الْبَشَرِ
فَقَدْ كَفَرَ وَلَقَدْ دَعَا اللَّهُ تَعَالَى وَعَابَهُ وَأَوْعَدَهُ عَذَابَهُ حَيْثُ قَالَ
مَنْ أَصْلَحِيهِ سَقَرًا فَلَمَّا أَوْعَدَ اللَّهُ تَعَالَى بِسَقَرٍ لِمَنْ قَالَ إِنَّ هَذَا إِلَّا
قَوْلُ الْبَشَرِ عَلِمْنَا أَنَّ قَوْلَ خَالِقِ الْبَشَرِ لَا يَنْفُجُهُ قَوْلُ الْبَشَرِ

ترجمہ: (۳۰) اور آپ ﷺ تمام جن و انس اور پوری کائنات کی طرف حق
و صداقت، رشد و ہدایت اور نور و فیض کے ساتھ مبعوث کرے گئے
ہیں۔ (۳۱) اور بلاشبہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کتاب سے بغیر کسی کیفیت
کے اللہ تعالیٰ کی بات کا اعہدہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی ﷺ پر وحی
کی صورت میں نازل فرمایا۔ مؤمنین نے حق سمجھتے ہوئے اس کی تصدیق کی اور وہ اس
بات پر یقین لے آئے کہ یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یہ انسانوں کے کلام کی
طرح مخلوق نہیں ہے۔ پس جس نے اس کو سکر یہ یقین کیا کہ یہ کسی انسان کا کلام ہے تو
اس نے کفر کا مرتکب کیا اور اللہ تعالیٰ نے ایسے انسان کی مذمت کی ہے۔ اور اس کو عذاب
کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اس کو جہنم کی وعید سنائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا: مَنْ أَصْلَحِيهِ سَقَرًا۔ میں اس کو عذاب جہنم میں داخل کروں گا تو جب اللہ نے
اس شخص کو عذاب کی دھمکی دی ہے جس نے کہا کہ یہ انسان کا کلام ہے تو ہم نے اس
حقیقت کا یقین کر لیا کہ یہ خالق بشر کا کلام ہے۔ اور یہ کلام بشر کے مشابہ نہیں ہے۔

توضیح:

بالحق والقدی۔ یہ دینا و شریعت کے امتداد ہیں۔ شرع عقیدہ الخلد یہ معلوم عرب میں وہاں نور والضمیاء کا اضافہ بھی ہے۔ پس ضیاء میں نور سے زیادہ کمال روشنی ہے۔ اور شاد باری ہے۔ هو الذي جعل الشمس ضياءً والنور نورا۔ نور کا ضلعی قرعے اور ضیاء کا تعلق سورج سے ہے اور سورج کی روشنی قرعے کی روشنی سے زیادہ ہوتی ہے۔ وحی۔ عظیم الہام کردہ چیز۔ انبیاء پر نازل ہونے والا پیغام۔

تشریح:

(۳۰) آپ کی بعثت سے پہلے انبیاء کرام کو خاص شعلوں اور علاقوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا جاتا تھا۔ چونکہ یہ سلسلہ نبوت آپ پر مکمل کر دیا گیا۔ اب آپ کے بعد کوئی نبی اور کوئی دینی نہیں آئے گا۔ اسلئے آپ کو آخری اور پروری دنیا کا نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ کی نبوت کسی خطہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ پوری دنیا کے جنات اور انسانوں کے لئے ہے۔ يا قَوْمُ خُذُوا زِينَتَكُمْ اور يا قَوْمُ خُذُوا زِينَتَكُمْ کے بارے میں ہے کہ ہمارا تو م اللہ کے بلائے واسلے کو اور اس پر یقین رکھو۔ فَقَالُوا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الْهُدَى فَاَمَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرَكَ بِهِ رَبَّنَا اخذاً (جن) جنوں نے کہہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو نیک رو بھاتا ہے۔ سو ہم اس پر یقین لائے اور ہم اپنے رب کا کسی کو پرگز شریک نہیں تائیں گے۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جو تمہارا (امرا) ہے۔ تم کہہ دیجئے کہ میں تم سب (لوگوں) کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (اس) نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر سب لوگوں کو خوشی اور ڈرسانے کے واسطے۔ فَضَلَّكَ عَلَى الْآثِقَاءِ بِسَبِّحْتَ وَمِنْهَا إِنِّي فَزَّلْتُكَ إِلَى الْخَلْقِ کافہ و ختم بین النبیین (مسلم شریف) ایسے انبیاء پر ہر وجہ سے اعلیٰت دی گئی ہے۔ ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ مجھے تمام مخلوق کی طرف سے بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (جس طرح آپ خاتم النبیین ہیں۔ خاتمہ ہر نسل بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا ختم بین الرسل)

(۲۴) قرآن کریم کلام الہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کلام بھی ہے پس اللہ تعالیٰ کلام ہے۔ مگر وہ ہمدی طرح صمد اور زبان سے تکلم نہیں کر جملات کی طرح اس کی جملہ صفات بھی بے مثال و بے کیف ہیں۔ کم و کیف اجسام کے خواص میں سے ہیں جن سے اللہ کی ذات حصر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے تکلم کی کیفیت کیا ہے۔ ہم اس سے واقف نہیں۔ نہ ہم اسے جان سکتے ہیں وہ اپنی شایان شان تکلم کرتا ہے۔ شیخ فرید الدین نے کہا ہے کہ قول اور الفہم نے آواز نہ دی۔ مگر شہاد دی ہے۔ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا (نہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا۔)

مترجم کہتے ہیں کہ قرآن کریم کا ظہور من جانب اللہ نہیں ہوا ہے۔ بلکہ قرآن کریم کو کلام اللہ برحق تشریف کہا گیا ہے۔ جیسے بیت علیہ السلام ہو اللہ۔ مصحف علیہ الرحمہ نے ہدایہ کے ذریعہ اس کی تردید کی ہے اسی طرح مترجم کہتے ہیں کہ قرآن جبریل کے قلب پر جبریل کے خود پر دہ دہ ہوا۔ مگر جبریل نے اس کو اپنی زبان سے تعبیر کیا۔ تو ان کے ذریعہ اس کی تردید کی ہے۔ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا تکلم چھپتا ہے۔ بھرا نہیں ہے۔ و شد ہدی ہے۔ تِلْكَ آيَاتُ نَزَّلْنَاهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (حرام) یہ آیت ہیں ہم عبادت کرتے ہیں تم پر اگلی حق۔ فَانَا فَرَأَانَا فَاتَّبِعْ قَوْلَنَا (قیام) پس جب ہم پڑھنے لگیں (فرشتے کی ذہنی) تو ساتھ رہا سیکے پڑھنے کے۔

کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ انحضرت ﷺ کے قلب پر قرآن کریم برادر است جزل کیا گیا ہے۔ یہ ایک مرتب حقیقت کا اظہار ہے۔ مصحف نے دیا کہ کہ اس کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن کریم اللہ کی طرف سے وحی کے طور پر نازل ہوا۔ وہ صمد و حواس اور تخیلات سے پیدا نہیں ہوا۔ العباد باللہ۔ و شد ہادی ہے۔ وَتُوحِي إِلَيْنَا هَذَا الْقُرْآنَ (انہم) اور میری جانب اس قرآن کو وحی کی گئی۔ اَتْلُوْهُ حَتَّىٰ تُبَيِّنَ لَهُنَّ اَلْآيَاتِ الَّتِي يَكُنَّ لِهِنَّ (تجوید) پڑھنا جو وحی کی گئی میری جانب کتاب۔

مترجم کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے۔ مصحف نے لہجہ سے مخلوق کہہ کر اس کی تردید کی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اللہ کا کلام اور اس کی ذات کی طرح اس کی

قرآن کریم کلام الہی ہے کیونکہ قرآن کا فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہوتا اس کا متعدد مقامات پر اپنا شکل لانے کا شلیح کرنا۔ اور دنیا کے بڑے بڑے فصحاء و بلغاء کا اس کا شکل بلکہ ایک آیت کا شکل لانے سے عاجز رہنا۔ اور کلام الہی کا انکار کرنے والوں کو عذاب کی دھمکی سنانا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کلام بشر نہیں کلام الہی ہے۔ خود باری تعالیٰ نے اس کو اپنا کلام فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ **وَاِنْ اَخَذْنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتِجَارَةً فَاَجْرُهُمْ فَسَوْفَ يَكْلَامُنَا بَلَاءٌ** (آیہ) اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص سے پناہ لے تو اس کو پناہ دیرے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام من لے پھر اس کو اس کی جگہ پہنچادے۔ اس لئے اگر کوئی شخص قرآن کریم کو بشر کا کلام کہتا ہے تو وہ کافر ہے۔

(۳۲) وَمَنْ وَصَفَ اللّٰهَ تَعَالٰی بِمَعْنٰی مِنَ مَعَانِی الْبَشَرِ فَقَدْ كَفَرَ
فَمَنْ اَبْصَرَ هَذَا فَقَدْ اخْتَارَ. وَهَنْ مَثَلِ قَوْلِ الْكُفَّارِ اِنْ اَوْجَرَ وَعَلِمَ اَنَّ
اللّٰهَ تَعَالٰی بِمَعْنٰیہِ لَيْسَ كَالْبَشَرِ. (۳۳) وَالرُّؤْيَا حَقٌّ لَا قَوْلَ
النَّجْثِ بِغَيْرِ اِحْاطَةٍ وَلَا تَكْفِیْفٍ كَمَا نَقَلَ بِهٖ كِتَابَ رَبَّنَا. وَجُودَ
يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاطِرَةٌ.

ترجمہ: (۳۲) اور جس نے اللہ تعالیٰ کو انسان کی کسی صفات کے ساتھ
وصف کیا۔ تو وہ کافر ہے۔ پس جس نے اس کو بصیرت کی نگاہوں سے
دیکھا اس نے عبرت حاصل کی اور کفار کی طرح کہنے (ان کے اقوال و نعرات) سے رک
گیا۔ اور وہ اس حقیقت کو جان گیا۔ کہ اللہ کی صفات انسان کی صفات سے مشابہت نہیں
رکھتی ہیں۔ (۳۳) اصل جنت کا اپنے پروردگار کو دیکھنا حق ہے لیکن یہ رویت بغیر کسی
احاطہ اور کیفیت کے ہوگی۔ جیسا کہ اس پر ہمارے رب کی کتاب (قرآن) کا مطلق ہے۔
وَجُودَ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاطِرَةٌ۔ بہت سے چہرے اس روز تو تازہ
ہو گئے اپنے رب کو دیکھنے ہو گئے۔

اللہ کی ذات کے بارے میں کیا مطالبہ جائز ہے کیا ناجائز۔

لیکن اس امکان کے باوجود اس دنیا میں اللہ کی زیارت اور اس کی ذات کا مشاہدہ کسی کو بھی نہیں ہو گا کیونکہ انسان اور اس کی نظر میں اتنی قوت نہیں جو اس طرح کی رویت کو برداشت کر سکے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے فرمایا لَنْ تَرَانِي تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ چنانچہ قرآن کریم میں مراد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نکل فرمایا تو موسیٰ تاب نہ لاسکے اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

البتہ آخرت میں مومنین کو حق تعالیٰ کا دیدار اور اس کی زیارت ہونا صحیح اور قوی احادیث سے ثابت ہے۔ خود قرآن کریم کی آیت متین میں موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ ایک رات چاند کی چاندنی میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام کا مجمع تھا آپ ﷺ نے چاند کی طرف نظر فرمائی اور پھر فرمایا (آخرت میں) تم اپنے رب کو اسی طرح عیاں دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ جو اس کی مجلس ہے۔ کہ آخرت میں انسان اور اس کی نظر میں قوت پیدا کر دی جائے گی جس کی وجہ سے رویت و زیارت ہو سکے گی۔ اور انسان اور اس کی نظر رویت باری کا تحمل کر لے گی۔ مگر انسان کی نگاہ اسکی ذات کا عاقل نہیں کر سکے گی کیونکہ اس کی ذات غیر محدود اور انسان کی نظر محدود ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو جو شب معراج میں زیارت ہوئی وہ بھی در حقیقت عالم آخرت ہی کی زیارت ہے جیسا کہ شیخ محمد بن عبد بن عربی نے فرمایا کہ دنیا صرف اس جہان کا نام ہے جو آسمانوں کے اندر محصور ہے۔ آسمانوں سے اوپر آخرت کا مقام ہے۔ وہاں پہنچ کر جو زیارت ہوئی اس کو دنیا کی زیارت نہیں کہا جاسکتا۔

البتہ کفار و منکرین اس روز بھی سزا کے طور پر حق تعالیٰ کی رویت اور زیارت سے شرف نہ ہونگے۔ ارشاد باری ہے۔ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يُوْثِقُوْنَ یعنی کفار اس روز اپنے رب کی زیارت سے محروم ہونگے۔

اس میں سترہ کا رد ہے، جو کہتے ہیں کہ رویت کیلئے یہ شرط ہے کہ مرنے کی کسی مکان اور کسی جہت میں ہو۔ اور رانی کے مقابل اس طور پر ہو کہ نہ بالکل قریب ہو نہ

بہت دور اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ سب شرطیں مفقود ہیں اس لئے روایت محال ہے۔ لیکن یہ بات دو وجہ سے حلیم نہیں۔ (۱) ہم رات دن بہت سی چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں جو نہایت قریب ہوتی ہیں اور بہت سی ایسی چیزیں کا دیدار کرتے ہیں جو نہایت دور ہیں۔ جیسے بالکل قریب رکھی ہوئی چیز آسمان سورج چاند ستارے وغیرہ۔ (۲) روایت کے یہ اسباب عادیہ ہیں۔ یعنی ان اسباب کے بعد اللہ تعالیٰ رویت کو پیدا فرمادیتا ہے۔ لیکن رویت ان اسباب پر موقوف نہیں وہ ان اسباب کے بغیر بھی رویت پیدا کر سکتا ہے۔ جیسا کہ نبی اکرمؐ جس طرح ماسنے سے دیکھ لیا کرتے تھے بچے کی جانب سے بھی دیکھ لیا کرتے تھے۔

(۳۴) وَتَفْسِيرُهُ عَلَى مَا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى وَحَلِيقَهُ وَكُلُّ مَا جَاءَ فِي ذَلِكَ مِنَ الْخَبَرِ الصَّحِيحِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَعْنَاهُ عَلَى مَا أَرَادَ وَلَا تَدْخُلُ فِي ذَلِكَ مَتَأَوِّلِينَ بِأَرَائِنَا وَلَا مُتَوَهِّمِينَ بِأَهْوَانِنَا فَإِنَّهُ مَا سَلِمَ فِي دِينِهِ إِلَّا مَنْ سَلِمَ لِلَّهِ عِزًّا وَجَلًّا وَلِرَسُولِهِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَزَا عِلْمَ اِشْتِهَائِهِ إِلَى عَالِيهِ.

ترجمہ: اور اس (آیت مذکورہ) کی تفسیر وہی قائل قبول ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی منہم دور علم کے مطابق ہوگی۔ اور ہر وہ حدیث صحیح مستبرہ ہوگی جو اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے۔ پس وہ ایسے ہی ہے جیسے آپؐ نے فرمایا۔ اور اس کے وہی معنی ہیں جو آپؐ کی مراد ہے۔ اور ہم اس کی تفسیر ہم اپنی رائے کی تائید میں حدیثی ثر واثبات کے قیاس کو فوقیت نہیں دیں گے۔ (اس لئے کہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی اپنے دین میں محفوظ نہیں مگر وہی شخص جو اپنے آپ کو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے پیروں کے گرد جس مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جائے اس کی وضاحت کے لئے کسی عالم کی طرف رجوع کرے۔

توضیح

تفسیر: باب تکمل۔ وضاحت کرتا۔ پردہ ہٹاتا۔ متنازلین باب تکمل سے اسم قائل کلام کی تفسیر کرنے والا۔ تفسیر و تاویل میں فرق یہ ہے کہ تفسیر کے معنی ہیں مراد خداوندی کو واضح کرنا۔ اور اس کیلئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ اول یہ کہ لفظ کے حقیقی معنی مراد لئے جائیں یا مجاز متعارف اس سے خروج نہ ہو۔ دوم اس معنی کو شاید ان وحی (حضرات صحابہ) کے قول سے مسجد کرنا سوم نبیوں شریفہ کا برہ کے اس معنی کا خلاف نہ ہونا اگر یہ تینوں چیزیں ہوں تو تفسیر تفسیر ہے۔ ورنہ ایک نوت ہو جائے تو تاویل قریب ہے۔ دو نوت ہو جائیں تو تاویل بعید ہے۔ اور تینوں نوت ہو جائیں تو تحریف ہے۔ تفسیر عزیزی میں ایسا ہی لکھا ہے۔ لغو کلمات فقیر الامت اول سفر تبرک۔ متنو عمین باب تکمل سے اسم قائل خیال دکان کرنے والا ساہوی۔ ہوی کی جمع ہے خواہش۔

تشریح

متن میرا ذکر کی گئی ایک آیت کے بارے میں کتاب وسنت نے جو تصریح کر دی ہے اور اس کی روشنی میں سلف صالحین نے جو اس کی مراد کو سمجھا ہے اسی کی اطاعت واجب ہے۔ اسی پر سلف و خلف کا اجماع ہے۔ آیت کے مضموم و مراد اور محدثان کو متعین کرنے کے بارے میں جو احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں۔ وہ حق ہیں اس میں ہم اپنی طرف سے غلو کرنے والوں کی تحریکات۔ جاہلوں کی تاویلات قاسدہ باطل پرستوں کی حیلہ سازیوں کی طرح کوئی من مانی تاویل اور دخل اندازی نہیں کریں گے۔ جس طرح معقول نے من مانی تاویل قاسدہ کر کے کلام الہی اور کلام رسول میں تحریف کی ہے۔

الامن بکلم یعنی دین کی سلامتی اور حفاظت کا واحد طریقہ یہی ہے کہ حکم ربی اور فرمان رسالت کے سامنے بغیر کسی چوں چوں سر تسلیم خم کر دے۔ اور نامعلوم چیزوں کے بارے میں اصحاب علم کی طرف رجوع کرے جن چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے بندوں سے مخفی رکھا ہے جیسے تشابہات وغیرہ جس میں روایت باری کا مسئلہ بھی ہے۔ ان کی تحقیق کے پیچھے نہ پڑے نہ ان وحدیث میں جتنا بیان کر دیا گیا اسی پر اکتفا کرے۔ ان میں

تاریخات فاسد و کر کے شکوک و شبہات میں مبتلا ہو۔ اور انہارین ثواب نہ کرے۔ رویت کے بارے میں اتنا ثابت ہے کہ رویت یابی ہوگی۔ پس دین ایمان کا قاضی یہ ہے کہ اسکوئی جانے باقی رویت کی کیفیت کیا ہوگی اس کی کوئی تفصیل قرآن و سنت میں بیان نہیں کی گئی۔ اسلئے اس میں توقف کرے۔ اور اسکو اللہ کے حوالہ کر دے۔ ارشاد پاری ہے۔ **إِلَّا مَنْ اتَّقَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ** (سورہ یسین) یعنی وہ شخص اپنی اور اپنے دین کی عزت کر لیتا ہے جس کو اللہ نے قلب سلیم عطا کیا ہو۔ **فَاسْتَنْتُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَفْلَمُونَ** (محل) اہل ذکر (اہل علم) سے پوچھو اگر تمہیں معلوم نہیں۔ **وَلَا تَغْفُلْ مَا لِلنَّاسِ لَكَ بِهِ عِلْمٌ** (سورہ سجدہ) اس چیز کے بچنے نہ پڑے جس کا تجھے علم نہ ہو۔

(۳۵) **وَلَا يَنْبَغُ لَكُمْ الْإِسْلَامُ إِلَّا عَلَى ظَهْرِ التَّسْلِيمِ وَالْإِسْلَامُ لِمَنْ رَأَى عِلْمٌ مَا خُجِرَ عَنْهُ عِلْمُهُ وَلَمْ يَقْنَعْ بِالتَّسْلِيمِ فَهُمُ خَبَرٌ مَرَامُهُ عَنْ خَالِصِ التَّوَجُّيدِ وَصَالِي الْمَعْرِفَةِ وَاضِحِ الْإِيمَانِ**

ترجمہ: اور اسلام ۵ بات قدم نہیں رہ سکتا مگر تسلیم و اعتقاد کی پشت پر۔ پس جس نے ان چیزوں کو جاننا چاہا۔ جن سے اس کی جانکاری کو منع کر دیا اور اس کی فہم نے اطاعت پر قناعت نہیں کی تو اس کا یہ مقصد اس کو خالص توحید۔ معرفت دین اور صحیح ایمان سے محروم کر دے گا۔

توضیح: تسلیم صدر باب تکمیل۔ پروردگار سے تسلیم باب استعمال تا بعد ہوگا۔ رام باب ان لاداء کریمہ خجری ماضی مجہول باب ن۔ ض منع کرے۔ مرام مقصد۔ علینہ خجری کا باب فاعل فہمہ لم یقنع کا فاعل۔ مرامہ حنیف کا فاعل ہے۔

تشریح: دین الہی کے اصولوں کو کتاب و سنت کے بغیر نہیں سمجھا سکتا۔ اور کتاب اللہ کی تفسیر حق معتبر ہوگی۔ جزر سول اللہ ﷺ اور آپ کے

کچھ خطا ہے۔ اگر اسی اور گنہ ہے۔ چاہے اتنا ہی طور پر ہے۔ کچھ گنہ گما ہو۔ جو جس نے کتاب و سنت کو سامنے رکھا اور انہیں کی بددشمنی میں کچھ حل تلاش کرنے کی کوشش کی تو اگر خطا پر بھی ہے تو بھی مایوس ہے۔ اور اگر کچھ حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا تو درگئے ثواب کا مستحق ہے۔ (تورالاولیٰ)

(۳۶) لِيُظْهِرَ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ وَالْتَصْدِيقِ وَالْكُذُوبِ
وَالْأَفْرَادِ وَالْإِنْكَارِ مُؤْمِسًا ثَابِتًا شَاكًّا زَائِلًا لَا مُؤْمِنًا مُضِلًّا
وَلَا جَانِحًا مُكَذِّبًا.

ترجمہ: | بلکہ وہ مذہب یہ بتا ہے کہ کفر و ایمان، تصدیق و کذب، اور افراد و انکار کے درمیان اس کی حالت ہمیشہ دوسو سو میں جلا شخص اور حقی الموانع انسان کی سی ہو جاتی ہے۔ نہ وہ تصدیق کرنے والا مومن رہتا ہے نہ کذب کرنے والا کفر۔
توضیح: | ہوسو سو۔ اسم قائل۔ دوسو سید کرنے والا۔ قاتلہا اسم قائل۔ باب من غناء ونبیۃ تکھا۔ حیران ہو۔

تشریح: | امور دہر میں کتبہ ٹکٹی۔ قیل و قال۔ تبادلات غامدہ۔ زائے زلیٰ کی عادت توحید و معرفت اور اصل ایمان سے غور و فکر کے۔ ٹھوک شہادت کے گرد لب میں پھاس دیتی ہے۔ اور ایسے سوڑ پر لا کڑا کرتی ہے کہ اس کو ایمان و کفر اقرار و انکار اور تصدیق و کذب میں تردد ہو جئے لگتا ہے جس کی وجہ سے نہ وہ مومن صدق (اصلی مومن) کہلاتا ہے نہ کذب شہادت نے اس کو مغلوب کر دیا ہے۔ اور نہ جاحد و کذب (کھلا کافر) ہی کہلاتا ہے۔ کیونکہ اقرار و کفر ہے اس لئے واضح شرعی دلائل سے اعراض کر کے تحقیق و تحقیق کے درپے ہونا مثل و اختلاف ہے۔

(۳۷) وَلَا يَصِحُّ الْإِيمَانُ بِالْوُزُوْءِ لِأَهْلِ قَابِ السَّلَامِ لِمَنْ
أَخْبَرَهُمْ بِهِمْ لَوْ تَوَلَّاهُمْ بِهَمِّهِمْ إِذْ كَانَتْ قَابِلُ الْوُزُوْءِ وَتَكْوِيْلُ
كُلِّ مَنْحَى مُضَافٍ إِلَى الْوُزُوْءِ لَا يَصِحُّ فَلَا يَصِحُّ الْإِيمَانُ
بِالْوُزُوْءِ إِلَّا بِقَوْلِ الْقَابِلِ وَلَوْ زَمَّ الْمُتْلِمُ وَغَلَبَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: اہل بدعت کے نزدیک رویت پر اس شخص کا ایمان صحیح نہ ہو گا جس نے رویت کا وہم سے اعتقاد کیا یا فہم و عقل سے اس کی تاویل کی۔ اس لئے کہ رویت کی تاویل (اپنی رائے سے) بلور پر اس مفت کی تاویل جو رویت کی طرف منسوب ہے (یعنی اس کا صحیح علم اللہ کے پاس ہے) صحیح نہیں۔ پس اس کا رویت پر (یہ) وہم و تاویل کا ایمان بغیر تاویل چھوڑے اور بغیر تعلیم و اطاعت کے صحیح نہیں۔ اسی پر رسولوں کے دین کی بنیاد ہے۔

تشریح: ہر شایہ باری ہے۔ منہ آیات منجذبات ہن اُم الکتاب وَاخِرُ مَخْشَاهَاتٍ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَانِجٌ فَنُتَبِعُوْنَ مَا شَاءَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ النِّفْتَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيلَهُ اِلَّا اللّٰهُ۔ (اہل قرآن اس میں (قرآن میں) بعض آیتیں محکم ہیں۔ (جن کے معنی واضح ہیں) اور کتاب کی اصل ہیں۔ دوسری آیتیں خطابات ہیں۔ (جن کے معنی معلوم نہیں یا متعین نہیں) سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ کمرای پھیلانے اور مطلب معلوم کرنے کی غرض سے خطابات کی بھڑکی کرتے ہیں۔ جبکہ ان کا مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

رویت باری کا مسئلہ بھی چونکہ خطابات میں سے ہے۔ اس لئے یہاں معنیٰ محزل۔ اور مشہد وغیرہ کی تردید کرتے ہیں۔ کہ محزل رویت کی بالکل نگی کرتے ہیں۔ اور مشہد کہتے ہیں کہ رویت باری فلاں فلاں کیفیت پر ہو گی۔ جبکہ اہل سنت والجماعت رویت باری کو ثابت مانتے ہیں کیونکہ وہ خصوص شریعہ سے ثابت ہے۔ اور اس کی کیفیت کے بارے میں توقف کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے کیونکہ خصوص میں اس کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی گئی ہے اس طرح ان فرقہ باطلہ نے تاویں فاسدہ کے ذریعہ خطابات کی بھڑکی کر کے طریقہ ملاقات اختیار کیا۔ اور اہل سنت والجماعت نے انہیں کے دین کو نہایت مضبوطی سے تھما۔ اور خطابات میں توقف سے کام لیا۔

در اصل یہ صلاحیت اس وقت پیدا ہوئی ہے جب آدمی عقلیں سے تربیت حاصل کرے

مسلمین سے تزکیہ کر اسکے کامین کی صحبت میں رہ کر اللہ کی رضا میں رہتے۔ متعین سے فیض حاصل کر سکے بعد جنہم و اختیار اس کی طبیعت بن جاتی ہے۔

(۳۸) یَوْمَنْ لَّمْ یَنْتَوِی النَّفْیَ وَالتَّغْیِبَ ذَٰلِ وَلَمْ یُصِبِ التَّزْوِیَہَ
(۳۹) لَٰمَنْ رَجَا جَلَّ وَغَلَا مَوْصُوفٌ بِصِفَاتِ الْوَحْدَانِیَّةِ مَنَعُوتٌ
بِنَعُوتِ الْفَرْدَانِیَّةِ لَیْسَ لَیْ مَخَافَةُ اَمَدٍ مِنَ الْبَرِیَّةِ (۴۰) تَعَالٰی
عَنِ الْحُفُودِ وَالْمَغَائِبِ وَالْاَرَاکَانِ وَالْاَعْضَاءِ وَالْاَدْوَاتِ وَلَا
نَحْوِیہِ الْجِهَانَاتِ السُّتُ حَکَایِہِ الْمُتَبَدِّلَاتِ

ترجمہ: (۳۸) پور جو لہی اور تغیب سے پرہیز نہ کر سکا تو وہ (رہ حق سے) بھٹل گیا اور تازیہ تک رسائی نہ کر سکا۔ (۳۹) بے شک ہمارا رب اجل و ملامت و وحدانیت کے ساتھ متعف اور صفات فردانیت کے ساتھ سموت (متعف) ہے۔ مخلوق میں کوئی اس کا ہم و صف نہیں ہے۔ (۴۰) وہ حدود و قیود اور جسمانی ارکان و اعضا اور آلات و اسباب سے بالاتر ہے۔ اور تمام مخلوقات کی طرح جہات سے جس کو تغیر سے ہوئے نہیں ہیں۔

توضیح: التَّغْیِبَ - باب تحصیل۔ اللہ تعالیٰ کو صفات بشریہ سے دور رکھنا۔ حدود حد کی جمع ہے۔ جہات سے (دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، اوپر نیچے) غایات غایہ کی جمع ہے۔ انہما۔ ارکان درکن کی جمع ہے۔ وہ چیز جس سے قوت حاصل کی جائے ماسرار ہو (آگ) ہو لہائی۔ مثلی الاعضاء۔ عضو کی جمع ہے۔ بدن کا حصہ۔

تشریح: (۳۸) اس میں فوقہ مسئلہ اور مشرق کی تردید ہے تاکہ لوگوں نے سمجھتے باری کا انکار کیا اور دوسرے نے اللہ کو مخلوق کی صفات میں مشابہ قرار دیا۔ اس طرح افراد و تفریط میں پھنس کر وہ لوگوں فرتے رہ حق سے بھٹل گئے اور تازیہ تک رسائی نہ کر سکے۔ فرق موحہ یعنی نکل منقہ و الجماعت نے افراد و تفریط سے بہت کر اختیار ال کار مستر اختیار کیا۔ یعنی صفات باری تعالیٰ کو بہ حق مانا اور مخلوق کی صفات سے

مخبر قرار دیا۔ اس طرح رہ حق پر قائم رہ کر حزیہ تک رسائی کر گیا۔ **فَا لَمْ يَغْطَلْ**
يَغْبُذْ غَدَمًا وَالْمُشَبَّهَ يَغْبُذْ ضَمْنًا وَالْمَوْحِدَ يَغْبُذْ ضَمْنًا

(۳۷) (۱) وحدانیت کا اطلاق ذات کی یکائی۔ اور فردانیت کا اطلاق صفات کی
 یکائی بتانے کے لئے ہوتا ہے۔ مصطفیٰ نے وحدانیت سے اللہ اخذ۔ فردانیت سے
 اللہ الضمناہ لم یبذل ولم یؤلف۔ اور لیس فی ضمناہ سے تم یکنون لہ
 کفوا اخذ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ لہذا یہ صفات التوحید اثبوتہ کا مطلب ہے کہ
 اس کا کوئی مثل نہیں۔ اور یہ مخفوت المفرد اثبوتہ کا مطلب ہے کہ اس کی کوئی نظیر
 نہیں جو اس کے مساوی ہو۔ (۲) وحدانیت و فردانیت سے غلطہ کی تردید مقصود ہے۔
 جو صفات باری کے منکر ہیں۔ اور لیس فی ضمناہ سے مشبہ کی تردید مقصود ہے جو
 اللہ کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور یہ تردید اس لئے کی گئی ہے کہ اللہ کا
 دین اعتدال پر قائم ہے۔ یعنی اثبات و نفی اور افرام و تفریط کے درمیان ہے۔ نہ محض
 اثبات نہ محض نفی۔ مسئلہ توحید میں ذات باری کا مسئلہ اس میں نہ ذات باری کا انکار
 ہے نہ ذات کا اثبات بلکہ اللہ کی یکائی کا اثبات اور متعدد خدا کی نفی ہے۔ اسی طرح
 صفات کا مسئلہ اس میں بھی اثبات و نفی ہے۔ اثبات تو یہ ہے کہ وہ صفات لازماً واجبہ اللہ
 تعالیٰ میں ثابت و موجود ہیں اور نفی یہ ہے کہ اس کی صفات کو مخلوق سے کسی طرح کی
 مشابہت نہیں ہے۔ اس لئے کہ تعدد تکوین۔ تشابہ۔ مخلوق کی شان ہے۔ اور توحید،
 احدیت، خالق کی شان ہے چنانچہ مخلوق کا مثل بھی ہے مثال بھی ہے ہمسر بھی ہے۔
 شریک بھی ہے۔ خالق کا نہ مثل ہے نہ مثال ہے۔ نہ ہمسر ہے نہ شریک ہے۔ لہذا یہ
 ممکن نہیں کہ خالق مخلوق کے مثل ہو۔ یا مخلوق میں تو صفات ہوں اور اللہ تعالیٰ صفات
 سے خالی ہو (نمود باللہ) قرآن کریم نے اللہ کی ذات و صفات میں انہما و نفی کا انداز
 اختیار کیا ہے۔ **ارثد ہے هُوَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ**
السَّلَامُ الْخ. (مشرایہ اثبات صفات کے بارے میں ہے۔ نفی کے بارے میں ہے۔
 لَنْحْنُ كَيْفَ لَمْ يَشْفَى (شوری)

(۳۰) حدود رجس ہیں۔ اور نہایتیں۔ یہ محدود اور اجسام کی خصوصیات ہیں۔ چنانچہ اللہ کے سوا تمام مخلوقات اپنی ذات و صفات اور افعال وغیرہ ہر اعتبار سے محدود ہے۔ ارشاد باری ہے **كُلُّ شَيْءٍ جُنْدٌ بِمَقْدَارٍ (رعد)** اس کے پاس ہر چیز کا اندازہ ہے۔ **وَكَانَ اللَّهُ بِكُنْهِ شَيْءٍ مُّجِيطًا (نہ)** اللہ تعالیٰ ہر چیز کو محیط ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ازنا وابدِ اُغیر محدود ہے۔ نہ اس کی ابتدا ہوگی حد ہے۔ نہ انجام کی نہ اس کی وسعت کی حد ہے۔ نہ احاطہ کرنے کی۔ وہ تمام موجودات کو اپنے اصل سے محیط ہے۔ اور تمام معدومات کو علم و قدرت سے۔ کہ ان کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ وہ ہر چیز کا مبینی۔ مرجع۔ اور مکان ہے۔ ارشاد باری ہے۔ **وَإِنِّ إِلٰهِي رَبُّكَ الْمُنْتَهٰی (نجم)** تیرے رب کی طرف منتہی ہے۔ **وَإِنِّ إِلٰهِي رَبُّكَ الرَّجْعٰی (طہ)** تیرے رب کی جانب لوٹا ہے۔ **وَاللّٰهُ تَرْجِعُ الْأُمُوْرَ (آل عمران)** اللہ تمام امور کا مرجع ہے۔ جس لئے اللہ تعالیٰ حدود و قیادت سے بالاتر ہے۔ جہات میں اس کو محیط نہیں ہو گا۔ کیونکہ اللہ خود ان کا خالق اور ان کو محیط ہے۔ ارشاد باری ہے۔ **(۱) هُوَ الْغَیْبُ وَ الْبَاطِنُ**۔ ظاہر سے اشارہ ہے کہ اللہ ہر چیز سے اوپر ہے۔ **إِلٰهِنِّیْ اِشْرَافُ** ہے کہ اس سے نیچے کوئی چیز نہیں اگر عرش سے کوئی چیز گرے تو اسی پر گرے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ **فَهُوَ الْفَوْقُ الْمَطْلُوقُ وَ الدُّوْنُ الْمَطْلُوقُ (۲)** **هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ** یعنی وہ تمام کائنات سے آگے اور پیچھے ہے۔ **(۳) اِنْبَسَا قَوْلُوْا فَنَسَمَ وَحْدَةُ اللّٰهِ**۔ ہر مہمی پھر دوسری اللہ کی ذات ہے۔ **(۴) وَاصْغَابُ التَّوْحِیْدِ مَا اَصْغَابُ التَّوْحِیْدِ**

حضرت سہل بن عبد اللہ سمری فرماتے ہیں۔ **ذَاثُ اللّٰهِ مُوصُوْفَةٌ بِالْعِلْمِ غَیْرِ مُذَرَّكَةٍ بِالْاِخْلَاقِ وَلَا مَرْئُوْفَةٌ بِالْاَبْصَارِ فِی دَارِ الْاَلْبَابِ وَ هِیَ مُوْجُوْدَةٌ بِحَقَائِقِ الْاِیْنَانِ مِنْ غَیْرِ حُدٍّ وَلَا اِخْلَاقٍ وَلَا خَلْقٍ وَ تَرَاةُ الْعَمُوْنِ فِی الْعَمٰییِیْنَ ظَآهِرًا فِی مُلْكِهِ وَ قُدْرَتِهِ وَ قَدْ حَسِبَ الْخَلْقُ عَنْ مَعْرِفَةِ كُنْهِ دَآئِهِ وَ اَدْلَهُمْ عَلَیْهِ بَآیَاتُهُ فَالْقُلُوْبُ**

تَعْرِفُهُ وَالْعُيُونُ لَا تَذَرُكَ فَيُنْظَرُ إِلَيْهِ السُّؤْمُنُ بِالْأَنْصَارِ مِنْ غَيْرِ
إِحَاطَةٍ وَلَا إِذْرَاكَ نِهَایَةِ.

اللہ تعالیٰ ارکان و اعضاء اور آلات و اسباب سے بھی بالاتر ہے۔ کیونکہ
(۱) اعضاء مابیت کے اجزاء ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ "کمد" ہے۔ تجزی نہیں۔ (۲) اجزاء کو
قبول نہیں کرتا (۳) اعضاء میں ترکیب و تفریق و جمعیت ہے۔ ہر ایک عضو دوسرے سے ممتاز
ہوتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ "کمد" ہونے کی وجہ سے جمعیت و تفریق و ترکیب سے بری
ہے۔ (۴) اعضاء کام میں اسباب و آلات کا ذریعہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات شان
معدیت سے معصم ہے اور کسب و انساب سے بالکل بے نیاز ہے۔ اس کے سب کام
کُنْ فَنُفِخُکُمْ سے وجود میں آتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ کیلئے ید۔ رجاء۔ قدم۔ اصابع۔ انامل۔ عین۔ ساق۔
خاصرہ و کا اطلاق کیا گیا ہے۔ مگر جس طرح انکی ذات و صفات انسان جیسی نہیں یہ
چیزیں بھی انسانوں کی طرح نہیں۔ بلکہ انکی کیفیت و حقیقت اسی کی شایان شان ہے۔
لہذا ان کی کیفیت نہیں جانتے۔ اسی طرح ان پر ایمان لانا واجب ہے اور ان کی کیفیت
معلوم کرنا بدعت ہے۔ اس لئے ان کی صحیح کیفیت کو جانا نہیں جاسکتا۔ نہ اپنے علم کے
ذریعہ ان کا معاملہ کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اسباب و آلات سے اس لئے بھی بالاتر ہے کہ اس نے کچھ
چیزوں کو اسباب کے درجہ میں پیدا فرمایا۔ جو دوسری چیزوں کو دوزخ کا سبب ہوتی ہیں
اور جس کے ذریعہ نفع حاصل کیا جاتا ہے اور ضرر سے بچا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نفع
و ضرر سے منزہ ہے۔ بلکہ وہ نفع و ضرر کا خالق و مالک ہے۔ اور یہ سب چیزیں اس کے
ارادہ اور مشیت کے تحت ہیں۔ اور اس کی محتاج ہیں۔ کون ہستی ہے جو اللہ کے نفع
و ضرر پر قادر ہو اور اس کی وجہ سے اسے اسباب اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑے۔ اللہ کی
ذات تو سب پر عادی ہے۔ اور سب چیزوں سے بے نیاز ہے۔ مثلاً پاری ہے۔ اِنَّ الْمَلَّةَ

لَعْنَتُ عَنِ الْمُغْلَبِينَ۔ بلاشبہ اللہ عالمین سے بے نیاز ہے۔ البتہ اسباب و آلات کو اس نے پیدا کیا۔ اور ان کو اپنے افعال کیلئے اپنی حکمت کے تحت استعمال کرتا ہے۔

یہاں فرقہ مجسم۔ مشبہ۔ اور مطلقہ کا رد مقصود ہے۔ مجسمہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جسم اور اعضا ہیں۔ مشبہ خدا کو انسانی اعضاء میں تشبیہ دیتے ہیں۔ مطلقہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ کائنات کی ہر چیز میں موجود ہے۔ اپنی مخلوقات میں حلول کئے ہوئے ہے۔ اور جہات ست میں گمراہ ہوا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے منزہ اور بالاتر ہے۔

(۶۱) يَا بَعْزَاجُ حَقٌّ قَدْ أُسْرِيَ بِالنَّاسِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأُخْرِجْ بِفَضْلِهِ فِي الْفَيْضَةِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ إِلَى خَيْثُ مَا شَاءَ
اللَّهُ مِنَ الْعَالَمِ وَأَشْكُرُهُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ تَعَالَى بِمَا شَاءَ وَأَوْحَى إِلَيَّ
عَبْدُهُ مَا أَوْحَى.

ترجمہ: (۶۱) اور معراج برحق ہے۔ اور یہی باکرم ﷺ کو رات میں (سجدہ دوم سے سجدہ اقصیٰ) تک بیر کرانی اور حالت پیدہ روی میں آپ کے جسم اطہر کو آسمان پر بھیجا گیا (معراج کرانی) پھر بلند چڑھیں پر اس جگہ تک جہاں تک اللہ نے چاہا بھیجا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی فضلہ کے مطابق آپ کو عزت بخشی اور اپنے بندہ (محمد) کی طرف وحی کی۔

معراج کا مسئلہ بالاسم ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کا ذکر تفصیل سے آیا ہے یہاں دو قسم ہیں۔ (۱) کمرہ (۲) معراج۔ سجدہ دوم سے سجدہ اقصیٰ یعنی پہلے المقدس تک جو آپ کو برحق پر بھیجا گیا اور آپ نے وہاں انبیاء کرام کی لاسٹ فرمائی۔ اس کو سرہ کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت قرآن کریم سے نص قطعی کے طور پر ہے۔ جس کا منکر کافر ہے۔

سجدہ اقصیٰ سے آسمانوں تک پھر آسمانوں سے جنت اور عرش تک کی بیر کو معراج

کہتے ہیں۔ اس کا ثبوت مشہور احادیث سے ہے۔ اس کا منکر فاسق و مستدرج ہے۔ معراج چونکہ تپ کا مجزہ ہے اس لئے آپ کو یہ معراج بحالت بیداری جسمانی طور پر کرنی لگی کیونکہ خواب یا روحانی طور پر معراج کا ہونا غیر نبی کے لئے بھی ممکن ہے۔ ارشاد باری ہے: **مَنْ حَضَرَ الَّذِي أُسْرِيَ بِهِ عَبْدُهُ لَيْلًا مِنْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى**۔ (نبی اسرائیل) پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ بغیر وہ سے معراج جسمانی کی جانب اشارہ ہے۔ ورنہ تو یوں کہا جاتا۔ **أُسْرِيَ بِرُؤُوحِهِ**، **أَوْ ذُهِبَ بِرُؤُوحِهِ**، **فَأَسْقَوَىٰ وَهُوَ بِالْأُتُقَى الْأَعْلَىٰ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ** (مجم) پھر سیدھا بیٹھا۔ اور وہ تھا اونچے کنارے پر آسمان کے پھر نزدیک ہوا اور تک آیا پھر وہ گیا فرق دو کان کے برابر یا اس سے بھی نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندہ کو جو بھیجا۔ یہ آیت بھی معراج جسمانی کی واضح دلیل ہے۔

(۴۲) وَالْحَوْضُ الَّذِي أَكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ بِهِ عِبَادًا لَا مَنَعَهُ حَقٌّ

(۴۳) بِوَالِشَّفَاعَةِ اللَّيْلِ إِذْ غُرِّهَا لَهُمْ حَقٌّ كَمَا رَوَىٰ فِي الْأَنْبَاءِ

(۴۴) وَالْبَيْتَانِ الَّذِي أَخْلَصَهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ مِنْ آدَمَ وَذُرِّيَّتِهِ حَقٌّ

ترجمہ: (۴۲) اور حوض کوثر برحق ہے جس کی وجہ سے اللہ نے آپ کو اعزاز
 بقا آپ کی امت کی سیرابی کا ذریعہ بنا کر۔ (۴۳) اور شفاعت بھی برحق
 ہے آپ نے لوگوں کیلئے اسکو ذخیرہ بنا کر رکھا ہے۔ (۴۴) اور بیتان بھی برحق ہے۔ جو اللہ
 تعالیٰ نے آدم اور اولاد آدم سے لیا۔ کما فی الاحادیث۔

تشریح: (۴۲) حشر کے دن اللہ کی طرف سے ہر نبی کو ایک حوض عطا ہوگا
 جس سے وہ اپنی امت کو سیراب کریں گے۔ نبی اکرم ﷺ کو بھی
 ایک حوض عطا کیا جائے گا۔ جس کو قرآن مجید میں کوثر کہا گیا ہے۔ کوثر جنت کی آبیہ
 نہر کا نام ہے حوض کوثر اسی کی شاخ ہے۔ یہ حوض آپ کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ جو

اس قدر طویل و عریض ہو گا کہ اس کی ایک جانب سے دوسری جانب تک پہنچنے میں ایک مہینہ کی مسافت درکار ہے۔ اس کلائی دورہ سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے بھی زیادہ اچھی ہوگی۔ اس کے کوزے آسمان کے تاروں کی طرح حسین و چمکدار۔ اور بے شمار ہونگے۔ (عمدة المفید ص ۶۳)

حوض کوثر کے بارے میں روایات حد قوت کو پہنچی ہوئی ہیں۔ ہمیں سے زیادہ صحابہ اس کے راوی ہیں۔

(۴۳) حشر کے دن شفاعت کی مختلف نوعیتیں ہوگی۔ بعض تو آپ ہی کے ساتھ خاص ہوگی بعض شفاعتوں کا حق دوسروں (انبیاء۔ ملائکہ۔ علماء۔ شہداء۔ صلحاء۔ حفاظہ غیر مومنوں) کو بھی ملے گا جس تفصیل یہ ہے۔

(۱) مشرکی شدت سے پھانسنے۔ اور حساب و کتاب شروع کرانے کیلئے آپ ﷺ تمام مخلوق کے حق میں سفارش فرمائیں گے۔ یہ شفاعت غنمی کہلاتی ہے۔

(۲) ایک طبقہ کو بلا حساب و کتاب۔ (۳) جن لوگوں کی گناہ اور نیکیاں برابر

ہوگی۔ (۴) اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہو چکے ہونگے۔ جنت میں داخل

کرانے کی آپ سفارش فرمائیں گے۔ (۵) کچھ لوگوں کے درجات اور اعزاز و اکرام

میں اضافہ کی بھی آپ سفارش فرمائیں گے اس سفارش کا معزلہ بھی اقرار کرتے

ہیں۔ (۶) جہنم میں چلے گئے مسلمانوں کو نکال کر جنت میں داخل کئے جانے کی سفارش

فرمائیں گے۔ یہ شفاعت مشترکہ ہوگی۔ انبیاء ملائکہ علماء مومنین بھی اپنے اپنے طور پر

لوگوں کی سفارش کریں گے۔ معزلہ و خروج اس کا انکار کرتے ہیں۔ جبکہ اس کے

بارے میں حدیث ہے۔ شَفَاعَتِي لَا هَبِلَ الْمَكْنَانُ مِنْ أَهْلِ جَنَّتِي۔ میری سفارش

امت کے ہل کبار کے لئے بھی ہوگی۔ (۷) دائمی جہنمی کے عذاب میں تخفیف کے

لئے جیسے ابوطالب۔ (۸) صرف اہل عین کے لئے۔ (۹) صرف روضہ اقدس کی

زیارت کرنے والے کیلئے۔ (۱۰) اہل جنت کو جنت میں داخلہ کی اجازت کے لئے۔

شفاعت کی اجازت عام نہیں ہوگی بلکہ شفاعت کی اجازت خاص خاص لوگوں

کو یہی ننگی اور شاد باری ہے۔ من ذی الذی یدفع عذۃ اٰلہ ہادئہ (بقراءہ) کون ہے جو سفاک ش کرے گلاس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر۔

(۴۴) قرآن وحدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے قیامت تک آنے والی تمام روحوں کو چھوٹے اجسام کی شکل میں پیدا فرمایا۔ اور انکو عیش و شعور بخشا اور ان سب سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا۔ اس طرح اللہ نے قطری طور پر ہر فرد بشر کی طبیعت میں اپنی ربوبیت کی حم ریزی فرمائی۔ اور اس کی یاد دہانی کے لئے عقل سلیم۔ دینی والہام اور سماجی مذاہب کو اسکی بنیاد بنایا۔ ہر مذہب کی ساری عمارت اسی اعتقاد و اقرار پر کھڑی ہوئی ہے۔ اسی فطری حم ریزی کا اثر ہے کہ اندھ آدم آفریقہ سے لے کر آج تک ہر کتب فکر کے انسان کا خدا کی ربوبیت کی پر اتفاق و اجماع ہے۔ اور نہ فرد استعداال کے ذریعہ ایسا اتفاق پیدا کرنا تقریباً ممکن تھا۔ مصحف نے یمانی کے ذریعہ شاد باری کی جانب اشارہ کیا ہے۔ وَاِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاسْتَفْهَمَهُمْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسَهُمُ السَّبْثَ بَرِيَّتَهُمْ فَاَقْلَوْا فِلْسِي (اعراف) اور اس وقت کو یاد کرو جب تیرے رب نے بنی آدم سے ان کی پشت سے انکی اولاد کو پیدا کر کے جدا کیا۔ اور ان کو ان کے قسموں پر مودنا لیا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں۔ بولے ہاں۔

(۴۵) وَقَدْ عَلِمَ اللّٰهُ لِمَا لَمْ يَزَلْ يَزِيْ غَدَزْ مِنْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ وَيَدْخُلِ النَّارَ جُمْلَةً وَّأَجْدَةً وَلَا يَزَادُ فِيْ ذَلِكَ الْعَذَابُ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُ.
(۴۶) وَكَذَلِكَ أَفْعَالَهُمْ لِمَا عَلِمَ مِنْهُمْ اَنْ يَفْعَلُوْهُ وَكُلُّ مُبْسُوْرٍ لِّمَا عُلِقَ لَهُ وَالْأَعْمَالُ بِالْغَوَائِمِ وَالشَّيْءُ مِنْ سَعْدٍ بِفَضَاءِ اللّٰهِ وَالشَّقِيْ مِنْ شَقِيْ بِفَضَاءِ اللّٰهِ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کو ایک دم ازل سے ان لوگوں کی تعدد اور معلوم ہے جو جنت میں جائیں گے اور ان لوگوں کی تعدد جو جہنم میں جائیں گے پس اس تعدد میں نہ کوئی اضافہ ہو گا نہ کی ایسے ہی لوگوں کے وہ اعمال اللہ کے علم میں ہیں جو

انہیں مستحق میں انجام دیتے ہیں۔ اور ہر آدمی کو وہی کام سیر آتا ہے جسکے واسطے اسے پیدا کیا گیا ہے۔ اعمال خاتر کے اعتبار سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور نیک بخت وہی ہے جو اللہ کے فیصلے سے نیک بخت بہ طور بد بخت وہی ہے جو اللہ کے فیصلے کے مطابق بد بخت بد۔

تشریح: (۳۵) اللہ تعالیٰ کا علم بڑی وادبی ہے۔ اس کو ازل سے معلوم ہے کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی۔ ان کی تعداد کا علم بھی اس کو ازل ہی سے ہے۔ اس عدد میں کی نشی کا احتمال نہیں۔ لہذا باری ہے۔ *وَلَمَّا رَفِقَ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي الْمَشْجَرِ (کہنہ) ایک فریق جنت اور ایک جہنم میں ہو گا۔ وَأَخْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (چن) اور مکن لی اس نے ہر چیز کی گنتی۔ جس میں جنیتوں اور جنیتوں کی تعداد بھی شامل ہے۔*

(۳۶) اللہ تعالیٰ کو ازل ہی سے تمام بندوں کے اعمال کی بھی خبر ہے کہ کون کیا عمل کرے گا اور اس کا انجام کیا ہو گا۔ یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر تو ہم تقدیر پر کلیہ کر کے بیٹھ جائیں آپ ﷺ نے فرمایا۔ *اصْبِرُوا فَلَئِنْ مُنِيسَرْنَا خَلَقَ لَهٗ۔ عمل کرو پس تم میں سے ہر ایک کو وہی کام سیر آئے گا اور اس کی توفیق ملے گی جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔* یعنی اگر وہاں سعادت میں سے ہے تو ایسے اعمال کی توفیق ملے گی۔ اور اسی حالت پر خاتر ہو گا۔ اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور اگر وہاں شقاوت میں سے ہے تو ایسے ہی اعمال اس سے سرزد ہوتے رہیں گے۔ اور اسی حالت پر اعتقاد ہو گا۔ یہاں تک کہ جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ لہذا باری ہے *فَإِمَّا مَنۢ أَغْطَىٰ وَآتَمَنۢ بِأَلْحُسْنَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ وَإِمَّا مَنۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ (پل) سو جس نے دیا اور ڈر تار پور بچ جاتا بخل بات کو تو ہم اس کو سچ سچ پہنچا دیں گے آسانی میں۔ اور جس نے نہ دیا اور نہ پورا ہر جھوٹ جانا بخل بات کو تو ہم اس کو سچ سچ پہنچا دیں گے سختی میں۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَآمَنُوا وَهُمْ كَفَّارٌ إِلَىٰ قَوْلِهِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (آل عمران) یعنی جو لوگ کافر تھے*

اور سقر پر انہیں موت آئی تو ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس آیت میں ”وَنَحْمُ كِفَارًا“ کا لفظ بتا رہا ہے کہ آدمی کی آخری حالت کا اعتبار ہے۔ حدیث میں ہے۔ اِنْسَانُ الْاِخْتِمَانِ بِالْخَوْفِ اَنْتِمْ۔ یعنی اگر تمام عمر کا قرار باور قاسمہ ایمان پر ہوں تو وہ مؤمن شمار ہو گا۔ اور اس کا حشر مؤمنوں ہی میں ہو گا۔ اور اگر پوری زندگی مسلمان رہا اور خدا خواست مرتد ہو گیا تو وہ کافر شمار ہو گا۔ اور کافروں ہی میں اس کا حشر ہو گا۔ یہ سب پہلے سے تقدیر میں لکھا ہوا ہے۔ سعادت و شقاوت سب اللہ کے فیصلہ الہی کے مطابق ہے۔ جس کے لئے سعادت کا فیصلہ ہے تو وہ اس پر اس کا فضل ہے۔ اور جس کے لئے شقاوت کا فیصلہ ہے۔ اس پر اس کا عدل ہے۔

مگر چونکہ بعد سے تقدیر کو لا محمل کر دیا گیا ہے۔ اور بندہ اس کو جاننے کا تکلف ہے۔ نہ جاننے کی طاقت رکھتا ہے اس لئے اس کو اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے اگرچہ ہو بخود ہی جو فیصلہ قدرت ہو چکا ہے۔

(۴۷) وَأَصْلُ الْقَدْرِ مِمَّا فِي خَلْقِهِ لَمْ يُكْلَفْ عَلَى ذَلِكَ مَلَكٌ مُّقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ. وَالتَّعَمُّقُ وَالنَّظَرُ فِي ذَلِكَ ذَرْبَةٌ الْخُذْلَانُ، وَمُسْلَمُ الْعِزِّ مَانٍ وَذَرْجَةُ الطُّغْيَانِ، فَالْحَذَرُ عَلَى الْحَذَرِ مِنْ ذَلِكَ لَهْزًا وَفِكْرًا وَوَسْوَةً فَإِنَّ اللَّهَ عَلَوِي عِلْمُ الْقَدْرِ عَنْ أَنَابِهِ وَنَهَاهُمْ عَنْ مُرَابِهِ كَمَا قَالَ تَعَالَى لَا يُسْتَأْذَنُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْتَلَوْنَ. فَمَنْ سَأَلَ لِمَ فَعَلَ فَقَدْ رَدَّ حُكْمَ الْكِتَابِ وَمَنْ رَدَّ حُكْمَ الْكِتَابِ كَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ

ترجمہ: (۴۷) اور تقدیر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا ایک راز ہے۔ اس کی ظہور میں اس سے مقرب فرشتہ آگاہ ہے نہ کوئی نبی مرسل۔ اس میں غور و فکر سوائے کا ذریعہ۔ غور و تدبیر کا راز ہے۔ پس تقدیر کے مسئلہ میں غور و فکر اور دوسرے سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا علم اپنی

قول سے سمیت یہ ہے۔ اور ان کو اس کی طلب سے روک دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَا یَسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یَسْئَلُونَ۔ دو جو کچھ کرتا ہے اس سے باز پرس نہیں کی جاسکتی اور لوگوں سے ان کے اعمال کی باز پرس ہوگی۔ پس جس نے یہ پوچھا کہ اللہ نے یہ کام کیوں کیا۔ تو اس نے قرآن کریم کے حکم (لَا یَسْئَلُ الْخَلْقُ) کو مسترد کر دیا اور جس نے کتاب اللہ کے حکم کو مسترد کر دیا وہ مرد کفار میں شامل ہو گیا۔

توضیح: ذریعۃ۔ وسیلہ۔ سلم۔ تربیت۔ بخذلان۔ حرمان۔ طغیان۔ تمیؤں۔ تقارب۔ ملحق ہونے ہیں۔ البتہ۔ خذلان۔ لغرت۔ حرمان۔ ظفر۔ نور۔ طغیان۔ استقامت کا مقابل ہے۔ فاللحذر۔ فیصیر۔ اللحذر۔ احذر۔ محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ کل۔ اللحذر۔ تاکید کے لئے ہے۔ نظرا و فکر۔ دو سبب تیز ہے۔ ایہام نسبت کو اور کرنے کے لئے۔ تقدیر۔ صورت اس طرح ہوگی۔ اذا کان الامر كذلك۔ فاحذر۔ حذرا۔ کل۔ اللحذر۔

(۷۳) تقدیر کا مسئلہ قطعی جو اہم اور دین کے مضبوط مقام میں سے ہے، مگر تقدیر اگرچہ عقل و فہم سے باہر نہیں۔ لیکن اصل تقدیر کا اور ایک عقل و فہم سے نہیں ہو سکتا یہ امر خداوندی ہے جسکے علم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں کو بھی دور رکھا ہے۔ اس کی حکمت و مصلحت بھی یہی جانتا ہے۔ اس کی جستجو میں بلاوجہ فکر کے عقلی گھوڑے دوڑانا لاماصل اور کراہی کا باعث ہے۔ ہر چیز کا تعلقی اہل قدر سے۔ کافر کا کفر۔ مؤمن کا ایمان وغیرہ ہر چیز اس کی حیثیت اور اقتضا و قدر سے ہوتی ہے۔ لیکن وہ کافر کے کفر سے راضی نہیں ہے اس کی حیثیت کفر حکمتِ علویٰ کا وجہ سے ہوتی ہے۔ اور عدمِ رضا و سرورِ ربی کی وجہ سے۔ ہر حال تقدیر کی حقیقت اس کے منہ کوئی نہیں جانتا جو اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے وہ ہدایت پر ہے اور جو اس کی تحقیق میں پڑے اور سوالات کا سلسلہ رکھے تو وہ گمراہی اور گھڑائی میں داخل ہے۔ کچھ تکہ عیدیت اور عبودیت اور ایمان کی غیوہ تسلیم و اطاعت پر ہے اور اس کی غایب و روزی کفر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہتھیار و مغرب فرشتے بھی گھٹنے ٹیک دیتے

ہیں۔ اور تسلیم و اطاعت اختیار کرتے ہیں اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو حضور علیہ السلام کو عالم غیب مانتے ہیں۔

(۴۷) فَهَلْ يَدْرِي مَا يَجْتَازُ إِلَيْهِ مَنْ هُوَ مُنَوَّرٌ قَلْبُهُ مِنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ تَعَالَى وَهِيَ ذُرِّيَّةُ الرَّاسِخِينَ فِي الْعِلْمِ لِأَنَّ الْعِلْمَ عِلْمَانِ عِلْمٌ لِي الْخَلْقِ مَوْجُودٌ وَعِلْمٌ فِي الْخَلْقِ مَفْقُودٌ فَإِنْكَارُ الْعِلْمِ الْمَوْجُودِ كُفْرٌ وَإِذْغَاءُ الْعِلْمِ الْمَفْقُودِ كُفْرٌ وَلَا يَصِحُّ الْإِيمَانُ إِلَّا بِقَبُولِ الْعِلْمِ الْمَوْجُودِ وَتَرْكِ طَلَبِ الْعِلْمِ الْمَفْقُودِ.

ترجمہ: (۴۷) پس (منزل من اللہ) یہ تمام باتیں وہ ہیں جن کو اولیاء اللہ میں سے ہر وہ شخص تسلیم کرتا ہے۔ جس کا دل نور ہے اور یہ مقام راسخین فی العلم کو نصیب ہوتا ہے اس لئے کہ علم وہ ہیں (۱) وہ علم جو مخلوق میں موجود ہے۔ (۲) وہ علم جو مخلوق میں مفقود ہے۔ پس موجود علم کا انکار اور مفقود علم کا دعویٰ دونوں کفر ہیں اور ایمان صحیح نہیں ہوتا مگر موجود علم کو قبول کرنے۔ اور مفقود علم کی طلب ترک کرنے سے۔

توضیح: علم موجود۔ وہ علم ہے شریعت کا جو کتاب و سنت میں موجود ہے۔ علم مفقود۔ وہ علم ہے اللہ یا اللہ کا جسے اللہ نے کائنات سے پوشیدہ رکھا ہے

تشریح: (۴۷) کتاب و سنت میں شرعی احکامات۔ جہر تہ۔ مثال و واقعات وغیرہ علم موجود کہلاتے ہیں۔ ارشاد باری ہے۔ وَهَذَا آتَانَاكُمُ الرُّسُولُ فَخُذُوهُ وَحَاذِلْكُمْ عَنِهٖ فَاَنْتَهُوْا۔ اس آیت میں اسی علم کی جانب اشارہ ہے۔ اس کے سوا باقی علم مفقود ہے مثلاً روح کی حقیقت کا علم۔ قیامت کے وقوع کا علم۔ غیب کی باتوں کا علم وغیرہ ارشاد باری ہے وَهَذَا اَوْفَيْتُمْ مِنْ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ یعنی تم کو تمہارا علم دیا گیا ہے۔ بَسْمَلَلُوْا نَكَ عَنْ الْمُسَاعَاةِ اَيَّانِ مَرَسْنَهَا آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کب ہو گا قیام اس کا۔ فَوَيْلٌ

اُسے من ڈکھوا چھ کہ کیا کام کے ذکر سے رہائی دے گا۔ (تورات) تیرے رب کی طرف سے بھیجی گئی۔ (وعدہ مفاتیح الغیب لا یخلف الا یؤی الامام) غیب کی کتابیں اسے پاس رہیں اور اس کے سوا کسی کوئی نہیں جانتا۔ (وینزل الغیب ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ما فی حسیر) (قرآن) اور انکار تا ہے جیسا کہ وہ جانتا ہے۔ وہ کچھ ہے ماں کے پیٹ میں۔ اور کسی کی کو معلوم نہیں کہ کل کو کیا کرے گا اور کسی کی کو خبر نہیں کہ کس زمین میں رہے گا۔ (عقبتی اللہ تعالیٰ سب کچھ پائے گا لاخیر وار ہے۔) مثلاً نے خدا کو اس جانب اشارہ کیا ہے کہ ماں میں ذکر کی گئی یہ سب باتیں وہ ہیں جن کا یہ کوس میں محتاج ہیں۔ جن کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہو گا۔ واللہ اعلم اور انہیں فی العلم سب ان باتوں کے محتاج ہیں اور ان کو مانتے ہیں۔ اور جن چیزوں کو نہیں جانتے ان کو اللہ کے حوالہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی؟ تو وہ جیسا کہ مگر یہی اور انکار ہوئی ہے۔

(۴۸) یٰۤاٰیُّوْمِنُ بِاللُّوْحِ وَالْقَلَمِ وَبِجَمِیعِ مَا قَدَرْتُمْ لَلْوِجْتُمْ لَلْوِجْتُمْ لَلْوِجْتُمْ
کُلُّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ کَتَبَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْهِ اِنَّ کَیْنَ لَیَجْعَلُوْهُ غٰیۤرَ کَآئِنٍ
لَمْ یَقْدِرُوْا عَلَیْهِ وَلَوْ اِجْتَمَعُوْا کُلُّهُمْ عَلٰی مَا لَمْ یُکْتَبَۤاۤیُّ اللّٰهُ لَیَجْعَلُوْهُ
کَآئِنًا لَمْ یَقْدِرُوْا عَلَیْهِ جَعَلَ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ کَآئِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ

ترجمہ: (۴۸) اے لوہے والے لوح، قلم اور ان تمام باتوں پر ایمان رکھتے ہیں جو قلم نے
نقدیر میں لکھی ہیں پس اگر تمام مخلوق مل کر کسی چیز کو جس کے
بارے میں اللہ نے لکھ دیا کہ وہ ہوگی۔ نہ ہونے دیں تو وہ اس کی قدرت نہیں
رکھتی (کام رہے گی) اور اگر تمام مخلوق مل کر کسی چیز کو جس کے بارے میں اللہ نے
نہیں لکھا کہ وہ ہوگی اس کو ہونے والی بنا دے تو وہ اس کی بھی قدرت نہیں رکھتی۔
قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو لکھ کر قلم بند کر دیا گیا۔

تشریح

(۳۸) اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا فرما کر قیامت تک ہوئے والی تمام چیزوں کو لوح محفوظ میں لکھوا دیا۔ لوح قلم میں اللہ نے پہلے کس کو پیدا فرمایا۔ اس میں دونوں قول ہیں۔ اور دونوں قولوں کی تائید روایت سے ہوتی ہے۔ بعض حضرات نے دونوں روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے عرش یعنی لوح محفوظ کو مخلوق اول ثابت کیا۔

احادیث میں چار طرح کے قلم کا ثبوت ملتا ہے۔ (۱) وہ قلم جس نے تمام مخلوقات کو لکھا۔ یعنی سب کچھ لکھا۔ (۲) وہ قلم جس نے بنی آدم کے اعمال ان کی روزی عمر اور ان کی سعادت و شقاوت کو لکھا۔ (۳) جب پھر رحم و رحمہ میں ہوتا ہے اور اس میں روح ڈال دی جاتی ہے تو فرشتہ بحکم خداوندی اس کا رزق عمر عمل اور اس کی سعادت و شقاوت کو لکھ دیتا ہے۔ (۴) جب بندہ بالغ ہو جاتا ہے تو رکھ رکھاؤ کا تہیں اس کے اعمال لکھتے ہیں۔ ارشاد باری ہے: وَالْقَلَمُ وَهَذَا يَسْطَرُّونَ۔ قلم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں۔ بنی نحو قرآن مجید: فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ (بروج) کوئی نہیں یہ قرآن ہے بڑی شان کا لکھا ہوا لوح محفوظ میں۔ يَسْطَرُّونَ الْمَلَأَ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَجْهَهُ أَمَّا الْكِتَابُ (رعد) جو چاہتا ہے مٹاتا ہے جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ وَهَذَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا هِيَ كِتَابٌ مُبِينٌ (حل اور کوئی چیز نہیں جو غائب ہو آسمان میں اور زمین میں مگر موجود ہے کھلی کتاب میں غسن يُغْنِي مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ (انبیاء) سو جو کوئی کرے کچھ نیک کام اور وہ لکھا ہو ایمان و عبادت نہ کریں گے ہم اس کی سچی کو اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں۔ (کراہا کہ تہیں سے لکھ لیتے ہیں)

ہر حال لوح محفوظ اور قلم پر ہمارا ایمان ہے۔ اور قلم نے جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا اس پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ اور اس پر بھی کہ تمام مخلوق اللہ کے لکھے کو بدلتا ہے تو نہیں بدل سکتی۔

(۴۹) وَمَا آخِطًا الْقَدْرَ لَهُ يَكُنْ لِيُصَيِّتَهُ وَمَا أَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُخَيِّطَهُ. (۵۰) يُوَعِّلُ الْعَبْدَ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى مَسْبِقُ عِلْمِهِ فِي كُلِّ شَيْءٍ مِنْ خَلْقِهِ فَقَدَّرَ ذَلِكَ بِمُصَيِّتِهِ تَقْدِيرًا مُعْكَمًا مَرْمَا لَيْسَ لَهُ غَايِبٌ وَلَا مُغْتَبٍ وَلَا مُزِيلٌ وَلَا مُغَيَّرٌ وَلَا مُحَوَّلٌ وَلَا زَالِدٌ وَلَا نَاقِصٌ مِنْ خَلْقِهِ فِي سَمَوِيَّهِ وَآرَاضِيهِ

ترجمہ: (۴۹) اور جو بندے نے خدا کی اس کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ درست کام کر جاوے جس نے درست کام کیا اس کے لئے ممکن نہیں تھا کہ وہ خدا کرے۔ (۵۰) اور بندگان خدا کے لئے لازم ہے کہ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جان لیں کہ جو کچھ کائنات میں ہو رہا ہے وہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اس کے متعلق اللہ کی مشیت کے مطابق سچم اور نہ جملے والا فیصلہ کیا ہوتا ہے اللہ کی زمین و آسمان میں مخلوق میں سے اس فیصلہ کو نہ کوئی توڑ سکتا نہ کوئی مٹاوی کر سکتا نہ کوئی زائل کر سکتا نہ کوئی بدل سکتا نہ کوئی ختم کر سکتا نہ اس میں کوئی اضافہ کر سکتا نہ کمی کر سکتا۔

تشریح: (۴۹) بندہ کی خطا اور نہ سچی حد جو ارادی کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر اس کے مقدر میں عمل خطا ہے تو ایسے ہی اس پر ظاہر ہو گئے جس سے وہ خطا کا مرتکب ہو۔ اور اگر مقدر میں عمل صالح مقدر ہے۔ تو عمل صالح کے اسباب پیدا ہو گئے اس کے برخلاف نہیں ہوگا۔

(۵۰) اللہ تعالیٰ کا علم وحی وایدی ہے۔ وہ تخلیق سے پہلے اور تخلیق کے بعد کے تمام احوال سے باخبر ہے۔ جو کائنات میں اب تک ہو چکا اور جو کچھ آئندہ آئے گا یہ سب اس کے علم وحی میں ہے۔ اور اس کے پاس ہم الکتاب (علم قدیم) میں لکھی ہوئی ہیں۔ ارشاد باری ہے وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا غَسَقُ السَّمَاءِ وَمَا فِيهَا سَبْعُ مِائَاتٍ وَلَا حِجَابٌ لِنُورِ عِلْمِنَا فِي الْأَرْضِ وَلَا يُطْلَبُ وَلَا يَمَسُّ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ۔ (انعام) اور وہ جانتا ہے جو کچھ فطری و نوری میں ہے اور جو پیدا کر رہا ہے اس کو بھی جانتا ہے۔ اور جو دائرہ زمین کی چکر کیوں میں ہوتا ہے اور رطب و لیس میں

سب لوح محفوظ (اللہ کے علم قدیم) میں محفوظ ہیں۔

اس میں ان شریکین، صاحبین اور فلاسفہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں ہوتا ان کے واقع ہونے سے پہلے حالانکہ یہ تقدیر الہی۔ اس کے علم محیط کے مطابق ہے جو کفر ہے۔

تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تقدیر مہرم۔ (۲) تقدیر مطلق۔

(۱) تقدیر مہرم: اللہ تعالیٰ کا محکم نہ بدلنے والا فیصلہ، جس کو مخلوق میں کوئی ہل نہیں سکتا اس میں کوئی ترمیم و تبدیلی کر سکتا۔ ارشاد باری ہے: مَا يَفْتَحُ اللَّهُ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ (فاطر) جو کچھ کھول دے اللہ لوگوں پر رحمت تو اس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جو کچھ روک رکھے تو اس کو کوئی اس کے سوا نہ بھیجے والا نہیں۔ وَإِنْ يُمْسِكْ اللَّهُ بَصُرًا فَلَا كَاشِفَ لَهُ وَإِنْ يُرْسِلْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ (نور) اگر پیچھے لے تو اللہ کوئی تکلیف تو اس کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اور اگر چاہے وہ تیرے ساتھ کوئی ہلائی۔ تو اس کے فضل کو کوئی ہل نہیں سکتا۔ وَاللَّهُ يَخْتَصِمُ لَا مُعَصِّتَ لِمُخْتَمَرٍ (مر) اور اللہ فیصلہ کرتا ہے اس کے فیصلہ کا کوئی تعاقب نہیں کر سکتا۔ وَلَا مُمْسِكُ لِلْكَفَّاتِ اللَّهُ (انعام) اللہ کے کلمات (احکام) کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ سب آتش تقدیر مہرم کی بدلیں ہیں۔

(۲) تقدیر مطلق: اللہ تعالیٰ کا کسی حکم کو کسی عمل پر مطلق کر دینا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں کسی شخص کے حلقی لکھ دیا کہ اگر اس نے حج کیا تو اس کی عمر میں سال ہوگی اور اگر حج نہیں کیا تو اس کی عمر چار سال ہوگی۔ تقدیر کی یہ قسم وہ ہے جس میں شرط کے مطابق کمی زیادتی و ترمیم و تبدیلی ہوتی ہے۔ تقدیر کی اسی قسم کے حلقی ارشاد باری ہے: يَخْتَصِمُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُخْتَصِمُ وَأَمَّا الْكِتَابُ

اللہ تعالیٰ ۲۵۸ ہے جو جاتا ہے اور باقی رکھتا ہے۔ اور اس کے پاس اصل کتاب یعنی

علم قدیم ہے (مر ۱۷ ص ۳۶)

حدیث رسول سے بھی انکی تائید ہوتی ہے۔ لَا يُرَدُّ الْقُدْرُ إِلَّا الْمُدْعَاةُ وَلَا يَزِيدُ فِي الْفَخْرِ إِلَّا الْمُبْرُ (مشکوٰۃ باب البر والصلۃ)
 خلاصہ یہ ہے کہ تقدیر الہی کو نہ کوئی بدل سکتا اس میں اس کے سوا کوئی کی زیادتی کر سکتا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (فاطر) اضافہ کر کے مخلوق میں جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔
 أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا (رحمہ) کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم زمین کو چلے آتے ہیں گھٹاتے انکے کناروں سے۔

(۵۱) وَلَا يَكُونُ مَكُونٌ إِلَّا بِتَكْوِينِهِ وَالتَّكْوِينُ لَا يَكُونُ إِلَّا حَسَنًا. (۵۲) وَذَلِكَ مِنْ عَقِيدَةِ الْإِيمَانِ وَأَصُولِ الْمَنْفِقَةِ وَالْإِغْوَاءِ بِتَوْحِيدِ اللَّهِ تَعَالَى وَرَبُّوبِيَّتِهِ كَمَا قَالَ تَعَالَى وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقْدَرَهُ تَقْدِيرًا. وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قُدْرًا مُقْدَرًا.

ترجمہ: (۵۱) اور کوئی مکنون (مخفی) نہیں ہوتا مگر اس کی تکوین (خلق) سے۔ اور تکوین نہیں ہوتی مگر حسن۔ (۵۲) اور ان تمام حقائق کو تسلیم کرنا ایمان کی پہلی۔ معرفت کی بنیاد اور توحید باری اور اس کی ربوبیت کا امتزاج ہے۔ جیسکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقْدَرَهُ تَقْدِيرًا (الفرقان) اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا ایک انداز شمار لایا سو کہانِ اَمْرُ اللَّهِ قُدْرًا مُقْدَرًا (احزاب) اور خدا کا حکم مقرر ہو چکا تھا۔

تشریح: (۵۱) اللہ تعالیٰ جیسے الہی ذات میں یکتا ہے ایسے ہی الہی صفات میں بھی یکتا ہے۔ اور مخلوق جیسے الہی ذات کے بعد سے اس کی تخلیق کی خارج ہے ایسے ہی صفات میں بھی۔ اس کی تخلیق کی خارج ہے، پس مخلوق میں تمام صفات اس کی صفات سے نیچے ہوتی ہیں۔ چنانچہ بقدرِ مہر و مہر میں اس کی رحمت سے۔ تقدیر اس کی تقدیر سے عالم اس کی تعلیم سے گروہ اس کی تحلیل سے ہدایت یافتہ اس کی صفت

ہدایت سے ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر صفت کا حامل ہے۔

(۵۲) شرع عقیدۃ الطحاویہ کے حاشیہ میں۔ عقد کے بجائے عقد کہ کالفظ ہے اور دونوں درست ہیں کیونکہ عقد کے معنی چٹکی کے ہیں۔ اور عقد کہ کے ذریعہ ایران میں چٹکی ہوتی ہے ارشاد باری ہے۔ صُنِعَ اللّٰهُ الَّذِي اتَّقَى كُلَّ شَيْءٍ بِإِثْنِهِ خَاشِعٌ بِنَا تَقَفُّوْنَ (شمس) یہ کاری گری اللہ کی جس نے ہر چیز کو درست کیا ہے شک وہ تمہارے افعال سے باخبر ہے۔

مصنف کی مرتب عبارت سے اس جانب اشارہ ہے کہ ایمان میں قوت معرفت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور معرفت کی اساس توحید باری کا اقرار ہے۔ اور توحید کی تکمیل دو چیز سے ہوتی ہے۔ (۱) توحید فی الخلق۔ (۲) توحید فی الامر۔

(۱) توحید فی الخلق: یعنی مخلوق کی ذات و صفات کا خالق۔ مخلوق۔ رب۔ مانع۔ مزار۔ قیوم وغیرہ صرف اللہ کو جانے۔ (۲) توحید فی الامر: شارع اور حاکم صرف اللہ کو جانے۔ تمام امور میں اسی کی حکومت کو تسلیم کرے۔

توحید کی یہ دونوں قسمیں تقدیر کے اقرار اور ان تمام حقائق کو تسلیم کرنے سے مکمل ہوتی ہیں۔ یعنی اس بات کا اقرار کرے کہ تقدیر بنائے والا صرف اللہ ہے اور اس نے ہر چیز کو مقدر کر دیا۔ مخلوق میں ممکن یا کسی حکم کا نازل کرنا اسی تقدیر کے تحت ہوتا ہے۔ جن میں ذکر کردہ دونوں آیتوں میں توحید کی ان دونوں قسموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۵۳) قَوْلًا لَّنْ صَارَ لِلّٰهِ فِي الْقَدْرِ خَصِيْمًا وَاَخْضَعَ لِلنَّظَرِ فِيْهِ لَبًّا مَقِيْمًا لَقَدْ اَتَمَسَ بِوَقْفِهِ فِي فَحْصِ الْقَبْلِ صِرًا خَصِيْمًا وَغَاذَ بِمَا قَالُ فِيْهِ اَلْمَا كُنَّا اِلَيْهَا. (۵۴) وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ حَقٌّ كَمَا بَيَّنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي كِتَابِهِ وَهُوَ مُنْظَرٌ عَنِ الْعَرْشِ وَبِمَا قُوْنَةُ مُجِبُّ بِكُلِّ شَيْءٍ وَلَوْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يَخْزَ عَنِ الْاَسْخَاةِ خَلْفَهُ.

ترجمہ: (۵۳) پس ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو تقدیر کے مسائل پر

جنگل ہو گیا اور ہمارے دل کے ساتھ اس میں غور و فکر کی باتیں اس نے اپنے وہم و گمان کے مطابق غیب کی جستجو میں چھپے ہوئے راز ہائے خداوندی کی (بے لاکھ و لا حاصل) تلاش کی۔ اور تقدیر کے مسائل کو جان کرنے میں کذاب اور ہتھیرو پرور بن گیا۔ (۱۱۵۳ اور ۱۱۵۴) عرش و کرسی برحق ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا اور وہ عرش اور طہر عرش سے بے نیاز ہے۔ ہر چیز کو محیط ہے۔ ہر چیز پر قلب و نفیث رکھتا ہے۔ اس کی خلق اس کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔

تشریح: روحانی طور پر اگر دل ایمان اور نور ہدایت سے ملتی ہے تو وہ قلب سلیم اور زکوة دل کہلاتا ہے۔ اور وہ باطن اور بری چیزوں سے نفرت کرتا ہے۔ ان کی طرف التفات نہیں کرتا۔ اور اگر کفر و شرک کی گرداب میں پھنس جاتا ہے تو اس کو مردہ قلب کہتے ہیں اور اگر وہ بری چیزوں سے نفرت نہیں کرتا بلکہ انہیں قبول کرتا ہے تو وہ دل بیمار کہلاتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اس میں ایسی کج روی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اچھے برے اور معروف و منکر میں فرق نہیں کر پاتا اور یہ کج روی جس قدر بڑھتی جاتی ہے اس کا معیار و تفریق تاحیٰ گر جاتا ہے۔

قلب کا مرض دو طرح کا ہوتا ہے (۱) مرض علمی یعنی مرض شہادت۔ (۲) مرض عملی یعنی مرض شہادت۔ ان دونوں میں زیادہ مضر مرض شہادت ہے۔ اور اس میں بھی تقدیر کے مسئلہ میں حیرت و تذبذب ہو کر خطرناک ہے۔ تقدیر کے مسئلہ میں سکوت تسلیم و انتہاء۔ سلامت قلب اور زکوة ولی ہے۔ اور اس میں اب شاپ سنگھڑ خیال آرائی لا حاصل جو مردہ ولی اور مریض ہونے کی علامت ہے۔ اور شاپ ہاری ہے۔

لَوْ مِنْ كُنَّانٍ مَثَلًا فَأَخَذْتَنِي وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَنبَسِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَأَمْسِ بِغَارٍ مُبْتَلًى (انعام) ہر ایک شخص جو کہ مردہ تھا۔ پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو دی روشنی کہ لئے پھرتا ہے اس کو لوگوں میں برابر ہو سکتا ہے اس کے جس کا حال یہ ہے کہ پڑے اندھروں میں وہاں سے نکل نہیں سکتا۔

(۵۳) ارشاد باری ہے وَهُوَ الْعَفْوَزُ الْوَدُودُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ (بروج) یعنی ہے بخشش والا محبت کرنے والا، عرش کا مالک بڑی شان والا۔ معلوم ہوا کہ عرش برحق ہے مگر ظالمہ اسکا انکار کرتے ہیں۔ وَبِسْمِ كَرِيمِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (بقراء) اس کی کرسی آسمان و زمین کو دسج ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کرسی بھی برحق ہے۔ کرسی عرش کے لئے زینہ کی طرح ہے۔ جس کے ذریعہ بلند عرش پر چڑھا جاتا ہے۔ (بدایہ والنہایہ)

چونکہ اللہ تعالیٰ عرش و کرسی کا خالق ہے۔ اور خالق مخلوق سے مستغنی ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ عرش و کرسی سے بے نیاز ہے۔ البتہ اس نے عرش و کرسی اس لئے پیدا کی تاکہ اس کی شان سلوکیت کا اظہار ہو۔ کیونکہ شای لوہزماں میں شای تخت اور شای کرسی ہوتی ہے۔ اسی لئے آیت باری شَمُّ اسْتَوْی غُلْبِ الْعَرْشِ میں اللہ کے عرش پر قیام کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کی ایک صورت ہوتی ہے۔ اور ایک فرض و عادت یعنی ملک پر پورا تسلط و اقتدار کی صلاحیت کا حاصل کرنا حق تعالیٰ کے استوی علی العرش میں یہ حقیقت یعنی پورا تسلط و اقتدار بدرجہ کمال موجود ہے۔ کہ نظام کائنات پر مکمل شاہد و مالک نہ صرف کا حق ہے رد و نوک اس کو حاصل ہے۔ لیکن استوی غلبی العرش کی ظاہری کیفیت کیا ہے۔ تو اس میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا عرش پر قیام اس کی شاہین شان ہے۔ مخلوق کی طرح نہیں۔

عرش کی مثال قبہ مجسم ہے جیسے کائنات پر کوئی قبہ ہو داپے ماتحت کو محیط ہو اللہ تعالیٰ عرش اور عرش کے ماتحت و افوق کو محیط ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احاطہ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فلک کی طرح ہے۔ وراں میں حکومت داخل ہیں۔ اللہ کی ذات اس سے بالاتر ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و وسعت علم قدرت و حفاظت تصرف و تدبیر کے اعتبار سے تمام عالم اس کی منگی میں ہے۔ البتہ مخلوق اس کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔ ارشاد باری ہے، وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا۔ (طہ) لوگ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

(۵۵) وَتَقُولُ إِنَّ اللَّهَ يَتَّخِذُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا. وَكَلَّمَ مُوسَى
تَكْلِيمًا إِمَامًا وَتَضَلُّقًا وَتَسْلِيمًا. (۵۶) وَتُؤْمِنُ بِالْمَلَائِكَةِ
وَالنَّبِيِّنَ وَالْكَتُبِ الْمُنَزَّلَةِ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَتَشْهَدُ أَنَّهُمْ كَانُوا
عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ. (۵۷) وَتُسَمِّيَ أَهْلَ قِلْبِهَا مُسْلِمِينَ مُؤْمِنِينَ
مَا دَامُوا بِمَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مُعْتَرِفِينَ وَلَهُ
بِكُلِّ مَا قَالَهُ وَأَخْبَرَهُ مُضِلِّينَ.

ترجمہ: (۵۵) اور ہم کہہ ایمان۔ تصدیق قلبی۔ اور حلیم در خدا کے ساتھ
کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا۔ اور موسیٰ سے بات
کی۔ (۵۶) اور ہم ملائکہ۔ انبیاء۔ اور رسولوں پر نازل کی گئی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔
اور اس بات کی کوئی دینے ہیں کہ انبیاء کرام واضح حق پر تھے۔ (۵۷) اور ہم قبلہ کو اس
وقت تک مسلمان مومن سمجھتے ہیں جب تک وہ اس شریعت کے معترف رہیں جو رسول
اکرمؐ سے کرتے اور آپؐ کے تمام اقوال و املادیت کو مدق دل سے تسلیم کرتے ہیں۔

تشریح: (۵۵) معترفہ، حمیدہ اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ محبت، محبت اور محبوب کے
درمیان مناسبت پر ہوتی ہے اور قدیم وحدوث کے درمیان کوئی
مناسبت نہیں اس لئے ابراہیمؑ خلیل اللہ۔ موسیٰؑ کلیم اللہ۔ حضور حبیب اللہ نہیں
ہو سکتے۔ اس خیال ناسد کا فتنہ مول جعفر بن دہم ہے۔ خلد بن عبد اللہ القشیری نے
جو عراق کے امیر تھے اس کو ای جرم میں عید الاضحیٰ کے دن قتل کیا تھا قرآن کریم
میں اللہ نے ابراہیمؑ کے خلیل اللہ اور موسیٰؑ کے کلیم اللہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس لئے
اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ارشاد باری ہے۔ (تَحْفَظُ - اللَّهُ - إِبْرَاهِيمَ
خَلِيلًا -) (نہ) وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا - (نہ)

(۵۶) ایمان کے سات اجزاء ہیں۔ جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان کے بغیر
کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ (۱) اللہ پر ایمان لانا۔ (۲) فرشتوں پر ایمان لانا۔ (۳) تمام
رسولوں پر ایمان لانا۔ (۴) اللہ کی قسم آسمانی کتابوں پر ایمان لانا۔ (۵) فرشتوں پر

ایمان لاء (۶) اللہ پر ایمان لانا۔ (۷) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے (جنت جہنم) پر ایمان لانا۔ ارشاد ہدی ہے۔ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَأَتْهُ وَكُتِبَ وَرُسُلُهُ لَا تَفْرُقَ بَيْنَ أَخَذَ مِنْ رُسُلِهِ۔ (بقرہ مکیان لیا رسول نے جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی سب نے مان لیا۔ اللہ کو اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو ہم اس کے رسولوں میں کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلَأَتْهُ وَكُتِبَ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا۔ (نہ) جو انکار کرے اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا یوم آخرت کا تو وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُوْنَ اَنْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُوْلِهِ وَيَقُولُوْنَ نُوْحٌ مِنْ بَعْضِ الْمَكْشُوفِ وَيَقُولُوْنَ اَنْ يُخَفِّضُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًاۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا۔ (نہ) ہے شک جو لوگ اللہ۔ اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کر دیں اور کہتے ہیں ہم بعض کو مانتے ہیں بعض کو نہیں مانتے اور اس کے درمیان راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں سو یہ لوگ بکے کافر ہیں۔

خلاصہ تقریباً ان تمام باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ یا ان کے معانی میں تحریف کرتے ہیں۔

(۷۷) مسلمان جب تک دین کی بنیادی اور ضروری باتوں کا منکر نہیں ہو گا کسی مومن کو حلال نہیں جائے گا تو محض کلمہ کے اور کتاب کی وجہ سے کافر نہیں کہا جائے گا۔ ایسے ضروریات دین کا منکر مسلمان اور اہل قبلہ شہداء ہو گا۔ اگرچہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو۔ ضروریات دین کے مانتے والے کو قرآن نے مسلمان کہا ہے۔ ارشاد ہدی ہے۔ جِلَّةٌ اُنْبِئْكُمْ اَنْزَا اَحْقَمَ هُوَ نَسَاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلِ وَهِيَ هٰذَا (۷) تمہارے باپ اور ہم کا دین اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس قرآن

ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس امت مسلمہ کا لقب مسلمان اس کے وجود سے پہلے ہی ہے۔ اور اس کے وجود کے بعد بھی قرآن نے اسکو مسلمان کہا ہے۔

(۵۸) وَلَا تَخَافُ فِي اللَّهِ وَلَا تُعَارِي فِي دِينِ اللَّهِ. (۵۹) وَلَا تُجَافِلُ فِي الْقُرْآنِ وَلَنْ تُشْهَدَ أَنَّهُ كَلَامُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ لِنُفُوسِ الْمُتَوَكِّلِينَ مُحَمَّدًا مَبْنِيًّا لِلَّهِ عَلَيْهِمْ ذَنْبُهُمْ وَغُلِيَ عَلَيْهِ وَأُضْغِطَ بِهِ أَجْمَعِينَ وَكَلَامُ اللَّهِ لَا يُسَاوِيهِ فَنَسِيَ مِنْ كَلَامِ الْمَخْلُوقِينَ وَلَا يَقُولُ بِخَلْقِهِ وَلَا تُخَالِفُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ

(۵۸) اور ہم ذات خداوندی میں غور و خوض نہیں کرتے۔ اور نہ دین الہی میں جھگڑا کرتے۔ (۵۹) اور نہ ہم قرآن کریم کے (ظاہر اور معنی) میں جھگڑا کرتے اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے۔ جسکو روح الامین (جبریل) لے کر اترے پھر سید المرسلین محمد ﷺ و علی آئمہ و صحابہ اجمعین کو یہ کلام سکھایا۔ اور یہ کلام الہی ہے۔ مخلوق کا کلام اس کے مساوی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہم وہی قرآن کو مخلوق کہتے اور ہم (کسی بھی مسئلہ میں) جماعت مسلمین کی مخالفت نہیں کرتے۔

(۵۸) اللہ کی ذات و آیات میں غور و خوض کا مطلب ہے ایسے خیالات و سہوہ طل رائے اور بے دلیل شکوک و شبہات کا اظہار جو اللہ کا ذوق دین سے دور کر دے مثلاً اللہ تعالیٰ کو انسانی صفات سے متصف کرنا اور شاد باری ہے۔ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ (عد) اور یہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ۔ (سومن) ”جو جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر کسی سند کے جو بھٹی ہوئی کو“

اسی طرح خواہش پرستوں کو شکوک و شبہات باطلہ کی وجہ سے اہل حق سے عاصم کرنا دین الہی میں عاصم کرنا ہے جو تمام اہل الطاغوت کے خلاف ہے۔ یعنی اپنے مسائل و معاملات کو دین الہی سے منہ کر کے خا خا خا خا خا خا سے حل کرتا ہے۔

جس سے منع کیا گیا ہے۔ اور اس طرح کا کاسرہ و محرکہ دعی بھی ہے اور حق کا یا صل سے التماس اور دعوت الیہ اس طرح بھی۔ ارشاد باری ہے۔ یُرِيدُونَ اَنْ يُتْعَاكُمُوهَا اِلَى الْمُلْكُوتِ وَقَدْ اُمِرُوا اَنْ يَكْفُرُوا بِهِ۔ (نہ) چاہتے ہیں کہ فیضِ بھائی شیطان کی طرف اور حکمِ ہر چکان کو کہ اس کو نہ مانیں۔ وَقَالُوا اَللّٰهُمَّ خُذْهُمْ مِمَّا هُمْ شَرُّهُمْ لَكَ اَلَا جِدَلًا۔ (زخرف) اور کہتے ہیں ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ یہ مٹا جو دیتے ہیں تم پر سو بھگتے کو۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْفُرُوا بِالْحَقِّ وَانْتُمْ تَعْتَمِدُونَ۔ (ہود)

(۵۹) قرآن کریم میں ہمارے کا مطلب ہے۔ اس کے الفاظ و محال میں ہے جا تاویل و تحریف تاکہ الی حق میں اختلاف ہو۔ اور ان کے نیلاات متفرق ہو جائیں۔ یہ الی باطل کا طریقہ ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ وَيُخَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيَكْحَسُوا بِهِ الْحَقِّ۔ (نہ) اور جھوٹا کرنے میں کافر مجھو جھوٹا کہ اندر اس سے بچی بات کو۔

قرآن کریم کے بارے میں اس بات کی شہادت بھی عقیدہ کی بنیاد میں داخل ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔ بلکہ کلامِ الہی ہے۔ اور خداوندی محض ہے۔ اس کا کلام الہی اور مجزہ ہوا اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے پہلے پورے قرآن۔ پھر دس سورہیں۔ پھر ایک سورہ۔ یہاں تک کہ ایک آیت اور ایک بات کا مثل لانے کا طریق انسانیت کے سامنے پیش کیا۔ اور پوری دنیا کے نصیح و ناصحان و ناصح انکام انسان۔ اس کا کس بھی طرح مثل پیش کرنے سے قاصر و عاجز رہے۔ ارشاد باری ہے۔ (۱) اَقُلُّ لِيْهِ اَجْتَنَعْتُ الْاِنْسَانَ وَالْجِنُّ غَنِيٌّ اِنْ يَّاتُوا بِمِثْلِ عَذَابِكَوَا لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ (نہ) (۲) اَمْرًا (۳) کہہ دیجئے کہ اگر ایسے جن ایسا قرآن لانے پر جمع ہو تو ہرگز انہیں گے ایسا قرآن۔ اور پڑے ہو کیا کریں ایک دوسرے کی۔ (۴) اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَاْتُوا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِّثْلِهِ۔ (حدود) کیا کہتے ہیں کہ اس کو محمد نے گمراہ ہے۔ کہہ دیجئے۔ بے اکیس کے برابر

وہ سورہیں۔ (۳) فَأَتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ (قرآن کے برابر ایک سورہ)
(۴) فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ (طور) ایسے آئیں وہاں کے برابر ایک بات۔

یہاں متعلقین یعنی علماء امت کا ملنا و ملنا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کلام اللہ فیر مخلوق ہے۔ جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ اس وجہ کی مخالفت کرتا ہے۔ غلیظ ماسون کے دور خلافت میں نکل حق امر علم و دین نے عقل قرآن کا انکار کرنے کی وجہ سے سخت ترین مصائب کا سامنا کیا۔ اور ایسی سزائیں تجلیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس کے باوجود حق پر قائم رہے۔ اور اس بات پر حلق رہے کہ قرآن کلام اللہ فیر مخلوق ہے۔

جفاکی جح میں گردن دہا شعادوں کی گناہے سر میدان گر جلی و خیمیں

(۶۰) وَلَا تَكْفُرْ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ مَا لَمْ يَسْعِفْهُ
(۶۱) وَلَا تَقُولْ لَا بَشْرَ مَعَ الْإِيمَانِ ذَنْبٌ لِمَنْ عَمِلَهُ. (۶۲)
وَنُورِجُو لِلْمُحْسِنِينَ أَنْ يَهْفُوا عَنْهُمْ وَلَا نَأْمَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا نُشْهَدُ
لَهُمْ بِالْإِيمَانِ وَنُسْخَرُ لِمُسِيئِهِمْ وَنَخَافُ عَلَيْهِمْ وَلَا نَقْطَعُهُمْ.

ترجمہ: (۶۰) اور ہم کسی اہل قبلہ کو گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہیں گے جب تک وہ (اعتقادی طور پر) گناہ کو حلال نہ سمجھنے لگے۔ (۶۱) اور نہ (اعتقاداً) یہ کہتے کہ (گناہگار مومن کو) ایمان کے ساتھ گناہ معجز نہیں۔ (۶۲) اور ہم مسخین مومن کے متعلق امید کرتے ہیں کہ اللہ ان کو صاف کر دے گا۔ اور ہم ان کے متعلق (غضب الہی سے) بے خوف بھی نہیں۔ اور نہ ہم ان کے بارے میں جنت کی (جہنمی) گواہی دیتے ہیں۔ اور ہم ان میں سے گناہگاروں کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ اور ہم ان کے جنت میں داخلہ سے سبقت دیتے ضرور ہیں، لیکن باوجود اس نہیں ہیں۔

تشریح: (۶۰، ۶۱) خروج گناہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں۔ معجز کہتے ہیں کہ گناہگار مومن ایمان سے خارج ہے مگر کافر نہیں۔ یہ فرق ایمان

و کفر کے درمیان ایک درجہ اور تسلیم کرتا ہے۔ مگر چہ کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ کوئی کچھ مضر نہیں۔ جیسے کفر کی حالت میں کوئی امانت و عہدات نافذ نہیں۔ مگر یہ تیوں عقیدے ظاہر قرآن و سنت کے خلاف ہیں۔ اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ معتدل اور قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔ وہ یہ کہ (۱) محض گناہ کے ہو کتاب سے مسلمان کو ایمان سے خارج نہیں کیا جائے گا جب تک وہ گناہ کو طہال نہ سمجھے۔ کیونکہ گناہ کو طہال سمجھنا شریعت کا ثواب ہے جو کفر ہے ارشاد باری ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ مِنْ قَتْلِ الْقَاتِلِ** (بقرہ) اسے ایمان والوں تم پر قتل کی صورت میں قصاص واجب ہے۔ دیکھئے ماقبل گناہ کبیرا ہے جس کی وجہ سے قصاص واجب کیا مگر ایمان سے خارج نہیں کیا۔ بلکہ مومن کہا اور آخرت دہی کی وجہ سے اہل ایمان کا بھائی کہا ارشاد باری ہے۔ **وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا فَتِلْكَ أُولَئِكَ الَّذِينَ هُمْ يُرِيدُونَ** (النہل) ان قال (۱) **أَنَا الْمُؤْمِنُونَ** (خوۃ) فأصلحوا **بَنِينَ أَخَوَيْكُمْ** (الحجرات) اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان صلح کرو۔ (۲) **لَا يَجْرِي** ہے شک مومن دینی بھائی ہیں۔ سو اپنے بھائیوں میں صلح کرو۔ (۳) ایمان کی حالت میں گناہ مضر ہے۔ اسی لئے ایسے آدمی کو قاتل و قاتلہ مستحق سزا کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ کہ جس کے دل میں رائی کے دت کے برابر ایمان ہو گا اس کو جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ بحالت ایمان مومن کا گناہ کی وجہ سے جہنم میں جانا گناہ کے مضر ہونے کی دلیل ہے۔ شفاعت کی آیتیں اور حدیثیں بھی اس کی دلیل ہیں کہ شفاعت مومنوں کے ساتھ خاص ہے۔ نہ کفر کی حالت میں تنگی نکالنے ہو تا خود بھی ثابت ہے۔ ابو طالب کفر کی وجہ سے مستقل جہنم میں رہیں گے لیکن ان کو تمام جہنیوں سے اہل عذاب دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں حضور کی حمایت اور نصرت کی۔ رہا حضور کا ایمان نہ کفر کے درمیان ایک اور درجہ تسلیم کرتا۔ باقی تفصیل (۶۳) کے تحت۔

(۶۲) اسی طرح ہم ان مومنوں کے بارے میں جو نیکیوں کے ساتھ گناہ بھی کر لیتے ہیں اللہ کی ذات سے امید کرتے ہیں۔ کہ دوائے ساتھ درگزر کا معاملہ فرمائے

گا۔ لیکن ہم ان کے حلق گرفت اور عذاب خداوندی سے بھی بے خوف نہیں کیونکہ
 کتابہم کی مغفرت اللہ کی حیثیت پر موقوف ہے، اور اللہ باری ہے وَنُفِخُفُورُ مَا دُونَ
 ذَٰلِكَ لِبَنِيْٓ اٰدَمَ (نور اور شرک کے علاوہ جس کی چاہے گا بھٹک کر دے گا۔
 اور ہمیں اس کی حیثیت کا علم نہیں نیز بندہ کے باطنی احوال کو بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں
 جانتا اسی لئے اس کتابہم کے بارے میں بھی مغفرت اور گرفت میں سے کسی ناپاک پہلو
 کے حلق یقین سے نہیں کہہ سکتے جس نے اپنے گناہ سے بچ چاہے دل اور اخلاص کے
 ساتھ توبہ کی ہو۔ کیونکہ اس کی توبہ قبول ہونے نہ ہونے کا کسی کو علم نہیں۔ اور اللہ
 باری ہے۔ وَآخِرُوْنَ اَعْتَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا غَنَلًا ضَالِحًا وَآخِرُ
 سَوَابِغِ غَسْنِ اللّٰہِ اَنْ یَّقُوْبَ غُلْفِهِمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (توبہ اور
 بھٹے لوگ ہیں کہ اقرار کیا انہوں نے اپنے گناہوں کا ملایا انہوں نے ایک کام نیک
 اور دوسرا بد۔ قریب ہے کہ اللہ مہربان کرے انکو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
 اَلَاۤ اٰمِنُوْۤا حٰکَرَ اللّٰہِ فَلَا یَاْمَنُ حٰکَرَ اللّٰہِ اِلَّا الْفٰقُوْمُ الْخٰسِرُوْنَ
 (اعتراف) کیا ہے اور ہو گئے اللہ کے دوسرے سو بے ار نہیں ہوئے اللہ کے دوسرے مگر
 قرطبی میں پڑنے والے۔

اسی وجہ سے ہم کسی مسلمان کے بارے میں جتنی شہادت نہیں دے سکتے کہ یہ
 جتنی سچا بھی ہو۔ علاوہ ان معصومیت کے جن کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول نے
 بشارت سنائی ہو۔

چنانچہ انصار میں ایک بچہ کا انتقال ہو گیا حضرت عائشہؓ نے کہا اس بچہ کو خوش
 خبری ہو یہ جنت کا ایک پرندہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔ یا عائشہ اللہ اعلم
 بِنَا کَانُوْۤا غٰمِلِیْنَ۔

نبی مرسل کے درمیان سے ایک باہر تھا اور انہوں نے باہر جب اس کو کہہ
 کر کہتے دیکھا تو صبح کو تا ایک روز اس نے کہا تو مجھے میرے حال پر ہمدردی کیا تھی
 میرے رب نے مجھ پر گراں مقرر کیا ہے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم اللہ تیری مغفرت

نہیں کرے گا۔ اور تجھ کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا اور اللہ کے سامنے حاضر ہوئے تو اللہ نے عابد سے کہا۔ کیا تو مجھے جانتا تھا۔ یا میری چیزوں پر قادر تھا۔ (جو تو نے قسم کھا کر اس کے جہنمی ہونے کا فیصلہ کر دیا تھا) اور گناہگار سے کہا یا میری رحمت سے جنت میں۔ اور عابد کو جہنم و سید کر دیا۔

اسی طرح بکثرت ممکنہ کرنے والے مسلمانوں کے لئے ہم استغفار کریں گے کیونکہ اللہ نے ہمیں مسلمان کے لئے استغفار کی تعلیم دی ہے۔ ارشاد باری ہے

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأَخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (مشرکہ) ہمارے رب ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے مؤمن تھے۔ لیکن چونکہ اس دعا کے قول ہونے نہ ہونے کا ہمیں علم نہیں اس لئے اس کے عذاب سے بے خوف بھی نہیں ہو سکتے اور اس کی رحمت سے ناامید بھی نہیں۔ ارشاد باری ہے لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (زمر) اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ لَا يَتَأَسُّوْا مِنْ زُوحِ الْمَلِكِ إِنَّهُ لَا يَخْشَى مِنْ زُوحِ الْمَلِكِ إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرُونَ۔ (یوسف) اللہ کی ذات سے ہاں نہ ہو اللہ کی ذات سے کافر لوگ بھاگتے ہیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ بندہ سے عذاب ساقط ہونے اور معافی کی علف درجہات ہوتی ہیں مثلاً (۱) توبہ۔ (۲) استغفار۔ (۳) حسرت۔ (۴) توبہ کی معافی۔ (۵) قبر کی معاف کیا۔ (۶) حشر کی معاف کیا۔ (۷) مسوئوں کی دعائیں مسوئوں کے لئے۔ (۸) شفاعت کرنے والوں کی شفاعت۔ (۹) اللہ کا معاف کرنا۔

بہت معلوم بندہ کی مغفرت کس سبب کے تحت ہو جائے۔

(۶۳) وَالْأَمَنَ وَالنَّاسَ سَيَكُنْ مِنْ قَبْرِ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ وَسَيَكُنُ
الْحَقُّ بَيْنَهُمَا لَا أَهْلَ الْقَبْلَةِ. (۶۱) وَلَا تَخْرُجُ الْبُيُوتُ مِنَ الْإِيمَانِ

إِلَّا بِمَجْعُودٍ مَا أُدْخِلَهُ فِيهِ. (۶۵) وَالْإِيمَانُ هُوَ الْإِثْرَارُ بِاللَّسَانِ
وَالْتَصْلُقُ بِالْجَنَانِ.

ترجمہ: اور بے غوثی اور تلامیدی یہ دونوں راستے غیر ملت اسلام کے ہیں
اور اہل قبلہ کے لئے حق راستہ ان دونوں (سید و ہم) کے درمیان
ہے۔ (۶۳) اور ہم مؤمن بعدہ کو ایمان سے خارج قرار نہیں دیں گے مگر ان چیزوں
کے اٹھ کر دینے سے جن کی بنا پر ایمان میں داخل ہوا تھا۔ (۶۵) اور ایمان زبان سے
اقرار دل سے تصدیق (اور عمل بالارکان) کا نام ہے۔

تشریح: (۶۳) یعنی صرف اللہ کی رحمت کا سیدہ وار ہوساں کے عذاب سے
خائف نہ ہو یا صرف اللہ کے عذاب سے خائف ہو اور اس کی رحمت کا
امیدوار نہ ہو یہ دونوں صورتیں اسلام سے خارج اور غیر مسلموں کا خیال باطل ہے۔
اہل اسلام کا نظریہ اور عقیدہ اس بارے میں یہ ہے کہ اس کی رحمت کی سیدہ اور اس کے
عذاب کا خوف دونوں انسان میں برابر موجود ہوں۔ اسی امید و ہم کے درمیان ایمان
ہے۔ ارشاد باری ہے: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ
أَلَيْهِمْ يَقْرِبُوا فَوْقَ حُجُوتِهِمْ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ. (یٰسرا، اکل، ۲۰) لوگ
جن کو یہ پکارتے ہیں اے اللہ! وہ صرف اسے ہی اپنے رب تک وسیلہ کہ کوں عذاب بہت نزدیک
ہے۔ اور امید رکھتے ہیں اس کی مہربانی کی اور ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے۔

لَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ وَرَبَّهُمْ خَوْفًا
وَطَمَعًا (المحمد، ۱۷) اسی میں ان کی گردنیں اٹھ اٹھ رہی ہوتی ہیں اور اپنے
رب کو ڈرتے اور لالچ ہے۔

(۶۴) اس میں معزول اور خود برج کی ترویج ہے۔ تفصیل (۶۰) کے تحت آچکی
ہے۔ نیز (۶۰) تک تو وہ بے دلیل ہے۔ اور قائل ہے۔ کیونکہ قلب کے لئے دلی
صورتح میں ہاں اس میں یقین کی کمی ہے اور اس لئے یہ اللہ کی بات نہ ہوتی ہے۔ لہٰذا
الَّذِينَ خَلَقْتُمْ فَلْيُفَكِّمُكُمْ كَالْغُرِّ وَعَلَيْكُمْ مُّؤْمِنٌ۔ (طہ، ۱۲۵) جس نے تم

کو عید کیا پھر تم میں کوئی منکر ہے کوئی ایمان دار۔ مؤمن میں یقین کی منت ہوتی ہے۔
 اور کافر میں انکار کی۔ اور شہادہ کی ہے۔ وَكَلَّمُوا بِأَيْتِنَا يُؤَقِّنُونَ۔ (سجده) اور وہ
 ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ وَضًا نَجْعُذُ بِأَيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ (حکمت)
 اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر کافر۔ رہے کلمہ کرنے والے یا منافق خود
 کافریں میں شامل ہیں اسلئے کہ ریب۔ شہ۔ کلمہ۔ نفاق۔ یہ سب کلمہ کے شعبہ ہیں۔
 اور یقین کی ضد ہیں۔ اس لئے کلمہ ایمان کے درمیان اور کوئی درجہ نہیں ہے۔

(۶۵) امام ابو حنیفہ اور ابو منصور ماتریدی کہتے ہیں کہ ایمان سبھ ہے یعنی
 صرف تصدیق قلمی کا نام ہے۔ اور اقرار باللسان احکام کے لئے شرط ہے۔ تحقیق کی
 ایک جماعت ایمان کو مرکب مانتی ہے پھر ان میں ایک فریق کہتا ہے کہ ایمان تصدیق
 قلمی اور اقرار باللسان کا نام ہے۔ یہی امام طحاوی کا خیال ہے۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ
 ایمان تصدیق قلمی اقرار باللسان اور عمل بالا رکاز کا نام ہے۔

مذہب اور خوارج کہتے ہیں کہ ایمان کا تمام اہل اسے ہے۔ وہی لئے خوارج کے
 نزدیک تاکہ اہل خارج ایمان اور داخل کفر ہے۔ مذہب کے یہاں صرف خارج ایمان
 لیکن اگر بغیر توبہ کے مرگیا تو داخل کفر ہے۔ عیسائی کی ایک جماعت اور اہل حق ملکہ کے
 نزدیک اہل اسے ایمان کی تحصیل ہوتی ہے یعنی اس سے ایمان ضرور بڑھتا ہے۔

(۶۶) وَإِنْ جَمِيعٌ مَّا أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ وَجَمِيعٌ مَّا
 صَحَّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الشُّرُوحِ وَالْأَمَانِ
 كُلِّهِ حَقٌّ (۶۷) بِوَالْإِيمَانِ وَاحِدٌ وَأَقْلَهُ لِي أَصْلُهُ سَوَاءٌ
 وَالْمُحَاضِلُ بَيْنَهُم بِالْحَقِيقَةِ بِالظُّوْهِ وَمُتَعَالِفَةُ الْهَوَى وَمُتَلَاوِمَةُ
 الْأَوَّلَى (۶۸) بِوَالْمُؤْمِنُونَ كُلُّهُمْ تَوَلَّيْتُ الرَّحْمَنَ وَأَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ
 اللَّهُ أَكْرَهُهُمْ وَأَتَتَّبِعُهُمُ لِلْقُرْآنِ

ترجمہ: (۶۶) اور بلاشبہ قرآن کریم میں نازل کردہ تمام احکام اور رسول اللہ

ﷺ سے قرینت اور شرح کے طور پر عقل تمام امور پر حق ہیں۔ (۶۷) اور ایمان ایک وحدت ہے۔ اور اہل ایمان اس کی بنیاد میں برابر ہیں اور در حقیقت ایک دوسرے پر فضیلت عیثیٰ الہی، تعزّیٰ، خواہشات نفسانی کی مخالفت اور اہل حکم پر پابندی سے عمل کی بنیاد پر نصیب ہوتی ہے۔ (۶۸) اور تمام مومنین اللہ کے ولی ہیں۔ اور اللہ کی نظر میں ان میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو ان میں اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ السلام کا زیادہ قرباں ہو اور قرآن کا زیادہ تابع ہو۔

تشریح: (۶۷) قرآن حق اور وحی قطعی ہے۔ جو انسان کے لئے ذریعہ ہدایت ہے۔ باطل کی آمیزش اس میں کسی بھی جانب سے نہیں ہو سکتی۔ **هَذَا ذِكْرُ مُبَارَكِ أَنْزَلْنَاهُ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ** (انجیل) اور یہ ایک نصیحت ہے۔ ہر کت کی جو ہم نے چل کی سو کیا تم اس کو نہیں مانتے۔

حضور اکرم ﷺ کے ہوشیاری دو طرح کے ہیں: (۱) جن میں احکام جدیدہ کو شروع فرمایا گیا جو قرآن میں مذکور نہیں ہیں۔ (۲) جن میں احکام قرآن کی وضاحت اور تفسیر فرمائی ہے۔ معنی سے من النصیر والفتیان فرما کر الہی دونوں قسموں کی پہلی اشد کیا ہے۔ ارشاد باری ہے: مَا آفَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (شر) جس چیز کا رسول تمہیں حکم دیں اس کو اختیار کرو۔ اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے رک۔ ہَلَا أَفْزَلْنَا الْفَيْكُ الذِّكْرُ لِقَتْنِ لِلنَّاسِ مَا تَزِيلُ لَنَنْهَيْكُمْ لِقَتْنِمْ يَنْفَكُونَ (محل) اور چل کیا ہم نے تجھ پر قرآن تاکہ تو یہاں کرے لوگوں کے سامنے جو ان کی طرف چل کیا گیا اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک قرآن دو حدیث دونوں جہت شرعیہ ہیں ان سے احکام شرعی ثابت ہوتے ہیں۔ بخلاف فرقہ خالصہ، حنفیہ، حنبلہ، معتزلہ اور وائس وغیرہ کے کہ یہ حدیث کے تحت ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

(۶۷) جس طرح انسان حیوانِ مطلق ہونے میں برابر ہیں اور مگر عوامی کی وجہ سے ان میں امتیاز ہو جیسے ایسے ہی تمام مومنین نفس ایمان میں برابر ہیں یعنی جن

چندوں کے تسلیم کرنے اور اعتقاد رکھنے سے انسان مومن بناتا ہے وہ چیزیں سب کے لئے برابر درجہ رکھتی ہیں پر ایمان ورا کے لئے ان کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ کسی ایک چیز کے چھوڑ دیے جانے سے وہ مومن نہیں ہوگا۔

البتہ مومنوں میں فرق مراتب تقویٰ۔ اخلاق۔ صف۔ اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان کی زیادتی کو قبول نہیں کرتے بلکہ اعمال کی زیادتی کو قبول کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے فرق مراتب ہوتا ہے۔ اور شادی ہے

ثُمَّ أَرْسَلْنَا الْكِتَابَ بِالَّذِينَ أَسْلَفْنَا مِنْ صِبْيَانِنَا فَهَنُوهُمْ خَالِفًا لِنَفْسِهِمْ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بَادِينَ إِلَهُ ذَلِكُمْ هُوَ الْمُفْضِلُ الْكَبِيرُ (طہر) پھر ہم نے وراثت کے کتب کے وہ لوگ جو ہم نے جن لیا اپنے بعدوں میں سے پھر کوئی ان میں برا کرتا ہے اپنے لئے۔ اور کوئی ان میں سچ کی حال پر ہے۔ اور کوئی ان میں کلمے بدھ کیا ہے لیکر خیریں اللہ کے حکم سے بھی ہے پڑی بزرگی

فَمَنْ هُنَّ يَسْتَعْرِى الَّذِينَ يَغْلِبُونَ وَالَّذِينَ لَا يَغْلِبُونَ إِنَّا نَسْأَلُكُمْ أَوْلَئِكَ الْآلِيَاب (زمر) کہہ دیجئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں صرف الٰہی صحت حاصل کرتے ہیں۔ بَرَفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (ہود) اللہ بلند کرے گا ان کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں تم میں سے اور علم رکھنے والے۔ اِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ فَتَقَالُمْ (حجرات) بلاشبہ تم میں اللہ کی نظر میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہو۔

(۶۸) مومن سب اللہ کے ولی اور دوست ہیں لیکن یہ دو قسمی انسانوں میں نہیں ہے جو امتیاج پر موقوف ہوتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ امتیاج سے بے نیاز ہے۔ پھر جس طرح مومن نفس ایمان میں مبتلا ہیں نفس و لایعت میں بھی برابر ہیں۔ اور ولایت میں فرق مراتب تقویٰ۔ اخلاقیہ۔ اعمال صالحہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ جو سچی ہیں اور قرآن و سنت کے زیادہ متبع ہیں ان کو بلاشبہ کمال کا درجہ حاصل ہو گا۔ اور عوام مومن کو ولایت ناقصہ حاصل ہوتی ہے۔ اور شادی ہے: اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ

آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَٰئِكَ لَئِيْلٌ
الْمَكَائِلُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ (قرآن مجید) وہی ہے
مومنوں کا حال ہے انکو ظلمتوں سے نور کی جانب۔ اور جو کافر ہیں ان کے وہی شیطان ہیں
نکالتے ہیں ان کو نور سے ظلمتوں کی جانب۔ اِنَّا وَلِيُّكُمْ الْمَلٰٓئِکَةُ وَنُحُوْرُوْهُ
وَالَّذِیْنَ آمَنُوا (امامہ) تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے۔ اور اس کا رسول اور جو ایمان
لائے۔ ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ جیسے مومن اللہ کے وہی ہیں۔ اللہ اور اس کے
رسول بھی مومنوں کے وہی ہیں اور خود مومنین بھی آپس میں ایک دوسرے کے وہی ہیں۔
جیسے مومن اللہ سے محبت کرتا ہے اللہ بھی مومن سے محبت کرتا ہے اور خدا باری ہے
يُجِبُّهُمْ وَيُجِبُّوْهُ۔

علامات اور عیالیں سب کی سب ایمانی شعبہ ہیں اور سماجی اور برائیاں سب کی
سب کفریہ شعبہ ہیں مگر فرق یہ ہے کہ شعبہ کفر کی جڑ اللہ ہے اور شعبہ ایمان کی بنیاد
تصدیق پر ہے اس لئے ایسا ہو سکتا ہے کہ انسان کافر نہ ہو اور کفریہ عمل کرے۔ اور
انسان کافر ہو اور ایمانی عمل کرے لیکن کافر ہونے کا اطلاق اللہ کے وقت ہوگا
اور مومن ہونے کا اطلاق تصدیق و اعتقاد کے بعد ہوگا۔

(۶۹) وَالْإِنصَافُ هُوَ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْحَقُّ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْقَبْرُ خَيْرُهُ وَشَرُّهُ وَخُلُوعُهُ وَغَيْرُهُ
مِنَ اللَّهِ تَعَالٰی (۷۰) وَلَنَحْنُ مُؤْمِنُونَ بِذَلِكَ كُلِّهِ لَا تَفَرَّقْ بَيْنَ
أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَتَصَدَّقْ كُلَّهُمْ عَلَى مَا جَاءُوا بِهِ۔

ترجمہ: اور ایمان (کے ساتھ ایمان ہیں) کہ وہی ہے ایمان (۶۹) اللہ
(۶) اس کے فرشتوں پر (۳) اس کی کتابوں پر۔ (۴) اس کے
رسولوں پر۔ (۵) ہم آخر پر۔ (۶) میرے کہ جو وہی اللہ کے جانتے ہے۔
(۷) بھی بری، شر، اور کروی (سب) اللہ کے کہ وہی اللہ ہونے

پر اور ہم ان تمام مذکورہ حقائق پر ایمان رکھتے ہیں اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور جو پیغمبر لائے تھے اس کی (تہ دل سے) تصدیق کرتے ہیں۔

توضیح: (۶۷) ایمان کے بدلے میں تحصیل (۵۶) کے تحت گذر چکی ہے۔
 بحث بعد الموت پر قرآن کی بہت سی آیات دلائل کرتی ہیں۔ ارشاد
 باری ہے۔ **مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً**
أُخْرَىٰ۔ ہم نے اسی (مٹی) سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں دوبارہ لوٹائیں گے اور اسی سے
 دوبارہ جدا کریں گے۔

یعنی قسمت میں جس قدر اچھائی یا برائیاں مقدر ہیں سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اس بات پر حقیقہ ایمان ضروری ہے۔ خدا باری ہے قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا آلَا مَا كَفَبَ اللَّهُ لَنَا (توبہ) کہہ دیجئے۔ ہرگز نہیں پہنچے سکام کو مگر وہی جو اللہ نے اس کے لئے لکھ دیا۔ اِنْ تُصِيبْهُمْ خَسَفَتْ يَوْمَئِذٍ هَذِهِ مِنَ اللّٰهِ وَاِنْ تُنصِبْهُمْ سَهْنَةً يَغْزِلُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (سجود) اگر ان کو پہنچے کوئی بھلائی تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر پہنچے ان کو کوئی برائی تو کہتے ہیں یہ میری طرف سے ہے۔ کہہ دیجئے کہ (بھلائیوں اور برائیوں) سب اللہ کی طرف سے ہے۔

(۷) اصولی طور پر تمام انبیاء کا دین ایک ہے اس لئے تمام انبیاء اور ان کے
 لائے جوئے دین پر ایمان لازم و ضروری ہے۔ کسی ایک کا انکار تمام نبیوں کا انکار ہے جو کفر
 ہے۔ اللہ باری ہے قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا (الہی اَنْ قَالِ)
 وَمَا نُؤْتِي السَّابِقُونَ مِنْ رَّحْمَةٍ لَا تَنْزِقُ مِنْهُنَّ اُحَدَ مِنْهُمْ وَنُفَعْنَ لِه
 مُسْلِمُونَ (عرو) کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا۔ (الہی
 اَنْ قَالِ) کہ جو نبیوں کو نیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔

(٧١) وَأَهْلَ الْكِتَابِ مِنْ أُمَّةٍ مُعْتَدِلَةٍ صَالِحٍ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
الْأَوَّلِ لَا يَخْلِفُونَ إِذَا مَاتُوا وَهُمْ مُؤْمِنُونَ وَإِنْ لَمْ يَكُونُوا أَتَابِينَ

بَعْدَ أَنْ لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ خَائِفِينَ وَهُمْ فِي مَشِيئِهِ وَحُكْمِهِ ابْنِ
 خَاءَ ظُفَرٍ لَهُمْ رَافِقًا يُضْلِيهِمْ كَمَا ذَكَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ
 وَيُغَيِّرُ مَا هُوَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَإِنْ خَاءَ عَذَابَهُمْ فِي النَّارِ يَقْبِضُ
 جَنَابَتَهُمْ بِعَذَابِهِ. ثُمَّ يُخْرِجُهُمْ مِنْهَا بِرَحْمَتِهِ وَشَفَاعَةِ الشَّافِعِينَ
 مِنْ أَهْلِ عِلَاقِهِ ثُمَّ يَبْعَثُهُمْ إِلَى جَنَّتِهِ ذَلِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ جَلَّ جَلَالُهُ
 مُؤَلَّى لِأَهْلِ تَعْرِفِهِ وَلَمْ يَبْسُطْهُمْ فِي الْمَنَازِلِ كَمَا هَلْ تَكْرِيبِهِ
 الَّذِينَ خَائِبُوا مِنْ عَذَابِهِ وَلَمْ يَمُتُوا مِنْ وَلَاقِيهِ اللَّهُمَّ يَا وَلِيَّ
 الْإِسْلَامِ وَأَهْلِهِ مُسْكِنًا بِالْإِسْلَامِ حَتَّى تَلْقَاكَ بِهِ.

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کی امت میں کبیرہ گناہ کرنے والے جنم میں
 جابگیر کے جین ہمیشہ اس میں نہیں رہیں گے بشرطیکہ وہ موت کے
 وقت توحید کے قائل ہوں اگرچہ انہوں نے توبہ نہیں کی بعد اس کے کہ بحالت
 ایمان جان ہاں آفریں کے پردہ کی لاد یہ (نیل کبیر) اللہ کی حیثیت اور اس کے علم
 کے تحت ہو گئے اگر وہ چاہے تو اپنے فضل سے ان کی بخشش کر دے اور ان کو معاف
 کر دے جیسا کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب قرآن میں فرمایا یُخَفِّرُ ضَالُّونَ ذَلِكَ
 لِمَنْ يَشَاءُ (نہ) مکر و شرک کے علاوہ جسکی چاہے گا مغفرت کر دے اور اگر وہ
 چاہے تو اپنے عدل و انصاف کے مطابق پتھر و جہنم کو جہنم میں سزا دے پھر انہیں
 اپنی رحمت اور نل طاعت کی سفارش سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دے یہ
 اس وجہ سے ہو گا کہ اللہ جل جلالہ نل ایمان کو دوسرا رکھتا ہے۔ اور انہیں ان سگریں
 کی طرح دینا و آخرت میں ہمیشہ کے لئے رسوا نہیں کرے گا جو اس کی ہدایت سے
 محروم رہے۔ اور اس کی ولایت کو نہیں پہنچ سکے اسے اللہ اسلام اور نل اسلام کے
 ولی (رفیق) ہمیں اسلام پر برقرار رکھ یہاں تک کہ ہم خود سے حالت اسلام ملاقات
 کریں۔ (ایمان پر خاتمہ عطا فرما)۔

الذَّنْبُ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ (حدیث) گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

عارفین: مؤمنین کے معنی میں ہے۔ اس لئے کہ معرفتِ باری باری الہیہ ایمان و محبت کے لئے کافی نہیں غریبہ معرفتِ کامل و درجہ کی ہو۔ اللہ رب کا اور اس کی ربوبیت کا عارف ہے۔ مگر ممکن نہیں اس لئے نامی نہیں۔ ارشاد باری ہے وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (قرآن) اور قہار کافروں میں کا۔ اہل کتاب اور بہت سے کفار مثلاً زمرہ جیسوں کو معرفتِ حاصل تھی مگر کافر ہیں۔

مولیٰ لہم۔ اللہ تعالیٰ صرف مؤمنوں کا رب ہے۔ کافروں کا نہیں۔ ارشاد باری ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اِنَّ الْكُفْرَيْنَ لَا مَوْلٰى لَہُمْ (م) اللہ مؤمنوں کا رب ہے کافروں کا کوئی رب نہیں۔ غریبہ احد میں ابو سفیان نے پکارا تھا لَنَا الْعَزْزٰی وَلَا عَزْزٰی لَکُمْ۔ آپ نے فرمایا کہ وہ وَاللّٰہِ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَکُمْ۔

(۷۲) وَتَرٰہَا الصَّلٰوۃُ خَلْفَ کُلِّ یَوْمٍ وَّخَاجِرٍ مِّنْ اَهْلِ الْبَیْتِ
وَعَلٰی مِنْ مَّاتٍ مِنْہُمْ (۷۳) وَلَا تَنْزِلْ اَحَدًا مِنْہُمْ جَنَّةً وَلَا نَارًا
وَلَا تَشْہَدْ عَلَیْہُمْ بِکُفْرٍ وَلَا شِرْکٍ وَلَا بَغْیَاقٍ مَا لَمْ یُظْہَرْ مِنْہُمْ
شَیْءٌ مِّنْ ذٰلِکَ وَتَقَرَّبُوا اِلَیْہِمْ اِلٰی اللّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ: (۷۲) اور ہم اہل قبیلہ میں سے ہر ایک ایک وید کے پیچھے نماز کو جائز
کہتے ہیں اور اسی طرح اہل قبیلہ میں سے ہر ایک وید مرنے والے پر
نماز جائز و جائز کہتے ہیں۔ (۷۳) اور ہم اہل قبیلہ میں سے کسی کو نہ جنتی قرار دیتے اور
نہ دوزخی (کسی کے جنتی یا دوزخی ہونے کا قطعی فیصلہ نہیں کرتے) اور نہ ہم کسی اہل
قبیلہ پر کفر و شرک اور خلیق کا توبی لگانے جب تک ان سے کوئی (کفر و شرک) ظہورِ خلیق
نہیں (یعنی ظاہر نہ ہو) اور ہم ان کے دھمکانے اور ان کو اللہ کے حوالہ کرتے ہیں۔

تشریح:

(۷۲) ہاں مسجد الجماعت کے نزدیک مسلمان خود تک ہو یا فاسق

ہر ایک کے پیچھے نماز جائز ہے اور اگر بہت کا مسئلہ تو اس سے یہاں بحث نہیں اس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔ حدیث رسول ہے صَلُّوا خَلْفَ بَرٍّ وَّ فَاجِرٍ۔ نماز پھر ہر ایک و بر کے پیچھے کیا وجہ تھی کہ صحابہ کرام فقیق و فاجر ناموں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اور پھر اس کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔ جیسے حضرت ابن عمر و راس بن مالک چنانچہ یوسف کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے جو فاسق عالم تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ ارشاد رسول ہے یصلون لکم فان اصابوا فلكم ولهم وان اخطوا فلكم و علیہم (بخاری)

اسی طرح ہر مسلمان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ خود کشی کر کے مرنا یا اپنی طبعی موت والہ الدین کے قاتل پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی بشرطیکہ وہ اپنی موت مرا ہو۔ ایسا اگر امام نے اس کو قصاص میں قتل کر دیا ہے۔ تو اس کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ شریعت اسلامیہ نے صحابہ کچھ لوگوں پر نماز جنازہ کو منسوخ قرار دیا ہے مثلاً (۱) باغی۔ (۲) زہریں۔ جبکہ عین جنگ میں قتل کر دیے جائیں۔ اگر بعد میں مریں یا بعد میں قتل کئے گئے تو ان کی نماز پڑھی جائے گی۔ کافروں میں فتنہ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ ارشاد باری ہے وَلَا تَحْضِلْ عَلٰی اَحَدٍ مِنْهُمْ مَّائًا اِنْدَا تَقْتُلْ عَلٰی قَبْرِہٖ اَنْتُمْ کُفْرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُولِہٖ وَ مَا تَتَّوْا وَ لَکُمْ فَاَسْفُوْن (قرآن) انہوں نے کسی پر نماز نہ پڑھنے جو مر جائے بھی بھی۔ اور نہ ان کی قبر پر کھڑا ہوئے انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تکفیر کی ہے۔ اور فتنہ کی (کفر کی) حالت میں مرے ہیں۔ کافروں پر نماز سے منع فرماتا اس بات کا قصاص کرتا ہے کہ مومنوں پر نماز پڑھی جائے گی خود مومن تھی ہو یا فاجر۔

(۷۳) اگر کسی مسلمان کو غلطی طور پر جہنمی یا جنتی نہیں کہیں گے۔ مگر جن کے جنتی

ہونے کی شہادت اور بشارت نبی اکرم ﷺ نے دی ہے جیسے مشرہ بشرہ کما سبیغنی

جب تک کسی انسان سے کفر یہ و شرک یہ افعال ظاہر نہ ہوں تو صرف گمان کی وجہ سے کسی کے کافر و مشرک یا منافق ہونے کا فیصلہ نہیں کریں گے۔ اور اللہ باری ہے وَلَا تَحْكُمُ مَا فِي الْفُؤَادِ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السُّعْيَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (یٰسرا ایل) اور پیچھے نہ چڑاس کے جس کی خبر نہیں تمہ کو بے شک کان، آنکھ، دل، ہاں سب کی اس سے پوچھ ہوگی۔

اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَثَمٌ (مجمرات) بچتے ہو بہت جتنیں کرنے سے بے شک بعضی جہت گناہ ہے۔

(۷۴) وَلَا تَرَى السَّيْفَ عَلَى أَحَدٍ مِّنْ أُمَّةٍ مُّخْطِئٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مَن رَّجِبَ عَلَيْهِ السَّيْفُ. (۷۵) وَلَا تَرَى الْغُرُوجَ عَلَى الْيَمِينِ وَوَلَا فِي أَمُورِنَا وَآثَانِ جَاوُوا. وَلَا تَدْعُوا عَلَيْهِمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَتَرَىٰ طَاعَتِهِمْ مِنْ طَاعَةِ عَزٍّ وَجَلٍّ فَرِيضَةً مَا لَمْ يَأْمُرُوا بِمَعْصِيَةٍ. وَتَدْعُوا لَهُمْ بِالصَّلَاحِ وَالْمَعَالِفَاتِ.

ترجمہ: (۷۴) اور ہم امت محمدیہ ﷺ میں کسی فرد پر کوار چلانا (اس سے جنگ کرنا) جائز نہیں سمجھتے مگر جس پر کوار کا چلانا واجب ہو جائے۔ (۷۵) اور ہم اپنے مسلم حکمران کی بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظلم کریں اور نہ ہم انہیں بددعا دیتے ہیں اور نہ ان کی اطاعت سے ایذا پہنچاتے ہیں اور جب تک وہ کسی معصیت (ناجائز کام) کا حکم نہ دیں ہم اطاعت خداوندی کی وجہ سے ان کی اطاعت کو فرض سمجھتے ہیں۔ اور ہم ان کے لئے اصلاح اور درستی کی دعا کرتے ہیں۔

تشریح: (۷۴) مسلمان کا قتل تین صورتوں میں جائز ہے۔ (۱) اگر شادی شدہ مسلمان زکر لے تو رجم کیا جاتا ہے۔ (۲) باقی کسی کو قتل کر دے تو قصاص میں قتل کیا جاتا ہے۔ (۳) کوین اسلام سے پھر جائے اور مرتد ہو جائے اور جماعت مسلمین سے مخالف ہو جائے تو اس کا قتل واجب ہوتا ہے۔ (کما فی الصحیح)

چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ کو جب بواغیوں نے خبیثہ کیا تھا تو آپ نے یہی فرمایا تھا کہ مجھ کو کس وجہ سے قتل کر رہے ہو۔ میں نے زنا نہیں کیا۔ کسی کو ناحق قتل نہیں کیا۔ میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا۔ ارشاد باری ہے وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً (نساء) مومن کے لئے حق نہیں کہ مومن کو قتل کرے مگر خطا "وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مَتَعْمَدًا فَجَزَاءُ ذَٰلِكَ أَنَّهُ يَكْفُرَ بِأَنَّهُ كَانَ مِنَ الْإِسْلَامِ" (نساء) جو کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے گا اس کی سزا جہنم ہے۔ اس میں بیشک (لہذا نہ) ہے گا۔

(۷۵) مسلم حکمرانوں اور متکلمین سے بغاوت جائز نہیں ہے۔ بلکہ ان کی اطاعت ضروری ہے۔ اگر وہ اپنے ماتحتوں پر ظلم و زیادتی کر رہے ہیں۔ اور نا انصافی سے کام لے رہے ہیں تو بھی ان کی اطاعت ضروری ہے اس لئے کہ بغاوت کی صورت میں اگر اس ظلم و زیادتی اور نا انصافی کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی تو (۱) عام لوگ رد عمل میں ان پر اور ظلم و زیادتی کریں گے جس سے فتنہ اور فساد پھیلے گا۔ (۲) نیز ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہو گا اسلامی شان و شوکت اور اس کی اجتماعی قوت کو نقصان پہنچے گا۔ (۳) ظالم حکام کا ہم پر قسط جاری نہ ہو گا اور اعلیٰ کی وجہ سے ہے اور یہ ایک سزا ہے۔ جو جس عس سے دی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا لِّمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ (انعام) اور اسی طرح ہم ساتھ ملا دیں گے گنہگاروں کو ایک دوسرے سے ان کے اعمال کے سبب۔ بہر حال مختلف درجات کی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے مسلم حکمرانوں کی اطاعت پر براہِ درہم ہے۔ اور ان سے خروج و بغاوت کی اجازت نہیں دی۔ ارشاد باری ہے أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (نساء) اللہ اور رسول اور اپنے میں سے اولوالامر کی اطاعت کرو۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ و تابعین نے فتنہ حاکموں کی اطاعت کی۔ اگر شرعی طور پر اس کی اجازت دی جاتی تو قوم مسلم اسلامی تشخص کو باقی رکھنے میں کسی طرح کا سیاق نہ ہوتا اس کا اندازہ اسلامی تاریخ سے پہلے حالات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ قومیں برہنہ اس چھینا چھینی کا فکار ہیں۔ اور بعد والوں کے لئے کوئی رہنما اصول نہیں چھوڑ کر گئیں۔

اس لئے ایسے حکام کے لئے بد دعا کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے کہ جو شکہ ہو شیوہ ہو
وہ پر یہ بھی بھارت ہے۔ اس طرح کی ظلم و زیادتی اور نا انصافی اور ایسی ظلتشار کو ختم
کرنے کے لئے بجائے بغاوت و فیرہ کے اندر خند مؤثر تدبیریں مثبت انداز میں اختیار
کی جائیں حتیٰ کی ان کی درنگی اور اصلاح کے لئے دعا بھی کی جائے۔

البتہ اگر یہ حکام معصیت کا حکم دیں اور اس پر مجبور کریں تو اس بارے میں ان
کی اطاعت نہیں کی جائے گی رشو رسول ﷺ ہے۔ غلی الغیہ المنسجم
السنع والطاعة فیما احث وکرة الا ان یؤمر بمعصیة فان امر
بمعصیة فلا سنع ولا طاعة۔ (مصحف) مسلمان پر سمع و طاعت واجب
ہے۔ پسند واپسند چیزوں میں مگر یہ کہ معصیت کا حکم دیا جائے۔ اگر معصیت کا حکم
دیا تو نہ سمع ہے نہ طاعت کیونکہ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق
خالق کی معصیت میں مخلوق کی طاعت جائز نہیں۔ اور آیت و اولی الامر منکم
میں۔ اولوالامر کو رسول پر معصوف کر کے بھی اسی جانب اشارہ کر دیا گیا کہ جیسے رسول
کسی کو اللہ کی اطاعت کے علاوہ کا حکم نہیں دیتے۔ ایسے ہی اولوالامر کی طاعت بھی انہیں
چیزوں میں کی جائے گی جس سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہوتی ہو۔ ارشاد
رسول ہے ومن اطاع الامیر فقد اطاعنی ومن عصی الامیر فقد
عصانی۔ (بشرط ان الامیر لا یمر بمعصیة اللہ ورسولہ) جس
نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری طاعت کی جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے
میری نافرمانی کی (بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا حکم نہ کرے)

(۷۶) وَتَحِی السُّنَّةَ وَالْجَمَاعَةَ وَتَحِیْبُ الشُّلُودَ وَالْخِلَافَ
وَالْفِرْقَةَ (۷۷) وَتَحِیْبُ أَهْلَ الْعَدْلِ وَالْأَمَانَةِ وَتَحِیْبُ أَهْلَ الْخَوَرِ
وَالْجَبَانَةِ (۷۸) وَتَقُولُ اللَّهُ أَغْلِبَ فِیْمَا اِشْتَبَهَ عَلَیَا عَلِمَهُ (۷۹)
وَنَرَى الْمَسْحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ فِی الشُّفْرِ وَالْخَضِرِ کَمَا جَاءَ فِی الْاَقْبَرِ

ترجمہ: (۷۶) اور ہم سنت و جماعت کا اتباع کرتے ہیں اور جماعت سے علیحدگی۔ مخالفت اور التفرق سے اجتناب کرتے ہیں۔ (۷۷) اور اہل عدل و امانت سے محبت کرتے ہیں۔ اور اہل ظلم و خیانت سے نفرت کرتے ہیں۔ (۷۸) اور علم دین میں اگر ہم پر کوئی چیز مشتبہ ہو جائے تو اس مقام پر ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (۷۹) اور ہم سفر و حضر میں مسیح علی النعمین (موزوں پر مسیح کرنے کی جائز سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

توضیح: سنت۔ امۃ رسولی اکرم۔ جماعت رسول اللہ کے اطاعت شعار۔ صحابہ و تابعین وغیرہ اہل یوم الدین۔ المشغود۔ مصدر باب ن، غن غنجدہ ہوا۔

تشریح: (۷۶) یعنی ہم عقائد و احکامات شرعیہ میں اہل سنت و جماعت کی اتباع کرتے ہیں۔ رائے زنی کرنے والوں خواہش پرستوں اور شیطان کی اتباع کرنے والوں سے اجتناب کلی اختیار کرتے ہیں۔ اور شاد باری ہے۔ من یشاقق الرسول من بعد ما تنفیث لہ و الہدی و یتبع غیر سبیل النورین قولہ ما قولی و یصلہ جہنم و ساءت مصلیاً۔ (نہ) ہدایت واضح ہو جانے کے بعد جو رسول کی مخالفت کرے۔ غیر مومنوں کے طریقہ پر چلے تو ہم اس کو پھیر دیں جدھر وہ پھر گیا۔ اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔ اور وہ بر لکھتا ہے۔ و من اضل من اتبع ہدایہ بغیر ہدای من اللہ (نقص) اس سے زیادہ گمراہ کون ہے۔ جو اللہ کی ہدایت کے علاوہ اپنی خواہشات کی اتباع کرے۔

خامس یہ ہے کہ حدیث رسول کے مطابق ہم ان بہتر (۷۲) فرقوں سے اجتناب کرتے ہیں جو افراط و تفریط کا شکار ہیں اور حق راستہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت کی اتباع کرتے ہیں جو قرآن و سنت صحابہ اور ملت صالحین کے طریقہ پر ہیں۔ اور شاد باری ہے ان الذین فرقوا دینہم و کانوا شیعاً لیسنت منہم فبی شخصی انما امرہم الی اللہ (انعام) جنہوں نے راہیں نکالیں اپنے

دین میں لود ہو گئے بہت سے فرتے تھے کو ان سے کوئی سروکار نہیں ان کا کام اللہ ہی کے حوالہ ہے۔

(۷۷) کمال بندگی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اہل تقویٰ اور انصاف پسندوں سے اور لائق ارادوں سے محبت اور اہل فسق و فجور اور اہل خیانت سے نفرت کی جائے۔ ارشاد رسول ﷺ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کا تقاضا بھی یہی ہے اور سنت ائمہ بھی یہی ہے، ارشاد باری سبحان اللہ یحب المقسطین (۱۸۷)

(۷۸) جن چیزوں کا بندوں کو علم نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے یعنی عقابہات کا علم اس کے علم کو اللہ کے حوالہ کرنا ہی اصل عقیدہ ہے۔ ارشاد رسولؐ ہے دع ھاہر ھنک النی ھا لا یر ھنک۔

(۷۹) شیوہ حضرات مسیح علیہ السلام کو جائز کہتے ہیں۔ اور عربوں پر فتنوں تک مسیح کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ ان کے یہاں مستقل عقیدے میں داخل ہے۔ جو قرآن و سنت۔ اصل صحابہ تعالیٰ سلف اور اجماع کے خلاف ہے۔ مسیح علیہ السلام کی روایات حد قوت کو پہنچی ہوئی ہیں۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کی روایات جب تک میرے سامنے روز روشن کی طرح واضح نہیں ہو گئیں جب تک اس کے جوہر کا کاف کا نل نہیں ہوا۔ امام کرتی فرماتے ہیں جو مسیح علیہ السلام کو جائز کہے مجھے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ اہل سنت و الجماعت مسیح علیہ السلام کو جائز کہتے ہیں۔ اسی لئے بعض سلف سے منقول ہے کہ اہل سنت و الجماعت کی علامت ہے۔ شخصین کو فضیلت دینا۔ شخصین سے محبت کرنا۔ مسیح علیہ السلام کو جائز سمجھنا شیوہ کے اس نعرے کی ترویج کے لئے۔ مصنفؒ نے اس جہلی مسئلہ کو بنیادی عقائد میں بیان فرمایا۔ اہل بعض روایات سے جو مسیح و عیسیٰ کی بظاہر تائید ہوتی ہے۔ اس سے اس جانب اشارہ مقصود ہے کہ یہ دونوں کے دھٹے میں دیگر اعتقاد کی طرح پانی کے استعمال میں اعتیاد برتنی چاہئے کیونکہ عام طور پر اس میں اسراف سے کام لیا جاتا ہے۔

(۸۰) وَالْخُرُوجُ وَالْجِهَادُ لِرِضَانِ مَا ضَيَّانَ مَعَ أَوَّلَى الْأَمْرِ مِنْ
أَتَمَّةِ الْمُسْلِمِينَ بَرِّهِمْ وَقَاجِرِهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُبْطَلُهُمَا
شَيْءٌ وَلَا يَنْقُصُهُمَا. (۸۱) وَتَوْمِنُ بِالْكَرَامِ الْكَاتِبِينَ وَإِنَّ اللَّهَ
لَذَّ جَعَلَهُمْ عَلَيْنَا حَافِظِينَ.

ترجمہ: (۸۰) مسلمانوں میں سے نیک و بد حکمرانوں کے ساتھ حج اور جہاد
فرض ہیں۔ جو قیامت تک جاری رہیں گے۔ ان دونوں کو نہ کوئی شئی
باطل کر سکتی (جھٹلا سکتی) اور نہ انہیں ختم کر سکتی ہے۔ (۸۱) اور ہم کرنا کا کہتے ہیں ایمان
رکھتے ہیں۔ اور اللہ نے ان کو ہم پر محافظ بنایا ہے۔

تشریح: (۸۰) حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ اور جہاد بھی اسلام کا ایک اہم
فریضہ ہے۔ اور یہ دونوں ایسے فرض ہیں جو قیامت تک جاری
رہیں گے۔ منسوخ نہیں ہو گئے۔ دونوں کے فرائض انجام دینے کے لئے امیر و حاکم
اور اہل انتظام کا ہونا ضروری ہے۔ البتہ امیر و حاکم کا عادل ہونا شرط نہیں اگر امیر کسی
وجہ سے فاسق و فاجر ہو تو ان کی ماتحتی میں بھی ان فرائض کو ادا کیا جائے گا کیونکہ ام
عادل کی طرح یہ انتظامات فاسق بھی کر سکتا ہے۔

یہ دونوں مہد نہیں چونکہ اجتماعی ہیں اور ان میں کچھ خصوصیات ہیں جو در
عبارتوں میں نہیں پائی جاتیں مثلاً چلنا۔ پھرنا۔ قتل و حرکت۔ حتیٰ کہ دور جانا وغیرہ۔
اس لئے دونوں کو مستغفر ذکر کیا۔ ارشاد باری ہے وَلِلَّهِ غُلِبَ النَّاسُ جَعَلَ
الْبَنِيَّةَ مَنْ اسْتَطَاعَ الَّذِيه سَجِلًا (آل عمران) اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج
کرنا اس گمراہی و طاقت رکھتا ہو اس کی طرف رہ چلنے کی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ.
(توبہ) اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔ جہاد کا مقصد
نہ نہ شر کو دفع کرنا اور کلمہ خداوندی کو بلفہ کرنا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ وَفَاقِلُوا هَذِهِ

حتى لا تكون فئة ويكون الذين لليلة (بقراء) ان سے قول کرو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے۔ اور اللہ کا دین باقی رہے۔

الجهاد ما مضى الى يوم القيامة، (حدیث)

”جہاد قیامت تک جاری رہے گا“

مصنف نے اُولی الامر۔ فرمانر شیعہ حضرات کی تردید کی ہے جو امام معصوم کی شرعاً لگتے ہیں۔ اور اس سے اس امام معصوم کی جانب اشارہ مقصود ہے جس کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ نائب ہیں۔ اور اپنے وقت مقررہ پر ظاہر ہونگے۔ اس وقت وہ جہاد کریں گے۔ بلکہ یہ قول باطل اور باریکدہل ہے۔ ارشاد رسولؐ ہے خیاراً منکم الذین تحبونکم ویحبونکم وتصلون علیہم ویبغضونکم وتبغضونہم والذین تنہونکم وتبغضونہم ویبغضونکم وتبغضونہم قال قلنا یا رسول اللہ افلا تنایذہم عند ذلک قال لا ما اقاموا فیکم البصلوة الا من ولی علیہ وال فرأہ شیئاً من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یأتی من معصیۃ اللہ ولا ینزع من یداہ من طاعتہ۔

(۸۱) انسان کے دن رات کے احوال کہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے دن کے لئے دو فرشتے رات کے لئے اس طرح چار فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں۔ جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ دو فرشتے انسان کی حفاظت کے لئے رچے ہیں۔ قرآن کریم میں ان کو کرناک تین کہا گیا ہے۔ دن والے فرشتے فجر کی نماز میں آتے ہیں۔ تو رات والے فرشتے بعد نماز فجر چلے جاتے ہیں۔ رات والے فرشتے صبح کی نماز میں آتے ہیں تو دن والے بعد نماز صبح چلے جاتے ہیں یہ فرشتے لائیت داری کے ساتھ تمام اعمال لکھتے ہیں کسی میں خیانت تھی کرتے یا اور کسی عمل کو نہیں پھونکتے نہ ہمارے اہل بیت سے پوشیدہ ہیں۔ ارشاد باری ہے اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحَفَظَیْنِ کَرِہَیْنِ کَا تَقْبَلُیْنِ بِعَلَمُیْنِ مَا تَعْمَلُوْنَ۔ (اشفطار) اور تم پر تمہیں دو مقرر ہیں عمل لکھنے والے۔ جانتے ہیں جو کچھ

تم کرتے ہو۔ اذیتلنی المُنْتَظَبَانِ غَنِ الیَمِینِ وَعَنِ الشِّمَالِ فَعَبْدٌ مَا
یَنْظُرُ مِنْ قَوْلِی اِلَّا لَدُنْهِ رَاقِبٌ عَقِیْدٌ۔ (۸۱) جب اپنے جاتے ہیں دو اپنے
جاننے والے ایک دائیں بیٹھا ایک بائیں بیٹھا۔ نہیں بولا کچھ بات جو ہیں ہو اس کے
پاس راہدیکھے والا تھا۔ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اِنَّا لَا نَسْمَعُ سِرُّهُمْ وَنَجْهَوْنَ اَعْمٰی
وَزَسَلْنَا لَعْنَهُمْ یُکَفِّتُوْنَ۔ (زخرف) کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی چھپی
باتوں اور سرگوشیوں کو نہیں سنتے۔ کچھ نہیں۔ اور ہمارے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں۔

(۸۲) وَنُؤْمِنُ بِطَلَبِ الصَّوْتِ الْمُؤَمَّلِ بِقَبْضِ اَزْوَاجِ الْعَالَمِیْنَ
(۸۳) وَنُؤْمِنُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ وَتَبْعِهِ لَمَنْ كَانَ لِذَلِكَ اَهْلًا
وَبَسُوَالٍ مُّكْتَرٍ وَنُکْرِیْ لِلْمَبِیْتِ فِی قَبْرِہِ عَنْ رُتْہِ وَنَبَہِ وَدِیْنِہِ عَلٰی
مَا جَازَتْ بِہِ الْاَعْيَارُ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ رَعْنِ
اَصْحَابِہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ وَالْقَبْرِ رَوْضَ مَنْ رَیَاہِ
الْجَنَّةِ اَوْ حَفْرَہُ مِنَ حَفْرِ النَّبِیِّ اِنْ۔ (ومثله فی الحدیث)

ترجمہ: (۸۲) اور ہم موت کے فرشتے (ملک الموت) پر ایمان رکھتے ہیں جو
تمام مائے کی روحیں قبض کرنے پر مقرر ہے۔ (۸۳) اور ہم عذاب قبر
اور اس کی راحتوں کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اس شخص کیلئے جو اس کا اہل ہو اور قبر میں میت
سے منکر نکیر (فرشتوں) کے سوالات کو برحق جانتے ہیں جو اس کے رب۔ نبی اور
ان کے متعلق کئے جائیں گے۔ اس تفصیل کے مطابق جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ
رضوان اللہ علیہم اجمعین کی احادیث سے ثابت ہے۔ اور قبر جنت کے باغات میں سے
ایک باغ ہے۔ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

تشریح: (۸۲) ملک الموت جو روح قبض کرنے پر مقرر ہے۔ قرآن میں
اس کا ذکر ہے۔ ہام لوگوں میں عزرائیل کا لفظ مشہور ہے اس کی کوئی
نبیہ نہیں بلکہ یہ نام امر انبیوت میں سے ہے۔ ارشد باری ہے۔ قُلْ یَسُوْا فَاَنْتُمْ
مِنْکُمْ الْمَمُوتِ الْمَدْنِ وَکُلٌّ بِکُمْ فَمَ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ (المائدہ ۲۳)

دیجئے۔ وفات دیتا ہے تم کو موت کا فرشتہ جو تم پر مسلہ کر گیا ہے۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹے جاتے ہو۔ حتیٰ اذا جاء احدکم الموت توفیة رسلنا ونعم لا یغترکون ثم وڈو النی الطبع۔ (انعام) یہاں تک کہ جب آتی ہے تمہارے پاس موت تو وفات دیتے ہیں اس کو ہمارے فرشتے اور وہ کو جہنم نہیں کرتے پھر وہ اللہ کی طرف لوٹے جاتے ہیں۔ لیکن اس سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ روح قبض کرنے والے فرشتے متعدد ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ قابض امارواح تو ملک الموت ہی ہے اور بعد قبض ملائکہ عذاب یا ملائکہ رحمت اس کو لے بیٹے ہیں۔

(۸۳) قبر کے عذاب اور اس کی راحت۔ جسم میں روح کو لوٹتا اور بکھر کھیر کا ذات ہاری اور حضور اور ان کے بارے میں سوالات آ رہا۔ نیک اعمال کی صورت میں قبر کا کشادہ ہونا۔ جنت کی کھڑکیاں کھلنا اور نعمتوں کا عطا ہونا۔ اور اعمال بد کی صورت میں قبر کا تنگ ہونا۔ جہنم کی کھڑکیاں کھلنا اور عذاب و غیرہ کا ہونا یہ سب احادیث متواتر و صحیحہ ثابت ہے۔ اس پر یقین لانا ضروری ہے کہ بعد کو اس دنیا کے بعد آخرت سے پہلے عالم برزخ سے واسطہ چسے گا خواہ وہ قبر میں ہو یا کسی اور جگہ اس سے۔ سوالات ہو گئے۔ پھر دفنہ اعمال کے اعتبار سے کسی کے حق میں قبر جنت کا یا جہنم کی اور کسی کے حق میں جہنم کا ملحد (کذا فی الاحادیث)

(۸۴) وَتُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ وَجَزَاءِ الْأَعْمَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالْعَرُوسِ وَالْجَنَابِ وَفِرَاقِ الْكِتَابِ وَالْقَوَابِ وَالْعُقَابِ وَالضَّرَاطِ وَالْجِزَانِ وَالْبَعْثُ هُوَ خَشَرُ الْأَجْسَادِ وَأَحْيَايُهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: اور ہم بھٹ (موت) کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے (قیامت) کے دن اعمال کی جزا عرض (عقوبت کی پٹی) حساب، اعمال اور کے پڑنے، ثواب و عتاب۔ پل مراد۔ میزان جیسے خالق پر صدق دل سے ایمان رکھنے میں اور بھٹ نام ہے قیامت کے دن جسموں کو زندہ کر کے ایک جگہ جمع کرنے کا۔

تفسیر: | صرف مرنے اور قبر میں دفن کر دینے پر اتفاق نہیں کیا جائے گا۔

بلکہ متعدد یہ حالات سے بھی گذرنا پڑے گا۔ دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور تمام جسموں کو دوبارہ زندہ کر کے میدانِ کُشتر میں جمع کیا جائے گا۔ ارشاد باری ہے وَرَضِمَ الدِّينِ كَهْرُؤًا اِنْ لَّنْ يَنْبَغُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَنْبِغُنَّ ثُمَّ لَتَحْتَبُنَّ بِنَا عَمَلَكُمْ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ (تہا، ۱) اور کافروں نے گمان کیا کہ دوبارہ کڑ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ لاکہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تم کو بے شک اٹھائے پھر تم کو جلتا ہے۔ جو کچھ تم نے کیا اور یہ اللہ پر آسان ہے۔ فَاِذَا نَبِغَ فِي الضُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَفْتَسَخُ اَلْوَنٌ (مؤمن، ۱) پھر جب بیوہک ماریں صور میں تون قرابتیں ہیں ان میں اس دن اور نہ ایک دوسرے کو پوچھتے۔

انسان کو اس کے ہوتے پرے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ ارشاد باری ہے وَانْفَقُوا يَوْمَئِذٍ تَرُجِعُونَ فِيهِ اِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُنْفَذُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (بقرہ، ۱) اس دن سے دور جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر نفس کو اس کے کئے کا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور ان پر کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

بعد پر اس کے اعمال پیش کئے جائیں گے۔ اور اسی کے مطابق اس کا حساب ہوگا۔ وہاں تمام اس کے ہاتھوں میں اڑ کر کھلا ہوا چلا جائے گا۔ جس کو وہ پڑھے گا۔ اگر اہل اللہ اس کے واسطے ہاتھ میں ہوگا تو اس کا حساب آسان ہوگا۔ اور جنت میں چلا جائے گا۔ اور اگر اہل اللہ بائیں ہاتھ میں ہوگا تو وہ سخت حساب میں گرفتار ہوگا اور جہنم میں جائیگا۔ ارشاد باری ہے وَكُلُّ اِنْسَانٍ اِلَىٰ ذَاتِ خَلْقِهِ مُلَاقٍ وَنُفِخَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مِنْشُورًا اَقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِتَفْهِيمِكَ الْيَوْمَ غُلُوْفَكَ حَسْبِیْذٰلِیْ اِسْرَآئِلُ پھر جو آدمی ہے لکھائی ہے ہم نے اس کی بری قسمت اس کی گردن سے اور نکال دکھائیں گے اس کو قیامت میں ایک کتاب کہ دیکھے گا اس کو مکمل ہوئی۔ پڑھئے کتاب اپنی قری ہی ہے آج کے دن ہر حساب نیچے ملا۔

اعمال کا حساب کرنے کے بعد۔ ثواب و عذاب کی صورت میں بدلہ دیا جائیگا۔ ثواب کیلئے قرآن میں حفظ اور۔ اور عذاب کیلئے و زور کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اِنۡحَا تُوْلُوْنَ

أَجْزَلُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران) قیامت میں تم کو پورا اجر دیا جائے گا۔ منْ أَغْرَضَ غَنَةً (الذکر) فَاِنَّهُ يَصْعَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْرًا خَالِدِينَ فِيْهِ وَنِسَاءُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَمَلًا (ط) ہر کوئی منہ پھیرے اس سے سرد و اٹھائے گا قیامت میں ایک بوجھ سدا رہے گا اس میں اور برا بہانہ پر قیامت میں وہ بوجھ اٹھائے۔

اس بدلہ کی کمی صورت میں ہو گی۔ (۱) اعمال کو دکھایا جائے گا۔ (نجم، زکریٰ) (۲) نیک اعمال کرنے والوں کی عظیم و عظیم بہ اعمال کرنے والوں کی توہین و تمسخر (نجم) (۳) پر راپر بدلہ۔ (نجم) (۴) نیک اعمال کا بدلہ بد اعمال کا بدلہ برابر۔ (انعام) فوز و خسران۔ (سومن) جہنم میں داخل۔ (مائد)

جہنم کے لیے ایک پلی ہے جس کو پلی صراط کہا جاتا ہے۔ وہ کجوار سے زیادہ نیر اور ہل سے زیادہ ہار یک ہے۔ اس پر لوہے کے آنگڑے ہو گئے۔ جب لوگ حساب کے بعد پلی صراط سے پہلے موقف میں پہنچیں گے تو وہاں اندھیرا ہو گا۔ سومن حسب درجہ اپنے ایمان کی روشنی میں آنگڑوں سے بچتا ہوا اس پل سے گذر جائے گا۔ اور غیر سومن وہیں جہنم میں گر جائے گا۔ آنگڑوں میں پھنستا اور خود دوش ہو گا اور صراط پر تیز اور آہستہ چلتا ہو گا میں صراط مستقیم پر چلنے کے اعتبار سے ہو گا۔ اور شہادتی ہے۔ زَانِ مَنْكُمُ الْاُولَآءِ ذٰلِکُمْ عَلٰی رَکْبٍ خَشًا مُّغْضِبًا ثُمَّ نُنْزِلُ الَّذِیْنَ اٰتٰہَا وَنَذِّرُ الظَّٰلِمِیْنَ فِیْہَا جَحِشًا۔ (مریم) اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر صراط چمکے وعدہ تیرے رب پر لازم مقرب۔ پھر پچائیں گے ہم ان کو جو اوستے ہیں اور چھوڑ دیں گے گناہ کا بدلہ کو اس میں اندھے کرے ہوئے۔

بعد ازاں کے اعمال کا وزن کرنے کیلئے حق طور پر میزان قائم کیا ہے۔ جس میں دو پلے ہو گئے ایک پلے میں نیکیاں دوسرے میں برائیاں رکھی جائیں گی۔ کما فی الحدیث۔ اور شہادتی ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقَیْسَ لِنُؤْمِنِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ وَجْهًا اَوْ خِطًّا مِنْ خِزَالٍ اَتَتْہَا بِہَا وَکَفٰی بِنَا خَاسِبِیْنَ۔ (انبیاء) اور قائم کریں گے ہم میزان بدل قیامت میں سبھی

نفس پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر رانے کے دلہ کے برابر ہوگا تو ہم نے آپس کے
اسکو۔ اور کافی ہیں ہم حساب لیتے والے۔ فمن ثقلت حرازیئہ فاولئک ہم
المنفلعون ومن خفت حرازیئہ فاولئک الذین خسروا أنفسهم فی
جهنم خالدون (مومنون) سو جس کا پلڑا بھاری ہو گیا وہ کامیاب ہیں۔ اور جس کا
پلڑا ہلکا ہو گیا وہ ناکام ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا جنہم میں رہیں گے ہمیشہ۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ میزان متعدد ہوگی جبکہ حدیث کا متفقہ یہ
ہے کہ ایک ہوگی لیکن یہ احتمال ہے کہ قرآن میں موازین سے مراد سوزوۃ ت ہوں۔
اس طرح روایت آیت کے مطابق ہو جائے گی۔

آخر میں مصنفؒ نے بحث کی تعریف کر کے اس بات کو واضح فرمادیا کہ بحث
سے مراد جسوں کا دوبارہ زندہ کرنا ہے۔ مدار و حالی مراد نہیں۔ کفر و شر بین بھی
شر، جہاد کے اعتبار سے اسکو مستعد سمجھتے تھے، قرآن کریم نے متعدد جگہ اس کو ثابت
کیا اور کفر و شر کین کا جواب دیا۔ ارشاد ہادی ہے۔ وَضَرْبَ لَدْنَا ضَلًّا وَنَسِیَ
خَلْقَهُ قَالَ مَنْ یُعْصِیُ الأَمْرَ مِنْ رَحْمَتِ قُلٍّ یُحِبُّونَهَا الذِّہْنِ انْشَاءُهَا
أَوَّلُ ضَرَّ وَهُوَ یُکْنِ خَلْقِ غَلِیمَ۔ (نہس) اور بھلا تا ہے ہم پر ایک مثل اور
بول گیا اپنی پیدائش کہنے کا کون زندہ کرے گا بڑیوں کو جب کھوکھری ہو گئیں۔ تو کہہ
ان کو زندہ کرے گا جس نے عیال ان کو پہلی بار۔ اور وہ سب ان بنا جاتا ہے۔

مِنْهَا خَلَقَکُمْ وَفِیْهَا نُعِیدُکُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً أُخْرٰی:
"ای سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں دوبارہ وہ لوگوں کے اور اسی سے ہم پیدا کرینگے"
قَالَ فِیْهَا تَخْرُجُونَ وَفِیْهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرِجُونَ۔ کہا اسی میں
تم زندہ رہے ہو اسی میں تم مرتے ہو اور اسی سے تمہیں پیدا کیا جائے گا۔

ان کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جو حشر و جہاد پر حرا و افلاک کرتی ہیں۔ جن
سے معلوم ہوتا ہے کہ بحث و قیامت کا عقیدہ تمام انبیاء و رسل میں معروف تھا مگر
مفسرین نے پہلے کسی نبی نے اس کی پوری تفسیر بیان نہیں فرمائی۔ اور وہ اسکی

یہ ہے کہ آپ خاتم الانبیاءؐ بلکہ خاتم الامم ہیں۔ آپ کی امت آخری امت ہے۔ جس کے بعد بعثتِ دینی امت ہے۔ اور آپ کا نایا ہوا دین کامل و مکمل اور تمام لایاں کو حل دہی ہے۔ اس لئے آپ نے اس کی مکمل تفصیل میں فرمائی ہے۔

(۸۵) وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ مَخْلُوقَتَانِ لَا يَفْنَيَانِ أَبَدًا وَلَا يَبِيدَانِ
(۸۶) وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ قَبْلَ الْخَلْقِ وَخَلَقَ لَهَا
أَهْلًا قَبْلَ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ لِلْجَنَّةِ فَضْلًا مِنْهُ وَمَنْ شَاءَ مِنْهُمْ لِلنَّارِ
عَذَابًا مِنْهُ. (۸۷) وَخَلَقَ يَفْعَلُ لَهَا قَرْعًا مِنْهُ وَضَارًا إِلَى مَا خَلَقَ
لَهُ. (۸۸) وَالْخَيْرُ وَالشَّرُّ مَفْشَرَانِ عَلَى الْعِبَادِ.

ترجمہ: (۸۵) اور جنت جہنم پیدا ہو چکی ہیں۔ جنت کبھی فنا ہو گی اور نہ جاک
ہو گی۔ (۸۶) اور اللہ تعالیٰ نے جنت و جہنم کو انسان کے پیدا کرنے
سے پہلے ہی بنادیا۔ اور ان کا اہل بھی پیدا کیا۔ ان میں سے جسے چاہے گا اپنے فضل و کرم
سے جنت میں داخل کرنے کا جو جسے چاہے گا اپنے عرس و انصاف سے جہنم میں داخل
کرنے گا۔ (۸۷) اور ہر انسان دینی کام کرتا ہے جس کے لئے اس کو فارغ کر دیا گیا اور
اس سے دینی کچھ ہوتا ہے جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔ (۸۸) اور خیر و شر دونوں
بنو گان خدا کا مقدر ہے۔

تشریح: (۸۵) اس میں معتزلہ اور قدریہ کی تردید ہے۔ جو کہتے ہیں کہ جنت
و جہنم جزا و اعمال کے سنے ہے اور عمل سے پہلے جزا کی ضرورت نہیں
لہذا ان کے عمل سے پہلے پیدا کرنا عبث ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو قیامت میں پیدا
کریں گے۔ ورنہ یہ جب تک بیکار پڑی رہیں گی۔ ان کا یہ دعویٰ صرف انصاف کے
خلاف ہے جو ایک طرح کی تحریف ہے۔ کتاب و سنت سے ثابت ہے کہ یہ دونوں پیدا
ہو چکی ہیں۔ اور کبھی ناس نہیں ہو گی اور شاد باری ہے۔ وَخَلَقَ كُلُّ شَيْءٍ فَخْشَرُهُ
تَعْدِيْرًا (فرقان) اور پیدا کیا ہر چیز کو اور مقرر کیا اس کا اندازہ جنت کے بارے میں
فَرِيقًا أَعْدَدْتُ لِلْمُسْلِمِينَ۔ پھر کر دی گئی مسلمانوں کے لئے۔ جہنم کے بارے میں

فرمایا: اُجُذْتُ اَبْلَکَ کِبَرُہُنَّ۔ (آل عمران) جہاد کر دی گئی کافروں کے لئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا جنت میں رہنا۔ قرآن میں مذکور ہے۔ یَا ذَا ذِمَّ اسْتَسْکِنُ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْمَیْمَنَۃَ۔ (ہنزلہ) نبی اکرم ﷺ نے جنت و جہنم کو جہاد قبلہ میں متخلل دیکھا۔ آپ نے سرزمین میں جنت و جہنم کی سیر کی۔ قرآن میں مذکور ہے کہ سورۃ النشئی کے پاس جنت المکلا ہے۔ فرعون کی بیوی آسیہ نے دھوکا دیا تھی زینب ابین لبی جَنَدُکَ بَیِّنًا فِی الْمَیْمَنَۃِ۔

حدیث طویل میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت و جہنم کو پیدا فرمایا تو معرفت چہرے کو معائنہ کیلئے بھیجا۔ جو ان کے موجود ہونے کی دلیل ہے۔ قبر میں مومن اور نیک انسان کے لئے جنت کی کھڑکیاں کھولی جاتی ہیں۔ جس سے اس کے پاس جنت کی ہوا اور خوشبو وغیرہ آتی ہے۔ اسی طرح کافر و فاجر کے لئے جہنم کی کھڑکیاں کھولی جاتی ہیں۔ جس سے اس کے پاس جہنم کی گرم ہوا آتی ہے۔ یہ سب حقائق اس بات کی دلیل ہیں کہ جنت و جہنم پیدا ہو چکی ہے۔ اور یہ کبھی ختم نہیں ہوگی بلکہ ہمیشہ باقی رہیں گی۔ ارشاد باری ہے۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ سَعَدُوا فَاِیْنَ الْمَیْمَنَۃِ خَالِدِیْنَ فِیْہَا وَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوا فَاِیْنَ الشَّامِۃِ خَالِدِیْنَ فِیْہَا۔ اور بہر حال جو نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہیں اور ضرورت میں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو بد بخت ہیں وہ جہنم میں ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۸۶) کائنات کی تمام چیزیں انسان کی ضرورت کے لئے ہیں اور ضرورت کی چیز کو طبعی طور پر مقصود سے پہلے پیدا کیا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جنت و جہنم حتیٰ کہ تمام کائنات آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو پیدا کیا۔ پھر اس کے بعد حضرت انسان کو پیدا فرمایا۔ ارشاد باری ہے وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ کُفْرًا مِّنَ الْجِبْرِ وَالْاِنْس۔ (اعراف) اور تحقیق ہم نے پیدا کئے جہنم کیلئے بہت جن رائیں۔

حضرت آدم و حوا کا جنت میں سکونت اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جنت پہلے ہی پیدا کر دی گئی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ یَا غَاثِبُۃُ اِنَّ اِلٰہَہُ خَلَقَ لِلْجَنۃِ اَعْلًا خَلَقَہُمْ لَهَا وَہُمْ فِیْ اَصْلَابِ اَبَائِہِمُ وَخَلَقَ لِلنَّارِ

فَعَمَلًا خَلَقْنَاهُمْ لَهَا وَأَنفُسُهُمْ رِءَسَاءُ مَا كَانُوا يَافِكُونَ۔ ہے جس اللہ تعالیٰ نے جنت کا مستحق پیدا کر دیا۔ ان کو جنت کے لئے اس وقت پیدا کر دیا تھا جبکہ وہ اپنے آپہ کی منب میں تھے۔ اور جہنم کے لئے مستحق پیدا کر دیا۔ اور ان کو جہنم کے لئے اس وقت پیدا کر دیا تھا جبکہ وہ آپ نے آپہ کی منب میں تھے۔

اور اس حقیقت میں راز یہ ہے کہ موجودات کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) سخر طبعہ (۲) متحرک بارادۃ۔ سخر طبعہ کا مطلب ہے کہ کائنات کی بہت سی مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے اپنا تابع فرمان بنایا ہے۔ اور اس کی طبیعت میں اس اطاعت کو پیدا فرمایا۔ اب وہ مخلوق صرف اسی ذی قی کو انہما ہونے کی جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی اسکے برخلاف اپنی طرف سے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتی۔ اس میں خلاف ورزی کی طاقت۔

متحرک بارادۃ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مخلوق کو ارادہ اختیار عطا فرمایا ہے۔ جو نفع و نقصان کے اعتبار سے اسکے شعور و علم کے تابع ہے۔ جیسے انسان۔ قسم ثانی کی جن قسمیں ہیں۔ (۱) جو صرف خیر کا ارادہ کر سکتی ہے جیسے فرشتے۔ (۲) جو صرف شر کا ارادہ کر سکتی ہے جیسے شیاطین۔ (۳) جس سے دونوں طرح کے ارادے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ جیسے انسان۔ اس آخری قسم کی جن قسمیں ہیں۔ (۱) ایمان۔ معرفت اور عقل۔ خواہشات پر غالب ہوں۔ یہ قسم ملائکہ صفت ہے۔ (۲) ایمان۔ معرفت اور عقل پر خواہشات غالب ہوں۔ یہ قسم شیاطین صفت ہے۔ (۳) اس کی شیعت سمجھ عقل پر غالب ہو۔ یہ چوپایہ صفت ہے۔

پس مناسب تھا کہ انسان کی ہر صنف کیلئے ایک مناسب دہر ہو۔ پس ملائکہ صفت انسانوں کیلئے حسب درجات جنت ثانی جس میں بعض کا دخول پہلے مرحلہ میں بعض کا دوسرے مرحلہ میں ہوگا۔ اور شیاطین صفت انسانوں کے لئے حسب درجات جہنم ثانی بعض درجہ اسفل میں ہو بعض اعلیٰ سے اعلیٰ اور بلکہ عذاب میں گرفتار رہیں گے۔

(۸۷) جب انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس سے متعلق تمام چیزوں کو مخلقا اس کی عمر۔ روزی۔ اس کا عمل۔ وہ اللہ کے علم میں شقی ہے یا سید۔ تقدیر میں لگے

دیا گیا۔ جس میں اب کوئی تبدیلی نہیں ہوگی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ انسان وہی عمل کرے گا جو اس کے لئے بائبل میں لکھے جا چکے ہیں۔ اور اس کا ردِ حُجّان انہیں اعمال کی طرف ہو جائے گا اللہ تعالیٰ ان اعمال کو اس کے لئے کر دیں گے۔ ارشاد باری ہے۔
 فَالْهِنْبَا فَبُجُورْ خَا وَتَقُوْهَا۔ پھر سمجھو دی اس کو حُجّان کی مورچ کر چلنے کی۔ فَاَمَّا
 مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى۔ وَ اَمَّا
 مَنْ اَسْفَعٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى۔ (بیل) پس جس
 نے دیا اور ڈرا۔ اور تقدیر کی بجلی بات کی تو اس کو ہم سچ سچ کا پھو دیں گے آسانی میں۔
 اور جس نے نہ دیا اور بے پروا رہا اور جھوٹ جانا بجلی بات کو سو اس کو سچ سچ
 پہنچا دیں گے سختی میں۔ اَعْمَلُوا فَاَكُلْ مِمَّا ذَلِقْ لَه (حدیث) عمل
 کرو۔ ہر ایک کو وہی میسر آئے گا جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔

(۹۸) غیر مشرکہ کا مقدر ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں ہونا چاہئے کہ انسان کی
 تقدیر میں اگر برائی لکھی ہوئی ہے تو وہ اس کو ضرور کرے گا۔ تو پھر سوا فائدہ کیوں ہو گا
 جب وہ اس برائی کے کرنے پر مجبور ہے۔ اس کا جواب ہم نے خلق و کسب کے درمیان
 فرق کے تحت بیان کر دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تقدیر میں صرف یہی نہیں لکھا
 ہے کہ بندہ عمل کرے گا بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ وہ ممانہ اپنے اختیار و ارادہ سے کرے گا یہ
 نہیں کہ بندہ اللہ کی تقدیر سابق کی وجہ سے عمل پر مجبور ہے بلکہ اس کے عمل کا سبب
 اس کا اپنا ارادہ و اختیار ہے جس میں وہ مجبور نہیں اس لئے اس کے عمل پر ثواب و عقاب
 مرتب ہوتا ہے اور اس کے عمل کو جنت و جہنم کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے
 بِذٰلِكَ الْمَغْنَمَ الَّذِیْ اُوْرَثْنٰکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (زخرف) یہ جنت
 ہے جس کا تم کو تمہارے عمل کی وجہ سے وارث بنایا گیا ہے فَذُرُّوْا الْعَذٰبَ بِمَا
 کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اعراف) اپنے عمل کی وجہ سے عذاب چھو۔

خلاصہ یہ ہے کہ موجب اور مسبب اللہ تعالیٰ ہے اور کاسب و غافل بندہ ہے۔
 اور ہمیں کوئی منانات نہیں جیسے اللہ تعالیٰ خالق و مد ہے۔ مگر اس تخلیق کا سبب و مل ہے۔

لیکن اللہ کی تخلیق اور انسان کے عمل و عملی میں کوئی سناقت نہیں ہے۔

(۸۹) وَالْإِسْطَاعَةُ ضَرْبَانِ أَحَدُهُمَا الْإِسْطَاعَةُ الَّتِي يُوْجَدُ بِهَا الْفِعْلُ نَحْوَ التَّوْفِيقِ الَّذِي لَا يَجُوزُ أَنْ يُوَصَفَ الْمَخْلُوقُ بِهِ لَيْسَ مَعَ الْفِعْلِ وَأَمَّا الْإِسْطَاعَةُ الَّتِي مِنْ جِهَةِ الصَّحَةِ وَالْوُسْعِ وَالْإِمْكَانِ وَمَلَائِمَةِ الْأَلَاتِ فَبَيْنَ قَبْلِ الْفِعْلِ وَهُوَ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا.

ترجمہ: استطاعت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) وہ استطاعت جس کے ذریعہ فعل وجود میں آتا ہے جیسے وہ فعل جس سے مخلوق کو متصف نہیں کیا جاسکتا یہ استطاعت فعل کے ساتھ ہوتی ہے (دونوں لازم و ملزوم ہیں) (۲) وہ استطاعت جو صحت و وسعت و قدرت اور سرائقی اسباب کی صورت میں مہیا ہوتی ہے۔ اس کا وجود فعل سے پہلے ہوتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ مکلف نہیں جانتا کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔

تشریح: یہ بات مشاہدہ کے مطابق ہے کہ انسان میں بہت سے کام کرنے کی قدرت ہے اور بہت سے کاموں کی نہیں۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ انسان نہ قدر مطلق ہے نہ عاجز مطلق۔

مکلف کیلئے استطاعت و قدرت ضروری ہے۔ کیونکہ جس چیز کی بندہ میں طاقت نہ ہو اس کا اسے مکلف بنانا شرعاً ممنوع ہے۔ ارشاد باری ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (بقراء) اللہ مکلف نہیں بناتا کسی نفس کو مگر اسکی وسعت کے مطابق۔ اسی استطاعت و قدرت سے بندہ احکام شرع کا مخاطب ہوتا ہے۔

استطاعت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) استطاعت بمعنی قدرت (۲) استطاعت بمعنی صحت۔ اس قسم کو کبھی وسع کبھی محسوس کبھی سلاحتی اسباب و آلات سے تعبیر کرتے ہیں۔ (۱) یہی قسم فعل سے پہلے وجود میں نہیں آتی بلکہ جب بندہ اپنے برے فعل کا

اور وہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اسباب اختیار کرنے کے وقت اس فعل کو پہلے فرماتے ہیں اور وہ چیز سحر و سحر میں آجاتی ہے۔ یعنی یہ قدرت فعل کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ اس کی مثال ارشاد باری ہے۔ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ (مومنون) طاقت رکھتے تھے سننے کی اور نہ دیکھنے کی۔ اس میں ہیچ طاقت صلح اور قدرت بصارت کی نفی ہے۔ نہ کہ اسباب و آلات کی کیونکہ وہ تو موجود ہیں۔ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ اے شک تو میرے ساتھ صبر کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس میں بھی ہیچ طاقت صبر کی نفی ہے۔ نہ کہ اسباب صبر کی وہ تو موجود تھے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ یہاں عتاب اور ملامت کی گئی ہے۔ جبکہ آلات و اسباب کے نہ ہونے کی صورت میں ملامت نہیں ہوتی ملامت تو اس آدمی کو ہوتی ہے جو فعل نہ کرے اور قدرت فعل دوسرے کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے ضائع کر دے۔ جس کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اس فعل سے غافل رہنے کی وجہ سے جس کا حکم دیا گیا تھا۔

(۲) دوسری قسم۔ آلات و اسباب اور اعضاء وغیرہ کا صحیح سالم ہونا۔ تاکہ فعل کے کرنے میں رکاوٹ نہ ہو۔ یہ استطاعت فعل سے پہلے ہوتی ہے۔ مثلاً ارشاد باری ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ (آل عمران) اللہ کے لئے لوگوں پر مقرر ہو چکا حج بیت اللہ کا جو طاقت رکھتا ہو اس تک رہ چلنے کی۔ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً اَنْ يَفْخِكَ السُّخْرٰتِ السُّجْنٰتِ فَمِنْ مَلَائِكَةٍ اَيْنَاكُمْ (نمل) اور جو کوئی نہ رکھے قرین مقدور اس کا کہ نکاح میں لائے مسلمان وہاں تو نکاح کر لے ان سے جو تمہارے ہاتھ مال ہیں۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (تقوان) سو ڈرو اللہ سے جہاں تک ہو سکے۔

استطاعت کی یہ دونوں قسمیں مومن و کافر سب کے لئے عام ہیں۔ اور ہر فعل کے لئے عام ہیں۔ خواہ فعل حسن ہو یا شیع۔ مگر قدرت کی ایک قسم اور ہے۔ جس کو توفیق الہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی بندہ کسی فعل حسن کے اسباب اختیار کرتا ہے اور اس کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اگر اللہ کی جانب سے اس کے کرنے کی توفیق مل

مٹی تو وہ کام ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ استطاعت کی یہ قسم مؤمن کے ساتھ خاص ہے۔
 کیونکہ یہ تو فیض فضل الہی ہے۔ اور کافر اس کا عمل نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے۔ وَلَکِنَّ
 اللّٰہَ خَبِيرُ الْبَیِّنَاتِ وَزَیِّنَاتِ هِیَ قُلُوبُکُمْ وَکُزَّۃُ الْبَیِّنَاتِ الْکَافِرِ
 وَالْمُتَّقِیْنَ وَالْمُحْسِنِیْنَ۔ اُولَئِکَ هُمُ الرَّاٰثِیُونَ فَضْلًا مِنَ اللّٰہِ
 وَبَغْفَۃٍ (ہجرات) مگر اللہ نے محبت ذاتی تمہارے دل میں ایمان کی اور ایمان کھلا اس
 کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ذاتی تمہارے دل میں کفر اور کٹاؤ اور تا فریبی کی وہ
 لوگ وہی ہیں نیک راہ پر۔ اللہ کے فضل سے اور احسان سے۔ فمن یرد اللہ ان
 یرہدہ یمشعر صدرہ لئلا سلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ
 ضمیقا حرجا کأنما یصعد فی السماء کذلک یجعل اللہ
 الرجس علی الذین لا یرضون۔ (انعام) پس جس کو اللہ تعالیٰ چاہے ہیں کہ
 ہدایت دے تو قبول دیتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے اور جس کو چاہے ہیں کہ گمراہ
 کرے تو اس کا سینہ خوب تنگ کر دیتے ہیں گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ ایسے ہی اللہ
 تعالیٰ کر دیتا ہے گندگی ان لوگوں پر جو مؤمن نہیں۔

مصنفؒ کے قول اھدھما سے یہی قسم مراد ہے۔ معترکہ اس قسم کو مبیح مخلوق
 کے لئے عام قرار دیتے ہیں۔ مصنفؒ نے الذی لا یموز الخ کے ذریعہ اس کی ترمیم
 کی ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کا فضل ہے۔ اور کفار کل فضل نہیں۔

مصنفؒ نے استطاعت کی مختصر دو قسمیں بیان کی ہیں۔ تیسری قسم کی مستقل
 عنوان کے ساتھ صراحت نہیں کی۔ البتہ ان دونوں قسموں میں اس کے اوصاف بیان
 کر دیئے تاکہ معترکہ کارد ہو جائے۔ پس تیسری قسم ان دونوں قسموں سے مستقل ہے۔
 نیز مصنفؒ نے القی یوجد بها الفعل کہہ کر معترکہ اور قدریہ کی ترمیم کی
 ہے جو کہتے ہیں کہ استطاعت فعل سے نقل نہیں ہوتی۔ معتدل قول اہل سنت کا ہے۔
 جو ابھی اوپر نقل کیا گیا کہ استطاعت ایک قسم فعل سے پہلے ہوتی ہے اور ایک قسم فعل
 کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔

(۹۰) وَأَفْعَالُ الْعِبَادِ هِيَ خَلْقُ اللَّهِ وَكَسْبُ وَمِنْ الْعِبَادِ

(۹۱) وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ إِلَهٌ إِلَّا مَا يُطِيقُونَ وَلَا يُطِيقُونَ إِلَّا مَا

كُنْ لَهُمْ وَهُوَ تَفْسِيرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

نَقُولُ لَا حِيلَةَ لِأَحَدٍ وَلَا حَوْلَ لِأَحَدٍ وَلَا حِرْمَةَ لِأَحَدٍ عَنْ

مُعَصِيَةِ اللَّهِ إِلَّا بِمَعُونَةِ اللَّهِ وَلَا قُوَّةَ لِأَحَدٍ عَلَى الْإِثْمَةِ طَاعَةِ اللَّهِ

وَالْإِثْمَةِ عَلَيْهِ إِلَّا بِتَوْفِيقِ اللَّهِ

ترجمہ: (۹۰) در بندگانی خدا کے افعال اللہ کی مخلوق اور بندوں کا کسب ہیں۔

(۹۱) اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق نہیں بنایا بندوں کو مگر انہیں کاموں کا کس

کی وہ طاقت رکھتے ہیں۔ اور وہ طاقت نہیں رکھتے مگر انہیں کاموں کی جس کے وہ مخلوق

بنائے گئے ہیں اور الاحول ولا قوۃ کا مفہوم یہی یہی ہے۔ (جس کی وضاحت میں) ہم

کہتے ہیں کہ اللہ کی مدد کے بغیر اس کی۔ فرمائیے بچے میں۔ نہ کسی کا کوئی بس چنانہ کسی

کی طاقت کا زور نہ کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر حرکت کر سکتی اور اللہ کی توفیق کے بغیر

اس کی حاجت پر قائم اور بہت قدم رہنے کی کسی میں طاقت نہیں۔

(۹۰) اس عبارت سے صحت سے جریہ اور معتبر نہ کارو کیا ہے۔ جریہ

کہتے ہیں کہ مخلوق کے افعال کی تدبیر سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

بندہ افعال کا خالق ہے نہ کاسب۔ حقیر اس کا ہر نفس کہتے ہیں۔ کہ بندہ ہی اپنے افعال

کا خالق و کاسب ہے اللہ نہیں یہ دونوں نظریے وطل ہیں اور جہد دلیل ہیں۔ اہل سنت کا

مقید یہ ہے کہ سب افعال ہے اور اللہ تعالیٰ خالق افعال۔ ارشاد باری ہے واللہ

حَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ۔ (حالات) بندہ کے اسی کسب و اختیار پر ثواب و عقاب

مست ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

(۹۰) اس کے لئے ثواب ہے اس کا جہ اس نے کیا اور اس پر گناہ ہے اس کا جو اس نے کیا۔

(۹۱) تکلیف و وسعت مساوی ہیں۔ جس طرح تکلیف بقدر وسعت ہے اسی

طرح وسعت بقدر تکلیف ہے۔ ارشاد باری ہے لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا

وَسَمِعَهَا (بقراءہ) رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ (بقراءہ) اے ہمارے رب
پورے انھوں میں سے وہ بوجھ جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔

(۹۲) رَبُّكُلِّ شَيْءٍ يَجْعَلُ مِثْلَهُ بِمِثْلِهِ اللَّهُ وَعَلَيْهِ وَلِقَائِهِ لَقُلْتُ
مِثْلَهُ الْمِثْلَاتِ كُلِّهَا وَغَلَبَ لِقَاءَهُ الْغَلَبُ كُلُّهَا يَفْعَلُ اللَّهُ مَا
يَشَاءُ (۹۳) زَمَرُ غَيْرِ ظَالِمٍ أَحَدًا لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ

ترجمہ: (۹۲) کائنات کی ہر چیز اللہ کی مشابہ اور قضاہ و قدرت سے جاری ہے۔
پس اس کی مشیت تمام مشیتوں (سب کے امراؤں) پر غالب اور اس کا
فیصلہ تمام تدبیروں پر غالب ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (۹۳) اور وہ کسی پر ظلم
نہیں کرتا جو کچھ کرتا ہے۔ اس سے باز پرس نہیں کی جاسکتی اور لوگوں سے ان کے
اعمال کے متعلق باز پرس ہوگی۔

تشریح: (۹۲) نظام خداوندی دو طرح کا ہے۔ (۱) بحر حق جس میں خلق خدا
کی ہدایت اور اصلاح کیلئے کتاب و شریعت دے کر انبیاء کرام کو بھیجا
گیا۔ (۲) بحر حق جس میں کائنات کا نظام اللہ کی قدرت و مشیت اور اسکی قضاہ کے مطابق
چلتا ہے۔ یعنی موت و زندگی، عمر، رزق، راحت و آسانی، مصیبت و پریشانی، نجات
و بلاکت۔ ان خدمات کے لئے عام طور سے ملائکہ اللہ مقرر ہیں مگر ذمہ و انبیاء میں بھی
حق پہنچائیے بعض کو اس قسم کی خدمت کیلئے مخصوص کر لیا ہے جیسے خضر علیہ السلام۔

یہاں قضا سے قضاہ کوئی فرق مراد ہے۔ نہ کہ شرعی۔ اسنے کہ قضا کی بلکہ
امروہ، امرایان، کتاب، حکم، تحریم اور گناہ وغیرہ کی دو قسمیں ہیں (۱) کوئی (۲) شرعی۔

قضاہ کوئی: جیسے فَتَضْمِنُهُمْ سَنَعُ مَسْخُوتٍ فِي يَوْمٍ مَعْنٍ۔ (نفلت) پھر
کروے دوسرا آسمان و زمین۔

قضاہ میں شرعی: جیسے وَاقْضِي رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِنَاءً۔ (امرہ)
امروہ کوئی جیسے فَسَنُ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُنْزِلَ يَشْرَحَ صُدْرَهُ الْخ (انعام) امروہ

شری: جیسے یَرِیدُ اللہ بِکُمْ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُمْ الْعُسْرَ (بقراء) اور کوئی
جیسے اِنشَا اَمْرًا اِذَا اَزَادَ شَیْئًا اَنْ یُقَالَ لَهُ کُنْ فَیُکُونُ (دس) صرف اس کا
امر جب ارادہ کر تا کسی چیز کا یہ ہے کہ کہتا ہے کن۔ ہو یا ہو سو ہو جاتی ہے۔

امر شرعی: جیسے اِنَّ اللہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ النِّح۔ (صل) بلا
شیر اللہ حکم دیتا ہے عدل و احسان کا۔

اَنْ لَکُوْنِ: جیسے وَمَا یَضَارُّنِیْ بِہِ مِنْ اَخٍ اَوْ اِلَیْہِ (بقراء) اور وہ
اس سے نقصان نہیں کر سکتے کسی کا بغیر حکم خداوندی۔

تَوْنِ شرعی: جیسے مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِّیْنَةٍ اَوْ نَزَّکْتُمْہَا فَاَیْتِنَا عَلٰی
اَصْوِلِہَا فِیْ اَذْنِ اللہ (حشر) جو کا اعدا لایم نے کھجور کا درخت یا رے دیہ کھڑا ہی
جی سوائے کے حکم ہے۔

کتاب کوئی: جیسے وَمَا یُعْمَرُ مِنْ مُّصْعَرٍ وَلَا ینْقُصُ مِنْ عُمُرِہِ اِلَّا
فِیْ کِتَابٍ (فاطر) اور نہ عمر یا تپے کوئی جی عمر والا۔ اور نہ کمش ہے کسی کی عمر مگر کتاب
ہے کتاب میں۔

کتاب شرعی: جیسے وَکَتَبْنَا عَلَیْہِمْ فِیْہَا اَنْ یُّنْفِقُوا مِنْ اَمْوَالِہِمْ
(مائدہ) اور فرض کر دیا ان پر ہم نے اس میں کہ نفیس کے بدلے نفیس ہے۔

حکم کوئی: جیسے قُلْنَ اَنْزَحِ الْاَرْضَ حَتّٰی فَاَذْنِ لِّیْ اُبَیْ لَوْ یُحْکَمُ
اللہ لَیْ (یوسف) سو میں تو ہرگز نہ سرگوں گا اس ملک سے جب تک کہ حکم ہوں مجھ کو
میرا باپ یا قصہ چکا دے اللہ میری طرف۔

حکم شرعی: جیسے اَجَلْتُ لَکُمْ فِیْہِیْنِ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُظَلُّ عَلَیْکُمْ
غَیْرُ مُجَلِّیِّ السَّفِیْہِ وَانْتُمْ خَرُمَ اِنَّ اللہَ یُحْکَمُ مَا یُرِیدُ (مائدہ) حلال
کر دیے مجھے تمہارے لئے چوپائے۔ مویشی سوائے اسکے جو تم کو آگے سنائی چلیں گی۔
مگر طارنہ جانو شکار کو حرام کی حالت میں۔ اللہ حکم کرتا ہے چوپائے۔

تحریک کوئی: جیسے فَاَذْنِہَا مَحْرَمًا عَلَیْہِمْ اَرْبَعِیْنِ سَنَہً یَّتَذَلَّلُوْنَ فِیْ

الأَوْضَحُ۔ (مآخذ) سو یہ حرام کی گئی ہے ان پر چوبیس برس۔ سرمدتے پھر میں گے
ملک بھر میں۔

تحريم شرعی: جیسے۔ حُرِّمْتُ عَلَيْكُمْ النِّمْنَةَ وَالذَّمَّ وَالْعَمَّ
الْبَغْضَازَ۔ (مآخذ) حرام کر دیا گیا تم پر مرد اور خون، نور خنزیر کا گوشت۔

کلمات کوئی: جیسے۔ وَنَمُتُ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْخُسْفَانِ عَلَى بَنِي
إِسْرَآئِيلَ بِنَا صُنُفِرُوا۔ (اعراف) اور پورا ہو گیا سنگی کا دھند تیرے رب کا سنگی
ہر ایک پر۔ بسبب ان کے صبر کرنے کے۔

کلمات شرعی: جیسے وَإِذَا بَدَأْتُمْ الرِّبَا بِنُكُلٍ فَانْمُتُوا۔
(بقرہ) اور۔ ب۔ تو بیلایا براجم کو اسکے رب نے کلمات سے سوچ راندیا اس نے انکو۔

ان تمام قسماء و خالق کی روشنی میں یہ معلوم ہو گیا کہ بندہ کا فعل اللہ کے
ارادہ اس کی قضا و قدرت اور حکم و مشیت عظمیٰ و قشریٰ کی اجازت سے ہوتا ہے۔
لیکن اللہ کا ارادہ غیر بندہ کے ارادہ کے ضمن میں ہوتا ہے۔ اس میں جبریہ کی تردید کرنا
مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال میں مجبور ہے۔ تردید کا حاصل یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے بندہ کو اس کے افعال میں مجبور نہیں بنایا۔ تخلیق افعال تو اللہ ہی کی صفت
ہے۔ لیکن فعل کا ارادہ اور کسب و اختیار بندہ کو حاصل ہے۔ مگر بندہ کا ارادہ مستقل نہیں جو
اس کو اللہ سے مستثنیٰ کر دے۔ بلکہ بندہ کے ارادہ اور مشیت میں اللہ کے ارادہ اور مشیت
سے حرکت پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے وَذَا نَشَأُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ اَللَّهُ اَوَّلُ
نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

یہی مصنف کی عبارت میں جملہ و حرکت کی نفی تو بندہ سے کی گئی ہے مگر کسب
و ارادہ کی نفی نہیں کی گئی ہے ایمان کی تخلیق اسی کسب و ارادہ پر ہوتی ہے۔ بحکم امر تفصیلاً
(۹۳) اللہ تعالیٰ عظم و راجح۔ یعنی تمام اچھے برے افعال کا خالق ہے۔ اور عظم
کرنے پر قادر بھی ہے مگر اس کی عادت یہ ہے کہ دو کسی پر عظم نہیں کرتا جیسا کہ قدرت پر
اور جبر پر بنی آدم جو عظم و راجح کرتا ہے اس کا ذمہ دار اللہ کی ذات کو خیراتے ہیں۔

حالانکہ اللہ کی ذات ان تمام افعال قیود سے منزہ ہے۔ ارشاد باری ہے مَا اَنَا لِبِئْسَ
بِظُلَامٍ لِّلْعَبِيدِ۔ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا عبادِ علیٰ اِنِّی
حَرَمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِی۔ میں ظلم کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ پھر ظلم نام
ہے ملک غیر میں تعارف کا۔ اور تمام کائنات اللہ ہی کی ملک ہے۔ اس میں اس کا کوئی
شریک نہیں پس کون دوسرے میں اس کا تعارف اس کی اپنی ملک میں تعارف ہے۔ نہ کہ
ملک غیر میں تو ظلم کہاں سے ہوا۔

اسی طرح اللہ کی ذات سے اس کے کسی فعل کے بارے میں باز پرس نہ ہوگی
کیونکہ سوال ایسی شئی پر ہوتا ہے جو خلاف حجت ہو۔ جبکہ اللہ کی ذات خود حجت ہے۔
بلکہ حجّتوں کی حجت ہے۔ کیونکہ حجت کے لئے ضروری ہے کہ دو حق اور عدل کے ساتھ
منتسب ہو۔ اور حق و عدل اللہ کی ذات ہے۔ پس اللہ کی ذات سے کون سوال کرے
اور کس حجت سے کرے۔ مخلوق میں یہ بات نہیں ہے اس لئے خالق ان کے افعال کے
معلق ضرور سوال کرے گا۔

(۹۴) وَلِیُّ دُعَاۤیِ الْاٰخِیَآءِ وَصَدَقَیْهِمْ مُنْفَعًا لِلْاٰمَوَاتِ (۹۵)
وَاللّٰهُ تَعَالٰی یَسْتَجِیْبُ الدُّعَوَاتِ (۹۶) وَیَقْضِی الْاَحْجَآثَ
(۹۷) یُوْتِیْهِمْلَکَ کُلِّ شَیْءٍ وَلَا یَمْلِکُہُ شَیْءٌ (۹۸) یُوْلَاۤیِ عَنِ
اللّٰہِ طَرَفًا عَنِیَّ وَمَنِ اسْتَفْنٰی عَنِ اللّٰہِ طَرَفًا عَنِیَّ فَقَدْ کَفَرَ وَکَانَ
مِنْ اَهْلِ النَّحِیْنِ (۹۹) یُوْلَاۤیِ اللّٰہُ یَقْضِیْ وَیُوْضِی لَا تُخَافِیْہِ مَنْ اُوْدِی۔

ترجمہ: (۹۴) اور مردوں کے لئے زندوں کا دہلا کرنا اور صدقہ و خیرات کرنا
نفع بخش ہے۔ (۹۵) اور اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ (۹۶) اور
ماجھوں کو پوری کرتا ہے۔ (۹۷) اور وہ ہر چیز کا مالک ہے اور کوئی اس کا مالک نہیں۔
(۹۸) اور کوئی بھی ایک لمحہ کے لئے اللہ کی ذات سے بے نیاز نہیں۔ اور جو ایک لمحہ کے
لئے بھی اللہ سے بے نیاز ہو گیا تو وہ کافر ہے۔ اور بلاکست زدہ لوگوں میں شہر ہے۔

(۹۹) نور اللہ شافی غنیہ کا بھی ہوتا ہے اور متنی بھی لیکن اس کی ہدایتی اور خوشی مخلوق بھی نہیں ہے۔

تشریح: اہل سنت والجماعت کا مستند عقیدہ ہے کہ مردوں کے لئے دہلہ واستغفرہ اور صدقہ و خیرات نفع بخش ہے۔ کتاب و سنت میں اس کی مراحت منقول ہے۔ اس میں معتزلہ کی تردید کی گئی ہے۔ جو اس کا انکار کرتے ہیں۔ جو ارجاع اور نعوس کے خلاف ہے۔ مصنف نے ایصال ثواب کے دو طریقے بیان فرمائے ہیں۔ (۱) دعا و استغفرہ اور شاد باری ہے۔ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأَخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (حشر) اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے ان کے بعد اے رب بخش دے ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے داخل ہوئے ایمان میں۔

نماز جنازہ کی شرمیت، دفن کے وقت اور زہرا قبر کے وقت کی احادیث میں منقول دعا میں ان سب کا متعدد استغفرہ وغیرہ ملے ہیں۔

(۲) صدقہ و خیرات یعنی عبادت ملکہ جیسا کہ حدیث عائشہ میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اہل بیت کے بعد اپنی مرحومہاں کی طرف سے صدقہ کید۔ (۹۵) اور شاد باری ہے اَدْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ (سورہ) مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ دعا عبادت کا مغز۔ حصول منت و نفع معصرت کا قوی ذریعہ ہے۔ حتیٰ کہ اس نکتہ کو کافروں نے بھی سمجھا ہے چنانچہ حالت اشہرہ میں کافروں کا اللہ سے دعا کہ اگر آئین مجید میں منقول ہے۔ فَإِذَا دَكَّنُوْا فِي الْمَقْلَبِ اَدْعُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّينِ (حکمت) ایسے جب وہ کشتی میں سوار ہونے ہیں۔ تو پکارتے ہیں اللہ کو نجات دہنے والے اس کے لئے امامت۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ (ابن ماجہ) جو اللہ سے نہیں مانگا اللہ اس پر غصہ ہوتا ہے۔ جبکہ مخلوق کا مال یہ ہے کہ وہ سوال کرنے سے غصہ ہوتی ہے۔

وَالرَّبُّ يَغْضَبُ لِمَنْ تَرَكَتْ سُؤَالَهُ وَبَنِي آدَمَ حَتَّى يُسْأَلَ يَغْضَبُ

(۹۶) اَمْ مِنْ يُجِیْبُ الْمُصْطَضِرُّ اِذَا دَعَاہُ وَیَنْکَشِفُ السُّوءُ
(محل) ہلا کون پہنچتا ہے یکس کی پکار کو جب اسکو پکارتا ہے اور دور کرتا ہے سختی۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عالم اسباب میں اسباب اختیار کرتا ضروری ہے۔ شریعت اسباب کو نہ معطل کرتی نہ موثر بالذات سمجھتی۔ پس کلی طور پر اسباب کی طرف التفات شرک فی التوحید اور ذلت ہے۔ اور اسباب کو بالکلیہ لغو قرار دینا محفل کی کوتاہی اور انانیت ہے۔ اور اللہ پر توکل کے ساتھ اسباب اختیار کرنا عیدیت ہے۔

(۹۷) ارشاد باری ہے لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا
فِیْہُنَّ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (نارنگہ) اللہ کے لئے آسمان و زمین کی ملکیت
اور جو ان میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

(۹۸) اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی بے نیاز نہیں
سب اللہ کے محتاج ہیں۔ یعنی تمام مخلوق اپنے وجود و بقاء۔ موت و حیات۔ رزق و کسب۔
حرکات و سکونت وغیرہ تمام چیزوں میں اللہ کی محتاج ہے۔ کیونکہ محتاج مطلق فی مطلق
سے بے نیاز کیسے ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری ہے سُبْحٰنَہُ اَبَیْہَا الضَّالُّمِ اَنْتَہُمُ الْفٰقِرُ اِلَیَّہِ
اللّٰہُ وَاللّٰہُ ہُوَ الْغَنِیُّ الْمُخْبِرُ (فاطر) اے لوگوں تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ
بے محتاج کامل متاعش ہے۔

(۹۹) دیگر صفات کی طرح اللہ کے لئے صفت رضا و غضب بھی ھدیۃ ثابت
ہے۔ لیکن ہم ان کی کیفیت نہیں جانتے اب یہ اتنا ضرور ہے کہ اس کی صفت
رضا و غضب مخلوق کی رضا و غضب کی طرح نہیں ہے۔ لہٰذا کہ بعض نے
شعنی (الاقایہ) اس کی صورت کو دلیل ہے کہ کوئی شعنی ذات و صفات میں اس کے مشابہ
نہیں ہے۔ جس طرح ملائکہ کا غضب منکرین پر۔ ضروری نہیں کہ انسان کے
غضب کے مماثل ہو اس لئے کہ ملائکہ میں وہ چار عناصر نہیں ہیں جو انسان میں پائے
جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا خون قلب جوڑا ہوتا ہے۔ پس اللہ کا غضب مخلوق
کے غضب کے مماثل کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ مخلوق کسی بھی طرح اس کے مشابہ

نہیں۔ اس کے اندر صفت رضا و غضب دین کی مثالیں ملتی ہیں، اس لئے ہم انکی ایسی جوہر بھی نہیں کریں گے جو ان کو اس کی مثالیں ملان حقیقت سے بھیر دے۔ اگرچہ یہ صفات ذات باری اور انسان دونوں کیلئے استعمال ہوتی ہیں مگر یہ اشتراک صرف لفظی ہے، معنی نہیں ہے۔ ہر شایاری ہے وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْذَلَهُ عَذَاباً عَظِيماً اور اللہ اس پر غضبناک ہو گا اور تیرا کیا ہے اس کے لئے جہنم۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (توبہ) اللہ انہوں نے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

(۱۰۰) وَلَيَحِبُّ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَقْرُكُ فِي حُبِّ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَلَا تَسْتَرُ مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَتُبْضُ مَنْ يَبْغِضُهُمْ وَيَغْفِرِ النِّعَى بِذِكْرِهِمْ وَلَا تَذْكُرْهُمْ إِلَّا بِالنَّحْبِ وَحُبُّهُمْ دِينٌ زَانِدٌ وَاحْتِسَابُ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ وَنِفَاقٌ وَخُفْيَانٌ.

ترجمہ: اور ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے محبت رکھتے ہیں اور ان سے کئی کی محبت میں غلو نہیں کرتے اور نہ ان میں سے کسی سے برأت ظاہر کرتے اور ہم اس سے بغض رکھتے ہیں جو ان سے بغض رکھتا ہے۔ اور جو مجھے اعدائے الکلام نہیں لیتا۔ اور ہم ان کا ذکر نہیں کرتے مگر خیر کے ساتھ۔ اور ان سے محبت دین ایمان اور احسان کی علامت ہے۔ اور ان سے بغض کفر نفاق اور سرکشی ہے۔

توضیح: اصحاب صاحب کی جمع ہے۔ ساتھی۔ صحابی رسول۔ تفریط باب افعال غلو کرنے سے بڑھنا۔ فقہراً باب حصول چیز اور ہونا برأت ظاہر کرنا بغض۔ دغشی۔ نفرت۔ کفر ایمان کے خلاف عقیدہ فحاشی۔ دل میں کفر چھپا کر زبان سے ایمان ظاہر کرنا۔ طغیان علم ہونا فرمانی میں حد سے بڑھنا۔

تشریح: نبی اکرم ﷺ کے بعد دین کے حاملین اور ہم بارگاہ امت کے اٹھانے والے صحابہ کرام ہیں۔ جس سے ان کی فضیلت، عظمت اور تقدس ظاہر ہے۔ قرآن وحدیث کے فضائل و مناقب سے پر ہیں۔ رضوان اور محبت الہی کا پورن انہیں دہای میں شایا گیا۔ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا

عَنْهُ يُجِبُّهُمْ وَيُجِبُّونَهُ۔ بلاشبہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے محبوب ہیں۔ اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مخلوق کے بھی محبوب ہونے چاہئیں اور ہر فرد بشر کو ان کے ہر فرد سے بلا تفریق محبت و مہربانی سے محبت ہونی چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی محبت کو اپنی محبت اور صحابہ سے بغض کو اپنے بغض کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔ فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم من بغضی غرضاً من اخطہم فیحسب اخطہم ومن ابغضہم فیبغضنی ابغضہم ومن آذائهم فاذائی ومن آذانی فقد آذی اللہ ومن آذی اللہ فلیوشک ان یاخذہ۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں تنہید کا نشانہ نہ بنانا جس نے ان سے محبت کی سو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا سو مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ جس نے انہیں ستلایا اس نے مجھے ستلایا۔ اور جس نے مجھے ستلایا اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی تو قریب ہے کہ اس کا مواخذہ ہو۔

اہل اس محبت و اعتقاد میں شیعہ حضرات کی طرح افراط و تفریط سے پاک و صاف رہنا ضروری ہے۔ جیسا کہ انہوں نے حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ کو بڑھا دیا ہے۔ اسی طرح صحابہ کو ان کی ستلیاں شان مقام پر فخر کرکھنا ضروری ہے۔ ایسا نہیں جیسا کہ قویج نے حضرت علیؑ و عثمانؓ اور اہل بیتؑ سے برائت ظاہر کی ہے یہ دونوں نفرتیے لفظ اور گمراہ کن ہیں۔ لہذا یاد رہی ہے لا تغفلوا فی دینکم اپنے دین میں غفلت نہ کرو۔

صحابہ کا ذکر اہل کفر و فساد کے فضائل و مناقب اور ان کی عملی و علمی زندگی اور اسلامی خدمات کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اسلئے کہ صاحب شریعت ﷺ نے ان کے بارے میں اپنے بعد خیر امت ہونے کی خبر دی ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلوئہم ثم الذین یلوئہم۔ زمانوں میں بہتر میرا ملک۔ پھر اس سے ملاحول۔ پھر اس سے ملاحول۔ تمام صحابہ عادل ہیں۔ معیار حق ہیں۔ کیونکہ تمام صحابہ محبت نبی سے بغض خدا، زیارت نبی سے شرف۔ آپؐ کی تعلیمات سے بلا واسطہ مخلوق ہونے والے۔

اور ان کے بدن، روح، اور قلوب انور نبوت سے منور و نکلیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے سے بڑا عالم، فقید، مجتہد، صوفی، قلب، غوث، ادنیٰ صحابی کے بھی ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا۔ حضرت معاویہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز تو آپ نے نہایت متعاندہ جواب دیا کہ حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک پر جو غبار بیٹھا تھا۔ اس گرد و غبار کے برابر بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مقام نہیں ہے۔

اس لئے صحابہ سے محبت ایزن و دین میں داخل ہے کیونکہ صحابہ سے محبت حب میں کی وجہ سے ہے۔ اور آپ سے محبت اصل ایمان ہے۔ پس آپ کے واسطے صحابہ سے محبت بھی اصل ایمان میں سے ہے۔

صحابہ سے بغض و بدعت، برائی کے ساتھ ان کا ذکر کرنا ان کو شہ و شتم کرنا۔ ان کی شان میں گستاخی کرنا۔ تحقید و ملاحت کا نشانہ بنانا جائز ہے۔ بعض علماء کے نزدیک ایسا شخص واجب اعتقل اور بعض کے نزدیک واجب تعزیر ہے۔

حضرات شیعہ و خوارج اور سودوی سب صحابہ کی شان میں گستاخ ہیں صرف نوعیت جداگاتہ ہے۔ ان میں سودوی زیادہ خطرناک ہیں جو صحابہ پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہُم رِجَالٌ وَ فُحْشٌ رِجَالٌ۔ وہ بھی انسان ہیں ہم بھی انسان ہیں۔ اہل سنت و الجماعت کی نظر میں اس طرح کے فرقے گمراہ ہیں۔ کیونکہ صحابہ سے بغض حدیث کی تصریح کے مطابق بغض نبی کی دلیل ہے۔ ورنہ یہ سے بغض کفر و طغیان ہے۔ اس لئے صحابہ سے بغض بھی کفر و طغیان اور نفاق ہو گا۔

اہل سنت و الجماعت کا نظریہ اور عقیدہ صحابہ کے بارے میں یہ ہے کہ وہ ان کو انبیاء کی طرح معصوم نہیں مانتے۔ لہذا یہ کہتے ہیں کہ وہ ہم جیسے مردوں کی طرح اچھے برے اعمال کرتے تھے۔ یعنی نہ تو ان کی تعریف میں مبالغہ کر کے انہیں انبیاء کا درجہ دیتے لہذا ان کی تنقیص کر کے عام مردوں کے درجہ میں انہیں اتارتے۔

(۱۰۱) رَضِیْتُ الْخِلَافَةَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلًا لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَفْضِيلًا لَهُ وَتَقْدِيمًا عَلَيَّ جَمِيعِ الْأُمَمَةِ ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ لِعَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُمْ الْمُخَلَّفَاءُ الرَّاجِدُونَ وَالْأَيْمَنُ السَّاهِدُونَ

ترجمہ: (۱۰۱) اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے خلافت (کابولین درجہ) ثابت کرتے ہیں تمام امت میں ان کے افضل اور فائق ترین جستی ہونے کی وجہ سے پھر (دوسرے درجہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کیلئے پھر (تیسرے درجہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے پھر (چوتھے درجہ) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کیلئے ثابت کرتے ہیں اور یہ خانہ راشدین اور ہدایت یافتہ امت کے نام ہیں۔

تشریح: (۱۰۱) تمام صحابہ میں افضل خلفاء راشدین ہیں، اور خلفاء راشدین میں بلکہ انبیاء کے بعد سب سے افضل حضرت ابو بکرؓ پھر عمرؓ پھر علیؓ ہیں، خلافت کی ترتیب بھی فضیلت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ ان چاروں صحابہ کی خلافت کے حق ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت ۱۲ سال ۷ مہینہ تک رہی۔ حضرت عمرؓ کی خلافت ساڑھے دس سال رہی۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت ۱۲ سال تک رہی حضرت علیؓ کی خلافت ۴ سال ۹ مہینہ تک رہی، اور حضرت حسنؓ کی خلافت ۶ مہینہ تک رہی۔ چچا انہوں نے حضرت امیر مہدویہ سے مصالحت کر لی تھی اس طرح خلافت راشدہ کا یہ تیس سالہ دور ہے جو جس حد تک ثابت ہے اس کے بعد بادشاہت و سلطنت کا دور ہے حضرت امیر مہدویہ مسلمانوں میں سب سے پہلے بادشاہ ہیں اور تمام مسلم بادشاہوں میں سب سے افضل ہیں۔

تمام صحابہ نے متفقہ طور پر حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھوں پر بیعت کی حضرت ابو بکرؓ نے اپنی حیات کے آخری دور میں صحابہ کے اتفاق سے حضرت عمرؓ کو اپنا ولی مہد

مقرر کیا، حضرت عمرؓ نے اپنے آخری دور میں چھ نظری سمجھی کے ذریعہ باتفاق صحابہ حضرت عثمانؓ کو مقرر کیا، حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے تو دواہنا خلیفہ نہیں بن سکے اسلئے انصار و مہاجرین میں سے اہل باب محل وعقد نے حضرت علیؓ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی کیونکہ اب روئے زمین پر آپ ہی سب سے افضل تھے۔

(۱۰۴) وَإِنَّ الْعَشْرَةَ الْفَيْنِ سَمَّاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَشَهُدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ عَلَى مَا قَهَدَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ وَهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَزُبَيْرٌ وَسَعْدٌ وَسَعِيدٌ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَهُمْ أَمَنَاءُ هَذِهِ الْأُمَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ.

ترجمہ: (۱۰۴) اور بلاشبہ وہ دس صحابہ جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نام تمام) تصریح فرمادی ہے ہم ان کے جنتی ہونے کی شہادت دیتے ہیں اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے، اور آپ کا یہ فرمان برحق ہے اور وہ دس حضرات (عشرہ مبشرہ) یہ ہیں (۱) حضرت ابوبکرؓ (۲) حضرت عمرؓ (۳) حضرت عثمانؓ (۴) حضرت علیؓ (۵) حضرت طلحہؓ (۶) حضرت زبیرؓ (۷) حضرت سعدؓ (۸) حضرت سعیدؓ (۹) حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ (۱۰) حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور یہ سب اسی امت کے امین کہلاتے ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

تشریح: (۱۰۴) ان حضرات کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ اور شانہ ہے ابوبکرؓ فی الجنة وَعُمَرُ فی الجنة وَعُثْمَانُ فی الجنة وَعَلِيٌّ فی الجنة وَطَلْحَةُ فی الجنة وَزُبَيْرٌ فی الجنة وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فی الجنة وَسَعْدٌ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فی الجنة وَسَعِيدٌ بْنُ زَيْدٍ فی الجنة وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فی الجنة (ترمذی) وَفَضَائِلُ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَى۔

(۱۰۳) وَ مَنْ أَحْسَنَ الْقَوْلِ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ فَقَدْ بَرِيَ مِنَ الْبَقَاقِ
 (۱۰۴) وَ عَلِمَاءُ السَّلَفِ مِنَ أَتَابِلِ الْحَيِّ السَّابِقِينَ وَ التَّابِعِينَ وَ
 مَنْ يَنْفَعُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْخَيْرِ وَ الْإِثَرِ وَ الْفَقْدِ وَ النَّظَرِ لَا يَذْكُرُ إِلَّا
 بِالْحَمْدِ وَ مَنْ ذَكَرَهُمْ بِسُوءٍ فَهُوَ عَلَى غَيْرِ السَّبِيلِ (۱۰۵) وَلَا
 تَفْضِلْ أَحَدًا مِنَ الْأَزْوَاجِ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ

ترجمہ: (۱۰۳) اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ان کی
 ازواج مطہرات اور آپ کی پائیزہ اولاد کی شان میں اچھی گفتگو کی
 (انہیں ہر قسم کے اخلاقی میل بچیز سے پاک سمجھو) تو وہ خالق سے بری ہے۔ (۱۰۴) اور
 علماء سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین اور بعد میں آنوالے خیر، بھلائی والے اہل حدیث،
 اہل عقد و فکر ہیں، ان کا تذکرہ کرنا محض ہنداز میں ہونا چاہئے، جس نے انہیں برے انداز میں
 یاد کیا وہ یقیناً راست پر نہیں ہے (۱۰۵) اور ہم کسی ایلی کو کسی نبی پر فضیلت نہیں دیتے۔

توضیح: ازواج جمع زوج، خاوند، بیوی۔ ذریات جمع ذریعہ، اولاد، نس
 (۱۰۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّكَ اللَّهُ فِي
 أَصْحَابِهِ لَا تَفْضِلْ أَحَدًا مِنْ بَعْدِي غَرَضًا، میرے
 صحابہ کے بارے میں اللہ ست ذمہ، میرے بعد انہیں تعظیم کا شلک نہ بنانا۔ اَذْكُرْهُمْ
 اِنَّكَ فِي أَهْلِ نَبِيِّنِي ثَلَاثًا، رواہ مسلم میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے
 میں اللہ کا حوالہ دیکر تین چیزوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ اِزْكُرُوْا مَخْصِيَّتِي فِي أَهْلِ
 نَبِيِّتِهِ (رواہ البخاری) محمد کا خیال رکھو اس کے اہل بیت میں سے۔

ان روایات کی روشنی میں اصحاب رسول، ازواج مطہرات وغیرہ سے حسن
 عقیدت رکھنا اور ان کی عملی زندگی کو معیار حق سمجھنا اصل ایمان اور کمال علامت ہے،
 اور ان سے بغض، عناد رکھنا بدگمانی اور سب و شتم کرنا، ملامت و تنقید کا شلک بنانا اور یا
 وسعہ اور رواجا ان کی شائستگی اور مدح سرائی کرنا نصوح کی مخالفت، ایمان سے دشمنی

اور نفاق سے بڑھ کر خالق ہے۔

(۱۰۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کثیرہ میں صحابہ کرام کی عظمت، فضیلت و معیت اور عدل و امانت بیان فرمائی ہے اور شاہ رسول ہے اَکْبَرُ مَوَاضِعَ اصْحَابِهِ فَانْتَهَمُ خِذَارُ کُفْمِ (مشکوٰۃ) میرے صحابہ کی تعظیم کرو یا اس لئے کہ وہ تم سب سے بڑھتے ہیں۔

النُّجُومُ اَمَنَةٌ لِلنِّسَاءِ فَاِذَا دُعِيتِ النُّجُومُ اَتَتْهُ النِّسَاءُ مَا تَوَعَّدُ اَنَا اَمَنَةٌ لِاصْحَابِي فَاِذَا دُعِيتُ اَنَا اَتَنِ اصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ وَاَصْحَابِي اَمَنَةٌ لِأُمَّتِي فَاِذَا دُعِبَ اصْحَابِي اَتَنِ اُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ۔ (رواہ مسلم)

ستارے آسمان کی حفاظت کا ذریعہ ہیں جب ستارے فتم ہو جائیں گے (قرب قیامت میں) تو آسمان پر وہ حوادث آئیں گے جن کا وعدہ کیا گیا ہے (نوبت پھوٹ، فتنے و افسوس) اور میں اپنے صحابہ کی حفاظت کا ذریعہ ہوں پس جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر وہ حالات آئیں گے جن کا ان کے بارے میں وعدہ کیا گیا ہے اور میرے صحابہ میری امت کی حفاظت کا ذریعہ ہیں پس جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ حالات آئیں گے جن کا ان کے متعلق وعدہ کیا گیا ہے۔ (علامہ ترمذی قیامت کا ظہور)

اسی لئے اِنِّیْ سَمِعْتُ وَالْجَمَاعَةَ کَاثِرًا بِهٖ اِنَّ الْحَصِيحَةَ كُلُّهُمْ عَذُوْلٌ فَخُبُّهُمْ دِيْنٌ وَتَخْطُئُهُمْ نِفَاقٌ۔ بے شک تمام صحابہ عادل ہیں ان سے محبت دین اور ان سے بغض خالق ہے۔ صحابہ کے بعد آپؐ نے تابعین کے خیر امت ہونے کی شہادت دی ہے خَيْرُ النَّاسِ قَوْلِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنُهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنُهُمْ۔ (حدیث)

آپؐ نے علیہ امت کی بھی شہ جلیل بیان فرمائی ہے اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ (حدیث) بے شک علیہ انبیاء کے وارثین ہیں۔

اہل حدیث و اہل نقد و نظر کیلئے بھی آپؐ نے دعا کی ہے نَضْرُ الْمَلَّةَ اَضْرًا

سبع مئذیناً فنبغها کما سمعہ فربما ینبغ أو یمنی لہ من مناجع اللہ تعالیٰ اس آدمی کو خوش کرے جس نے میرے ہمہ تن اور پھر سننے کے مطابق اس کی تبلیغ کی پس بسا اوقات سلسلہ جمع سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہوتا ہے۔

ان تمام روایات سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ، تابعین، علماء، محدثین، نقشبند، اولیاء اللہ سے محبت، احسن عقیدت اور ان کا ذکر یا خیر مسلمانوں پر لازم ہے، ان کی برائی اور توہین سے اجتناب ضروری ہے آج کل لوگوں نے علماء کو مطعون کرنے کا مشغلہ بنا رکھا ہے جو دین اور دنیا دونوں اعتبار سے معزز ہے اور عملہ کی توہین، بحیثیت ملکہ کفر ہے۔

(۵) اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کوئی دنیاوی کسی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا نبوت

کا مقام ولایت سے اونچا ہے۔ ہر نبی ولی ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی نبی ہو

کیونکہ (۱) ولی نبی کی انتہا سے جتا ہے، معصوم ہو اگر نبی وصل اور ولی ان کی فرق ہے اور

اصل، فرق سے افضل ہوتی ہے (۲) نبوت دہی اور اللہ کی جانب سے اجابہ یعنی انتخاب

ہے اور ولایت نہیں ہے، بعدہ کے اللہ کی طرف ثابت یعنی رجوع کرنے سے حاصل

ہوتی ہے، اور اجتہاد ثابت سے افضل ہے۔ (۳) نبی معصوم ہوتا ہے، قبل الشہادۃ اور بعد

الشہادۃ بھی ولی نہ قبل الولاہیت معصوم ہوتا ہے نہ بعد الولاہیت، بلکہ غیر معصوم ہوتا ہے

اور معصوم غیر معصوم سے افضل ہوتا ہے۔ (۴) تمام صحابہ مقدس ہیں، اور ہر درجہ

قرآن و حدیث نے ان کی شہادت دی ہے اور محبت نبی کی وجہ سے ان صفات سے

مستف ہیں جن سے ولی متصف نہیں، اس کے باوجود صحابہ کا مقام نبوت سے بڑھ کر

نہیں کیونکہ ان میں یہ شان تقدیس علوم نبوت سے پیدا ہوتی ہے تو ولی کو یہ مقام کیسے

حاصل ہو سکتا ہے جبکہ ولایت تمام مستحقین بلکہ تمام مومنین میں مشترک ہے۔ ان

ابولہاء، الا المستحقین، اس لئے عام چیز خاص پر کیسے فوٹیت حاصل کر سکتی ہے؟ ان

مختلف وجوہ ترجیح کی وجہ سے ولایت کا مقام نبوت سے نہیں بڑھ سکتا پس کچھ افرام

نے بندوں اور مطلب پرستوں کا یہ کہنا کہ مقام ولایت نبوت سے اعلیٰ و افضل ہے غلط

ہے اور مرتجع خصوص کے خلاف ہے۔

(۱۰۶) وَ تَقُولُ نَبِيٍّ وَاحِدًا أَفْضَلَ مِنْ خَمْسَةِ الْأَوَّلِيَاءِ (۱۰۷)
 وَ تَزِيْنُ بِمَا جَاءَ مِنْ تَكْوَانِهِمْ وَ صَحَّ عَنْ الْيَقَاتِ مِنْ رَوَايَاتِهِمْ
 (۱۰۸) وَ تَزِيْنُ بِأَشْرَاطِ الشَّافِعِ مِنْ خُرُوجِ الدُّجَالِ وَ نَزُولِ
 عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَاءِ وَ خُرُوجِ يَاجُوجَ وَ مَاجُوجَ.

ترجمہ:

(۱۰۶) اور (بلکہ) ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ ایک نبی تمام اولیاء سے افضل ہے
 (۱۰۷) اور ہم اولیاء سے ظاہر ہونے والی کلمات کو تسلیم کرتے ہیں اور ان
 سے مروی ثقہ روایات کو صحیح مانتے ہیں (۱۰۸) اور ہم قیامت کی علامات پر یقین رکھتے
 ہیں مثلاً دجال کی آمد، عیسیٰ بن مریم کا آسمان سے نزول فرمانا، یاجوج ماجوج کا خروج۔

تشریح:

(۱۰۶) ارشاد رسول ہے اَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ۔
 (رواہ الترمذی) میں اولین اور آخرین میں معزز ہوں۔ اس حدیث
 سے آپ کا تمام اولیاء اولین و آخرین بلکہ تمام انبیاء سے افضل ہونا ثابت ہو گیا، اور نفس
 نبوت میں تمام انبیاء مشترک ہیں اسلئے تمام انبیاء کا تمام اولیاء سے افضل ہونا ثابت ہو گیا۔

(۱۰۷) کرامت اور معجزہ کہتے ہیں خوارق عادت امور کا ظاہر ہونا، یعنی اللہ
 کے کسی فعل کا بندے کے ہاتھوں ظاہر ہونا۔ اگر یہ خرق عادت نبی کے ہاتھوں ظاہر
 ہو تو معجزہ کہلاتا ہے اور اگر کسی ولی یا بزرگ کے ہاتھوں ظاہر ہو تو کرامت کہلاتا ہے اور
 اگر ولی کے علاوہ کسی اور سے ظاہر ہو تو تحفیل اور استدراج کہلاتا ہے جس کا کوئی اعتبار
 نہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ خرق عادت امر ظاہر ہونے کیلئے ایمان شرط نہیں اس
 طرح کی باتوں کا فقہاء غیر مؤمن سے بھی ہو جاتا ہے، مگر ولی کیلئے دینداری اور اس پر
 استقامت شرط ہے۔ اس لئے تمہا خوارق کا ظہور عند اللہ مقبول ہونے کی دلیل نہیں
 بلکہ اس کا معیار اصل دین ہے اگر وہ دیندار ہے تو وہ عند اللہ مقبول ہے ورنہ مردود، خواہ
 اس سے کہتے ہی خوارق ظاہر ہوں۔ ولی کی کرامت معجزات انبیاء کا اثر ہے جیسا کہ متقی
 عالم کا مسلم علم انبیاء کا اثر ہے اور حسن اخلاق انبیاء کے اخلاق کی فرما ہے۔

کرامت و اولیاء کا ثبوت کتاب و سنت سے ہے اسی لئے محدثین نے اپنی کتابوں میں

باب انکرامات کا عنوان قائم کیا ہے اور صحابہ اور ان کے بعد اولیاء کی کرامت نقل کی ہیں

(۱) حضرت مریم کی کرامت قرآن میں مذکور ہے (۲) حضرت عمرؓ کے خط سے دریائے نیل جو خشک ہو گیا تھا جاری ہو گیا (۳) نہادہ میں آپ کا فکر جنگ میں معروف ہے آپ نے مدینہ میں جوہر کے قطبہ کے دوران کہا یا ساریۃ الجہیل۔ تو لشکر کے لوگوں نے اس کو بنا۔ (۴) شدیہ ہند پاک رات میں اسید بن حنیث اور مہار بن بشیر حضور کے پاس سے جا رہے تھے تو ان کی لاشیں روشن ہو گئی جس سے انہیں روشنی مل گئی (۵) حضرت ابوبکرؓ کے پاس کچھ مہمان کھانا کھا رہے تھے جتنا کھانا وہ کھاتے تھے اس سے زیادہ وہ کھانا پڑھتا جاتا (۶) سعید بن مسیبؓ اپنی حرہ کے دونوں میں جب مسجد نبوی میں تین دن اذان نہیں ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے ملکی سی آواز سنی اور اس سے قرز کا ذوق پھپھاتا (۷) مولیٰ رسول حضرت سہیلہؓ ایک سفر میں قافلہ سے کسی وجہ سے الگ ہو گئے اور راستہ بھول گئے تو راستہ میں ایک شیر ملانہ اور اس سے کہا اے ابوالمہارث (شیر کی کنیت) میں غلام رسول راستہ بھول گیا ہوں مجھے راستہ بتاؤ، تو شیر ان کے ساتھ چلا اور راستہ بتایا۔ اس طرح کی پیشہ کرامات ہیں جن کو یہاں شمار نہیں کرنا چاہتا ہم ان سب کرامات پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

(۱۰۸) قرب قیامت میں کچھ علامتیں ظاہر ہوں گی جو اس بات کا پتہ دیں گی کہ اب قیامت قریب ہے ان علامتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں یہاں بیان فرمایا ہے اور کچھ علامتیں قرآن کریم میں بھی بیان کی گئی ہیں مثلاً (۱) دھان (۲) دجال کی آمد (۳) زمین سے ایک چوپایہ کا نکلنا (۴) سورج کا مغرب سے اٹھنا (۵) یحییٰ بن مریم کا نزول فرماؤ (۶) یاجوج ماجوج کا خروج (۷) تین خسوف ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک جزیرہ عرب میں (۸) یمن سے ایک آگ چلی گی جو لوگوں کو حشر تک بھجائے گی اور شہادت پاری۔ جس۔ و اذا وقع القول علیہم اخرجنا لہم دابۃ من الارض فتکلبہم۔ اور جب ان پر ہت مابت ہو جائیگی تو پیدا کریں گے ہم زمین (مناہادی سے) ایک چوپایہ جو لوگوں سے باتیں کرے گا۔

حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْخُوجُ زِمَاجُوجُ وَ هُمْ مِنْ كُلِّ حَذَبٍ
يَنْفِلُونَ۔ (انہیہ) یہاں تک کہ جب (تکبیر والقرین کی پائی ہوئی آہنی دیوار ٹوٹ
جائے جس کے ذریعہ تو میا جوج و ماجوج کا راستہ بند کر رکھا ہے تو میا جوج و ماجوج کھول
دیجے جائیں اور وہ ہر لوہا مان سے پھسلنے چلے آئیں گے (اور دنیا میں فساد پھیلائیں گے
پھر ایک باری پھیلے گی جس سے وہ سب مر جائیں گے)

لِيُزِمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا تَنْفَعُ نَفْسًا إِنْهَا لَمْ تَكُنْ
آمِنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا (انعام) جس دن آئے گی
تک نکالی تیرے رب کی نہ کام آئے گا کسی نفس کو اس کا ایمان جو پہلے ہے ایمان نہ لایا
تھایا ہے ایمان میں کچھ ٹکرائے کی تھی "یعنی جب سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا تو
انکے بعد کسی کافر کا ایمان قبول ہوگا کسی فاسق کی توبہ" ۶

حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب حضرت یحییٰ جو سچے ہدایت ہیں آسمان سے
مسجدِ قسطنطنیہ کے مینار پر نزول فرمائیں گے نام مہدی کی اقتداء کریں گے، صلیب توڑیں
گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور دھول کو قتل کریں گے جو سچے خلافت ہے جس کی ایک
آنکھ کافی ہوگی اور اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔ (مختصر از حدیث)

(۱۰۹) وَلَا تُضِلِّيْهُمْ مَّاعِيَا وَلَا غَوَاةَا (۱۱۰) وَلَا مِّنْ يُّدْعِي
حِيْنَآ يُخَالِفُ الْكِتَابَ وَ السُّنَّةَ وَ اِجْمَاعَ الْأَعْمَ (۱۱۱) وَ نُوْحَا
الْجَمَاعَةَ حَقًّا وَ ضَوَابَا وَ الْفِرْقَةَ زَيْفًا وَ عَذَابَا

ترجمہ: (۱۰۹) اور ہم کسی کامن (نجوی) کی تصدیق نہیں کرتے (۱۱۰) اور نہ ہی
ہم اسے سچا جانتے جو کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف کوئی دعویٰ
کرتے (۱۱۱) اور ہم جماعتِ مسلمین کو حق اور درست سمجھتے ہیں اور فرقہ بندی کو کجروی
اور عذاب سمجھتے ہیں۔

توضیح: کماہن وہ شخص جو مستقبل میں واقع ہو جانے والی چیزوں کی خبر دے۔ پوچھو
چیزوں کی معرفت کار دعویٰ کرے اور غیب کی باتیں بتائے۔ عرف:

نبوی، طیب، ستارہ، وغیرہ کا حساب لگا کر کسی چیز کا فیصلہ کرنا۔

تشریح:

(۹۰) علم غیب ہادی تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے کسی دور میں یہ

صفت نہیں ہے جبکہ اگر کوئی انسان مثلاً کاکہن یا نبوی وغیرہ غیب کی خبریں دیں تو ہم ان کی تصدیق نہیں کریں گے کیونکہ احادیث میں اس کی تصدیق پر سخت وعید آئی ہے اور شاہد رسول ہے: **مَنْ اتَى غُرَافًا اَوْ كَاهِنًا وَفِي بَوَاقِیْهِ فَقَدْ سَأَلَهُ وَصَدَقَهُ مَعَا یَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اَنْزَلَ عَلَیْ مُحَمَّدٍ ﷺ** (مسند احمد) جو عرف یا کاکہن کے پاس گئے (تائید روایت میں یہ اضافہ ہے) اور اس سے مطربات کی پھر جو اس نے کہا اس کی تصدیق کیا تو اس نے انکار کیا اس کا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر باتوں ہوں جیسے اس حدیث سے مسائل کا حال معلوم ہو گیا رسول کا حال بد، یہ کوئی معصوم ہو گیا کہ وہ بھی کافر ہے۔

صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکی حقیقت کے بارے میں عرض کیا کہ یہ (کاکہن) بھی ہم تو کوئی چیز بتا دیتے ہیں تو وہ حق بات ہو جاتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: **وہاں تو حق ہوتی ہے اور اس کو شیطان چوری چھپے من کران کا بنوں کے ذہن میں ڈال دیتا ہے پھر وہ کاکہن اس میں سو جھوٹ داتا ہے۔**

در اصل اس فن کیمت میں ریاضت، تکمیل اور شیائیں سے مدد لی جاتی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس طرح کے بہت طریقے رائج تھے یہ سب طریقے قہر، جوار اور باطل ہیں، اس لئے اسلام نے سختی کے ساتھ ان کی مخالفت کی جو ان کو حرام قرار دیا۔ ارشاد ہادی ہے: **وَ اِنَّكَ كَانِ رِجَالٌ مِّنَ الْاَنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْحَبِیْرِ فَاَنْزَلْنٰهُمْ رَافِعًا (جن) اور یہ کہ تھے کئے مر دانہ بنوں میں کے پتا کھڑے تھے کئے مردوں کی جنوں میں سے پھر تو دور زیادہ سرچھے گئے۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمِیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ** (مائتہ) شراب، جواریت اور پانے گندے کام ہیں شیطان کے رسولان سے بچتے رہو۔ (۹۱) اسلام کی قید کا مقصد قہرمان بنوں کو کفر و حد سے اجتناب پر راجع کرنا ہے

جو اس کا طرہ امتیاز ہے اسی لئے اہل سنت والجماعت مسلمانوں کی اجتماعیت کو جن امور درست سمجھتے ہیں اور انتشار و تفریق کو گمراہی اور ذریعہ عذاب و ارشاد باری ہے وَاخْتَصِمْنَا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران) اور مضبوط پکڑو اللہ کی رہی سب پکڑ اور پھوٹ نہ آوے۔ وَ إِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَشِقَاقٌ بَعِيدٌ (بقرہ) جنہوں نے کتاب اللہ میں اختلاف کیا وہ بڑی ضد پر ہیں۔ حدیث میں ہے لَا اِسْلَامَ اِلَّا بِجَمَاعَةٍ اسلیم بطریق اجتماعیت کے نہیں۔

فقہی مسائل میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف حق کی تلاش میں ہوتا ہے اس لئے وہ کبھی ہمیں اور مذہبوں میں جگہ محدود ہے اختلاف العلماء رَحْمَةً اِلَیْهِ کے متعلق آیا ہے کیونکہ دین کے بنیادی مسائل میں دو متحد ہیں اور فرقہ ویت میں ان کا اختلاف مضبوط و ناقل پر مبنی ہوتا ہے۔

ارشاد باری ہے قُلْ لِّهُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یُّنْعِمَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِکُمْ وَ مِنْ تَحْتِکُمْ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیْعًا وَ یَذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَآئِسًا مِنْ بَعْضٍ (انعام) تو کہہ اے کو تہ رت ہے ان پر کہ بھیج تم پر عذاب اوپر سے یا تمہارے پیروں کے نیچے سے یا تم کو مختلف فرقے کر کے اور چمکدے ایک کو زائل ایک کی۔

و دِیْنُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ رَجُلٌ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاحِدٌ وَهُوَ دِیْنُ الْاِسْلَامِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَ قَالَ تَعَالٰی رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا وَهُوَ دِیْنُ الْغُلُوِّ وَ التَّقْصِیْرِ وَ التَّشْبِیْهِ وَ التَّعْطِیْلِ وَ بَیْنَ الْخَیْرِ وَ الْقَبْرِ وَ بَیْنَ الْاَمْنِ وَ الْیَاسِ فَهَذَا دِیْنُنَا وَ اَعْظَاؤُنَا ظَاهِرًا وَ بَاطِنًا

ترجمہ: (۱۱۲) اور زمین و آسمان میں عزوجل کا دین ایک ہی ہے اور وہ دین اسلام ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ہاشم دین اللہ کے نزدیک فقط اسلام ہے (اور دوسرے مقام پر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَضَعْنَاهُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا (ہم کو) میں نے اسلام کو تمہارے لئے بطور دین پسند کیا اور یہ (دین اسلام) افرط و تقریط، تفسیہ و تعطیل اور جبر و قدر اور بے خوفی و بے امید کی درمیان (ایک سیدھا راستہ ہے) جس میں ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے یہی اہدویں و اعتقاد ہے (ظاہر ایسی زبان سے اقرار اور عمل بالادکان کر کے اور باطن ایسی مکمل یقین اور تہذیب قلبی کر کے)

توضیح: | دین اسلام کے مختلف معنی بیان کئے گئے ہیں جن میں کوئی تضاد نہیں ہے (۱) وہ طریقہ جو اللہ نے بندوں کیلئے اپنے رسولوں کی زبانی شروع کیا (۲) اطاعت و فرمانبرداری جیسا کہ تمام مخلوق (جن و انس وغیرہ) عکس و تقریبی طور پر اللہ کے تابع فرمان ہے اور شاد باری ہے وَلِلّٰهِ اسْلَمْنَا مِنْ فِتْنِ السُّنُونِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا (آل عمران) اور اسی کے حکم میں ہے جو آسمان و زمین میں ہیں خوشی سے و رلا چارائی سے (۳) عہدیت مطلقہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ حبیود اور تمام مخلوق اس کے بندے ہیں اور شاد باری ہے اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اَتٰنِیَ الرَّحْمٰنُ عٰبِدًا (مریم) کوئی نہیں آسمان و زمین میں جو نہ آئے رہنمائی کا بندہ ہو کر۔

تشریح: | (۱۳) حضرت توم علیہ السلام سے لیکر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کا دین ایک ہی رہا ہے یعنی دین اسلام۔ شرعی احکام و مسائل میں حالات اور ضرورتوں کے مطابق اگرچہ سب کی شریعت مختلف رہی اور شاد باری ہے اِنَّ الدِّیْنَ جَعَلَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ، اللہ کی نظر میں دین فقہ اسلام ہے۔ وَمِنْ یُخْلَقْ غُفَرَ الْاِسْلَامَ دِیْنَا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران) اور جو اسلام کے علاوہ دین اختیار کرے گا سو ہرگز قبول نہیں کیا جائے اور شہر رسولی ہے اِنَّا مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاۃِ دِیْنُنَا وَاجِدٌ ہم انبیاء کی جماعت ہیں ہم سب کا دین ایک ہے۔ باری تعالیٰ نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی تکمیل کر دی اور چونکہ یہ دین نئی نوع انسان کیلئے نعت عظمیٰ تھا اس لئے آپ کی ذات اقدس پر اس نعمت کا اتمام کر دیا گیا۔

مَنْ يُلْقِيهِمْ فِي كَهْمٍ "مَنْ" سب کو شامل ہے اور یہ حکم اپنے عموم و اطلاق کے اعتبار سے اس وقت تک ہوگا جبکہ اسلام کو اس امت اور ساتھ ہی امتوں حتیٰ کہ زمین و آسمان میں سب کیلئے ثابت مانا جائے۔

دین محمدی میں اعتدال اور میاند روی ہے، نہ اس میں دین موسوی جیسا افراط یعنی تقصیر ہے، نہ دین موسوی جیسی تفریط یعنی غلو، نہ اس میں راہبان طرز اعتقاد کیا گیا ہے کہ حلال چیزوں کو بھی حرام کیا ہو اور نہ یہ کہ چوپایوں کی طرح آڑو، کہ حلال و حرام میں امتیاز باقی نہ رہے۔ حدیث میں ہے کہ بعض صحابہ نے زہد و تقویٰ میں غلو سے کام لیا اور عہد کیا کہ نہ ہم گوشت کھائیں گے نہ عورتوں سے نکاح کریں گے نہ رات میں سوئیں گے نہ دن میں افطار کریں گے اور بعض نے تو خسی ہونے کا ارادہ کر لیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو انہیں مناسب کیا اور فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا جو اس طرح کی باتیں کہہ رہے ہیں جبکہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں سوتا بھی ہوں کھڑا بھی ہوتا ہوں گوشت بھی کھاتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ شِفَتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔ پس جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

تقصیر اور کوتاہی کرنے والوں کے بارے میں ارشاد باری ہے: فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ إِذَا كَانُوا عَلَى النَّاسِ يَسْفُحُونَ إِذَا كَانُوا عَلَى النَّاسِ يَفْسُحُونَ إِذَا كَانُوا عَلَى النَّاسِ يَفْسُحُونَ إِذَا كَانُوا عَلَى النَّاسِ يَفْسُحُونَ (ماحون) سو خرابی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں وہ جو دکھانا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگی نہیں دیتے۔ وَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ إِذَا كَانُوا عَلَى النَّاسِ يَفْسُحُونَ إِذَا كَانُوا عَلَى النَّاسِ يَفْسُحُونَ إِذَا كَانُوا عَلَى النَّاسِ يَفْسُحُونَ (مفسحین) خرابی ہے کھاتے والوں کی وہ لوگ کہ جب باپ کر لیں لوگوں سے تو پورا بھر لیں اور جب ان کو باپ کر یا تول کر دیں تو کھلا کر دید۔ وَلَا يَحْسَبُونَ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ إِذَا كَانُوا عَلَى النَّاسِ يَفْسُحُونَ إِذَا كَانُوا عَلَى النَّاسِ يَفْسُحُونَ (بغیل) وہ جو خیال نہ کریں وہ جو بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ نے اپنے

فصل سے انہیں دیا ہے کہ وہ ان کے لئے بھڑے نہیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے۔

فہذا: یعنی شروع کتاب سے لیکر اب تک جو بیان کیا گیا وہ سب تبادلوں اور
اعتقاد ہے اس لئے کہ یہ تمام باتیں کتاب رست کے حکمت اور تصریحات ہیں اور ہمارے
ملف صاحبین کا غیر منقطع متواتر سلسلہ ہے جس کی سند اول سے آخر تک متصل ہے۔

(۱۱۲) وَ نَحْنُ بُرَاءٌ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنْ كُلِّ مَا خَالَفَ الَّذِي
ذُكِّرْنَا بِهِ وَ بَيَّنَّاهُ وَ نَسَأَلُ اللَّهَ تَعَالَى أَنْ يُغْفِرَ عَلَيَّ الْإِيمَانَ وَ يُخَيِّمَ
لَنَا بِهِ وَ يُعْصِمَنَا عَنِ الْأَهْوَاءِ الْمُخْتَلِفَةِ وَ الْأَرَاءِ الْمُتَفَرِّقَةِ وَ
الْعُشَائِرِ الرَّدِّيَةِ بِمِثْلِ الْمَشْبِثَةِ وَ الْمُعْتَزَلَةِ وَ الْجَهْمِيَّةِ وَ
الْخَبَرِيَّةِ وَ الْقَدَرِيَّةِ وَ غَيْرِهِمْ مِنَ الَّذِينَ خَالَفُوا السُّنَّةَ وَ الْعِمَامَةَ
وَ خَالَفُوا الضَّلَالَةَ (كَالْمُؤَدِّدِي وَ الرُّضَاخُونِي وَ الْقَادِيَانِي وَ
غَيْرِ الْمُغْلَبِينَ) وَ نَحْنُ بُرَاءٌ مِنْهُمْ وَ هُمْ جُنْدُنَا ضَلَالٍ أَرْدِيَاءُ وَ
بِاللَّهِ الْعِصْمَةِ وَ التَّوْفِيقِ وَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيَّ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَيَّ
آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ وَ سَلَّمَ وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ترجمہ: (۱۱۳) اور ہم اللہ کی جانب برأت ظاہر کرتے ہیں ہر اس شخص سے جو
اس طریقہ کا مخالف ہو جس کو ہم نے ذکر کیا اور بیان کیا (اور یہ
اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہم نے جو ذکر کیا وہ اعلیٰ حق کا مسلک ہے جس میں نہ افرات ہے نہ
تفریط بلکہ راہ اعتدال ہے) اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو ایمان پر ثابت
قدم رکھے اور ہمارے مخالفین ایمان پر فرمائے، اور دین میں اختلاف پیدا کر نہ اعلیٰ خواہشات،
فرقہ بندی پیدا کر نہ اعلیٰ خیالات اور مردود فرقوں سے مخالفت فرمائے مثلاً سب،
معتزلہ، جہمیہ، جبریہ، قدریہ۔ اور ان کے علاوہ ان لوگوں سے جو سنت و جماعت کے
مخالف اور مخالفت دگر بھی کے حلیف (رفیق) ہیں (مثلاً مودودی، رضا خاں، قادیانی،
غیر مقلدین) اور ہم ان سے برأت ظاہر کرتے ہیں اور یہ (تمام فرقے) ہمارے
تذویک گروہ ہیں اور اللہ کی ذات سے عصمت و توقیت مل سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ درود

و سلام بڑی قربانے ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور آپ کی مولاد و اسباب پر تمام تعزیتیں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں۔

(۱۱۳) ان تمام فرقہ بللہ کی مکمل تفصیل مقدمہ میں آچکی ہے ہم

تشریح:

ان کے خیالات فاسدہ اور عقائد بللہ سے مکمل برأت کا اعلان کرتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم نے برأت کا اظہار فرمایا تھا شاربہاری ہے و اذ قال ابنہ اھلیم لا یدھ و قومہ انبی یزء مما تعبدون الا الذی فطرنی فادھ منیھدین۔ (زخرف) اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا ہاں شہر میں تمہارے معبودوں سے بری ہوں مگر وہ ذات جس نے مجھے پیدا کیا جس وہ مجھے راہ راست دکھائے گا۔

ضمیمہ از حکیم الاسلام قدس سرہ

مَنَی الخِلاَفَةِ وَ السِّیَاسَةِ الدِّیْنِیَّةِ وَ غَايَاتِهَا مِنَ الْمُحَاشِي
مَذْظَلَّة

خلافت اور سیاست دینی کی بنیادیں اور اس کی غایات۔ (مقامہ) محشی، غلہ کی جانب سے۔

ترجمہ:

مبانی: محشی کی جمع ہے معنی بنیاد۔ خلافت: باب (ن) جانشین ہونا، سیاست: سانس سپروس، (باب ن) انتظام کرنا۔ غایات:

توضیح:

غایۃ کی جمع ہے، انتہاء، مقصود۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مسئلہ خلافت کو اس کی دینی اہمیت اور اسلامی سیاست اور اجتماعیت کی بنیاد کی وجہ سے عقائد ضروریہ میں شمار کیا اور

تشریح:

اس پر گفتگو فرمائی اور اپنے ذوق کے مطابق جس قدر ضروری سمجھا بیان کر دیا۔ محشی حکیم الاسلام حضرت مولانا قادری محمد شیب صاحب قدس سرہ رئیس الجامعہ دہراظہم

دوبارہ نے خلافت کے عہدے اور ان کے مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مشن کا اضافہ فرمایا، تاکہ طالبین کے سامنے خلافت کا صحیح نقشہ سامنے آجائے جو تاریکی کے پردوں میں چھپا ہوا ہے، اور حالاً علماء اہل حق اسی مشن کا حق ادا ہے۔

کلام خلافت کو قائم کرنے کیلئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کو متن کی شرح میں بیان کیا جا چکا ہے پہلے خلافت کے متعلق ضروری تفصیل ملاحظہ کرتے ہوئے، خلافت کا مطلب ہے زمین کا نظام اور اس میں خدا کا قانون نافذ کرنے کیلئے اس کی طرف سے کسی نائب کا مقرر کرنا، قرآن مجید میں ہے کہ اقتدار اعلیٰ تمام کائنات اور پوری زمین پر صرف اللہ کا ہے ارشاد باری ہے **إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْأَلَمِ الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ** زمین کے نظام کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نائب آتے ہیں جو پورا خداوندی زمین پر سیاست و حکومت اور خدا کا حکم کی تعلیم و تربیت کا کام کرتے اور احکام الہیہ کو نافذ کرتے ہیں اس خلیفہ و نائب کا تقرر بلا واسطہ خود حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اپنی میں کسی کے کسب و عمل کا کوئی دخل نہیں ایسے ہی پوری امت کا جماعی عقیدہ ہے کہ نبوت کسی چیز نہیں جس کو کوئی اپنی سعی و عمل سے حاصل کر سکے بلکہ حق تعالیٰ ہی خود اپنے علم و حکمت کے تقاضے سے خاص خاص افراد کو اس کام کیلئے جن لیتے ہیں جن کو اپنا نبی و رسول و خلیفہ و نائب قرار دیتے ہیں قرآن حکیم نے جگہ جگہ اس کا اظہار فرمایا ہے ارشاد ہے **اللَّهُ يَضْطَرُّ مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ** اللہ تعالیٰ انتخاب کر لیتا ہے فرشتوں میں اپنے رسول کا اور انسانوں میں سے وہ ایک اللہ تعالیٰ نے والداد کیلئے بلا ہے نیز ارشاد ہے **اللَّهُ أَغْلَمُ خَبِيرٌ يَجْعَلُ رُسُلَهُ** (انعام) اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں کہ اپنی برسات کس کو عطا فرما دے۔

یہ علیہ السلام اس لیے حق تعالیٰ سے اس کے احکام معلوم کرتے اور پھر ان کو دنیا میں نافذ کرتے ہیں یہ سلسلہ خلافت و نبییت الہیہ کا آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک عر و اذ میں چلا رہا یہاں تک کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے آخری خلیفہ ہو کر بہت سی اہم

خصوصیات کے ساتھ عریف لائے۔

ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ سے قبل انبیاء خاص خاص قوموں یا ملکوں کی طرف ہوتے تھے ان کا مقصد حکومت و اختیار انہیں قوموں اور ملکوں میں محدود ہوتا تھا اور انہیں علیہ السلام ایک قوم کی طرف، لوط علیہ السلام ایک قوم کی طرف مبعوث ہوئے، اور حضرت یحییٰ و عیسیٰ اور ان کے درمیان آنے والے انبیاء بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے عالم اور اس کی دونوں قوم جنات و انسان کی طرف بھیجا گیا آپ کا اختیار و مقتدرہ پوری دنیا کی قوموں پر ملای قریباً کیا قرآن کریم نے آپ کی بعثت و نبوت کے عام ہونے کا اعلان اسی آیت میں فرمایا
قُلْ نَبِیُّهَا النَّاسِ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْخَلِّیْمُ حَقِیْقًا اَلَّذِیْ لَیْ اِلٰهَ سِوٰکَ الْمَسْمُوْمَاتِ وَ الْاَرْضِ (اعراف) آپ کہہ دیجئے کہ لوگو! میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف اللہ دعوات ہے جس کے قبضہ میں ہے ملک آسمان و زمین کا۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمام انبیاء علیہم السلام پر چھ چیزوں میں خاص فضیلت بخشی گئی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو تمام عالم کا رسول اور نبی بنا کر بھیجا گیا۔

دوسری خصوصیت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ پچھلے انبیاء کی خلافت و نبایت جس طرح خاص خاص ملکوں اور قوموں میں محدود ہوتی تھی اسی طرح ایک خاص زمانے کیلئے مخصوص ہوتی تھی اس کے بعد دوسرے رسول آجاء پہلے رسول کی خلافت و نبایت ختم ہو کر آئے دوسرے رسول کی خلافت قائم ہو جاتی، اور دوسرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے خاتم الانبیاء بنا دیا کہ آپ کی خلافت و نبایت قیامت تک قائم رہے گی اس کا زمانہ بھی کوئی مخصوص زمانہ نہیں بلکہ جب تک زمین و آسمان قائم اور زمانے کا وجود ہے وہ بھی قائم ہے۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ پچھلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت ایک زمانہ تک محفوظ رہتی اور چلتی تھی اور رفتہ رفتہ اس میں تحریفات ہوتے جوتے کا حکم ہو جاتی

تھی اس وقت کوئی دوسرا رسول اور دوسری شریعت بھیجی جاتی تھی۔

۸۶ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کا امین اور آپ کی شریعت قیامت تک محفوظ رہے گی قرآن مجید جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا اس کے الفاظ اور معانی سب چیزوں کی حفاظت حق تعالیٰ نے خود اپنے ذمے لے لی اِنَّا نَحْنُ مُرْسِلُوهُ الذِّكْرُ وَنَا لَهٗ نَحْفَظُوْنَ (حجر) بیشک ہم نے ہی قرآن نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کی تعلیمات وارشادات جن کو حدیث کہا جاتا ہے اس کی حفاظت کا بھی اللہ تعالیٰ نے ایک خاص انتظام فرمایا کہ قیامت تک آپ کی تعلیمات اور ارشادات کو جان سے زیادہ عزیز سمجھنے والی ایک جماعت بنی رہے گی جو آپ کے علوم و معارف اور آپ کے شرعی احکام صحیح صحیح لوگوں کو پہنچاتی رہے گی کوئی اس کو مٹانہ سکے گا اللہ تعالیٰ کی تائید بھی ان کے ساتھ رہے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ پچھلے انبیاء علیہم السلام کی کتابیں اور صحیفے مسخ ہو کر مٹ جاتے اور بٹا کر دنیا سے گم ہو جاتے یا غلط سلسلہ باقی رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائی ہوئی سب قرآن اور آپ کی تلافی ہوئی ہدایات حدیث سب آپ کے اصل نہ و خالص کے ساتھ قیامت تک موجود و محفوظ رہے گی اسی لئے اس زمین پر آپ کے بعد نہ کسی نئی اور رسول کی ضرورت ہے نہ کسی اور خلیفہ اللہ کی گنجائش۔

چوتھی خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ پچھلے انبیاء کی خلافت و نیابت جو محدود زمانے کیلئے ہوتی تھی برائی اور رسول کے بعد دوسرا رسول منجانب اللہ مقرر ہوتا اور نیابت کا کام سنبھالتا تھا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خلافت و نیابت تا قیامت ہے اس لئے قیامت تک آپ ہی اس زمین میں خلیفہ اللہ ہیں آپ کی وفات کے بعد نظام عالم کیلئے جو نائب ہو گا وہ خلیفہ الرسول اور آپ کا نائب ہو گا صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کَانَتْ بَنُوْاۤسْرًاۤیْلُ تَتَّصُوْنَهُمْ الْاَنْبِیَاءُ عَلَیْہِمْ اَکْرَمُ مِنْکُمْ اَنْتُمْ خَلَفَہُ

نَبِيٍّ وَ اِنَّهُ لَا يَمُنُّ بِتَعْدِيٍّ وَ سَيُكُونُ خَلِيفَةً فَيُكْفَرُونَ. مَنِ اسرار تکلی کی سیاست و حکومت اگلے انبیاء کرتے تھے ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی آجاتا تھا اور خبردار ہو کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں پائے گا میرے خلیفہ ہونگے اور بہت ہونگے۔

پانچویں خصوصیت آغضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کی امت کے مجسمے کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقام عطا فرمایا جو انبیاء علیہم السلام کا ہوتا ہے یعنی امت کے مجسمے کو معصوم قرار دیا کہ آپ کی پوری امت کبھی گمراہی اور غلطی پر جمع نہیں ہوگی، یہ پوری امت جس مسئلہ پر رجوع و اتفاق کرے وہ حکم خداوندی کا منطبق سمجھا جائے گا یہی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے بعد اسلام میں تیسری جہت اجماع امت قرار دی گئی ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے لَنْ يَجْتَمِعَ اُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ، میری امت کبھی گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی۔

اسی مزید تفصیل اس حدیث سے مفہوم ہو جاتی ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت حق پر قائم رہے گی، دنیا کتنی ہی بدل جائے حق کتنا ہی مضطرب ہو جائے مگر ایک جماعت حق کی حمایت ہمیشہ کرتی رہے گی اور انجام کار وہی غالب رہے گی۔

اس سے بھی واضح ہو گیا کہ پوری امت کبھی گمراہی اور غلطی پر مجتمع نہ ہوگی اور جبکہ امت کا مجسمہ معصوم قرار دیا گیا تو خلیفہ رسول کا اتنا بھاری بھی اسی کے سپرد کر دیا گیا اور قائم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نیابت زمین و درہم حکومت کیلئے انتخاب کا طریقہ شروع ہو گیا یہ امت جسے خلافت کیلئے منتخب کرے وہ خلیفہ رسول کی حیثیت سے نظام عالم کا واحد ذمہ دار ہوگا، اور خلیفہ سارے عالم کا ایک ہی ہو سکتا ہے۔

خلفہ راشدین کے آخری عہد تک یہ سلسلہ خلافت صحیح اصول پر چلتا رہا اور اسی لئے ان کے فیصلے صرف دنیا اور دنیا کی فصولوں کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ ایک محکم دستاویز اور ایک درجہ میں امت کیلئے جہت مانے جاتے ہیں کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا غُلِبَتْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ، میری سنت کو لازم پکڑو اور خلفہ راشدین کی سنت کو۔ خلافت راشدہ کے بعد کچھ طوائف اہل ملکی کا اتنا زہوا مختلف خلوں میں مختلف امیر

بنائے گئے ان میں سے کوئی بھی خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں ہاں کسی ملک یا قوم کا امیر خاص کہا جاسکتا ہے اور جب پوری دنیا سے مسلمانوں کا اجتماع کسی ایک فرد پر محصور ہو گیا اور ہر ملک ہر قوم کا عیحد و علیحدہ امیر بنانے کی رسم چل گئی تو مسلمانوں نے اسکا تقرر اسی اسلامی نظریہ کے تحت جاری رکھا کہ ملک کے مسلمانوں کی اکثریت جس کو امیر منتخب کرے وہی اس ملک کا امیر اور انوالا مر کہلانے کا قرآن مجید کے ارشاد و انوار ہم شہوری بنینہم کے عموم سے نہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

اسیلیاں ہی طرز عمل کا ایک نمونہ ہے فرق اتالی ہے کہ عام جمہوری ملکوں کی اسیلیاں اور ان کے ممبران بالکل آزاد و مختار ہیں محض ایلی رائے سے جو اچھا یا برا قانون بنا سکتے ہیں اسلامی اسیلی اور اسکے ممبران اور منتخب کردہ امیر سب اس اصول و قانون کے پابند ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو ملا ہے اس اسیلی یا مجلس شوریٰ کی ممبری کیلئے بھی کچھ شرائط ہیں اور جس شخص کو یہ منتخب کریں اس کیلئے بھی کچھ حدود و حدود ہیں پھر ان کی قانون سازی بھی قرآن و سنت کے بیان کردہ اصول کے دائرہ میں ہو سکتی ہے اس کے خلاف کوئی قانون بنانے کا انہیں اختیار نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو مخاطب کرنے جو قریب ہے کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں (اِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْہِ الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ) اس سے دستور مملکت کی چند اہم دفعات پر روشنی پڑتی ہے اول یہ کہ آسمان اور زمین میں اللہ و اعلیٰ اللہ جل مجدہ کا ہے۔ دوسرے یہ کہ زمین میں اللہ کے احکام کی غیبت کیلئے اسکا نائب و خلیفہ اس کا رسول ہوتا ہے۔ اور معنی طور پر یہ بھی واضح ہو گیا کہ خلافت الہیہ کا سلسلہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا تو اب خلافت کا سلسلہ اسکے قائم مقام ہو اور اس خلیفہ کا تقرر ملت کے انتخاب سے قرار پایا۔ (جو ابراہیم الخوافی ص ۸۳)

(۱۱۴) وَ مِنْ قَبْضِ الْخَلِیْفَةِ الْاِسْتِخْلَافَ وَ هُوَ نَصْبُ الْاِمَامِ

عَلٰی حَالِ حَسْبِ الْاِسْطِطَاعَةِ لِئَلَّا یُنْفِیَ الْقَوْمُ قَوْلَہِ (۱۱۵)

وَ اِنْخِطَابُ الْاَصْلَحِ بِمِیْقَاتِ الْحُجْمِ وَ الْحِفْظِ

ترجمہ: (۱۱۳) اور خلافت کا تقاضا ہے غلیظہ بنا، اور وہ ہر حال میں حسب استطاعت تمام وحاکم کا تقریر ہے تاکہ قوم غیر امیر نہ رہے (۱۱۵) اور خلافت کیلئے ایسے فاضل کا انتخاب ہو گا جو عظمیٰ است اور کسی خلافت کے اصلاحیت معیار پر ہو۔

توضیح: اقتضاء، باب الفعل، تقاضا کرنا، استقضاء، باب استعمل، پاشیمان بنا۔ انتخاب، باب استعمل، منتخب کرنا۔ فوضی، باب فاضلت سے، خود ہے معنی برابری۔ فوضی وہ قوم جس کا کوئی غیر نہ ہو۔

تشریح: (۱۱۳) خلافت کا منصب اہل علم میں ایک عظیم الشان اور جلیل القدر منصب ہے، نجی اور انفرادی زندگی، گھر گزشتہ کی، حتیٰ کہ شہری و ملکی زندگی میں تمام امن و امان اور صلہ و آس و تسکین کے لئے دین کی خدمت، حق سچ کی نصرت، احکام الہیہ کی حلیفہ، اسلامی سرحدوں کی نگہبانی، اخلاق و معاشرت کو بہتر بنانے، جرائم اور فتنہ و فساد کی روک تھام، منکرات کا خاتمہ، امیر و غریب مرد و عورت چھوٹے بڑے انسانوں میں مساوات، برابری و محبت، اہم روی اور اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرنے کیلئے منصب خلافت کی شدید ضرورت ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ حضرت آدم سے شروع فرمایا اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

خلافت و حکومت دونوں سرور و مہالک دو مرتبہ کے مشابہ ہیں کیونکہ ان دونوں میں شوکت و عظمت اور قوت کے معنی مشترک ہیں، ان میں فرق صرف یہ ہے کہ بعد لوگوں نے ریاست اور شاکست عامہ کو حاصل کرنے کے لئے خلافت کے نام سے حکومت کو اختیار کیا نہیں، انھوں نے خلافت کا نام تو باقی رکھا لیکن شرف و اہل در اقدار کے لالچ میں خلافت کی حقیقت اور روح کو دفن کر دیا، بلند حدیث میں ہے کہ جب ماں اور حب جا دو تو لوں دین کیلئے ان دو بھوکے بھیلوں سے زیادہ مہنگ ہیں جو بکریوں کے دلوں میں گھس کر انھیں نقصان پہنچائیں۔ پس لوگوں نے خلافت اور حکومت اسلامیہ کے نام پر ریاست قائم کی اور لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مائل

کرسنہ کیلئے عدل کا یہ لہذا تھہ جتنی یہاں وہ نصر سے نہین کو آئے دنیا اور تھہ و فساد اور ظلم برپا کیا، جنگ و جدل کو اختیار کیا اور گمراہ کن عقائد اور اعمال کے گڈھے میں خود بھی گر گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اس طرح خلافت کی حقیقت اور صحیح صورت حال کو نظر سے لوجھل کر دیا خاص طور سے اس زمانے میں لوگ خلافت کی طرف سے ایسی جبر و تارکیوں میں ہیں کہ اگر آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو دیکھا کی نہ دے۔

اس لئے ضروری تھا کہ خلافت الہیہ کی بنیادی باتوں اور خلافت و طوکی کے درمیان فرق کو بقدر ضرورت کتاب و سنت کی روشنی میں واضح کر دیا جائے تاکہ اس سے شک و کاہر و دھندھ جائے اور حق کا ظہار اور باطل کی تردید ہو۔ مصنف نے اسکے لچان میں نہایت اختصار سے کام لیا ہے، اسلئے کہ اس وقت خلافت کا دور گزرے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا خلافت کا صحیح نکتہ اور اسکا حقیقی سلہوم عام طور پر لوگوں کے دل و دماغ میں بیٹھا ہوا تھا اسلئے تفصیل و وضاحت کی ضرورت نہیں تھی لیکن یہ زمانہ خلافت کا زمانہ نہیں ہے بلکہ جھل، فساد نسب اور بھلائی کے نام پر سر سے فائدہ اٹھانے کا زمانہ ہے اسلئے اسکی قدرے وضاحت ضروری ہے۔

ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ خلافت کی وہ تسمیں ہیں (۱) خلافت طیبہ (۲) خلافت رسول۔ پس اللہ کے پہلے خلیفہ اس کی زمین میں انبیاء و رسل ہیں۔ اور شاہ باری ہے انہی خاجل فی الارض خلیفۃ (بقہ) حضرت دوز کے متعلق اور شاہ باری ہے یا ذلواذ انا جعلناک خلیفۃ فی الارض (عس) اے زاور ہم نے تجھ کو زمین میں خلیفہ مقرر کر دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح تمام حقوق کے مقتدی، نام اور خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح آپ خاتم المخلوق بھی ہیں خلافت الہیہ کے اس مقدس سلسلہ کو آپ کی ذات مقدس پر فہم کر دیا گیا اور جس طرح آپ افضل الانبیاء ہیں اسی طرح افضل المخلوق بھی ہیں، ان عباس فرماتے ہیں ان اللہ فضل من عندہ صلی اللہ علیہ وسلم غلی الانبیاء و غلی اهل السماء بلا شہدہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ

علیہ السلام کو قرآن مجید اور آسمان والوں کی فضیلت دی ہے۔
 انبیاء سابقین کی خلافت ان کے صالحین اور میں سے چلی تھی۔ متعدد انبیاء کے
 متعلق قرآن مجید میں مذکور ہے اُولَ الَّذِیْنَ صَلَّیْنا عَلَیْہِمْ سُلَیْمًا وَ بَارَکَ عَلَیْہِمْ
 جَعَلْنٰکُمْ خُلَافَہٗ وَ اَعَزَّ قُوَّتَہُمُ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا بِآیٰاتِنَا۔ اور ہم نے تم کو خلیفہ
 بنایا اور ان لوگوں کو عرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ قوم ہود کے بارے
 میں ارشاد ہے وَ اذْکُرُوْا اِذْ جَعَلْنٰکُمْ خُلَافَۃً مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ۔ اور یاد کرو اس
 وقت کو جب خلیفہ بنایا تم کو قوم نوح کے بعد۔ قوم صالح کے بارے میں ارشاد ہے وَ
 اذْکُرُوْا اِذْ جَعَلْنٰکُمْ خُلَافَۃً مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَ ثَمُوْدَ اِذْ کُنْتُمْ اَوْ اٰیٰتِنَا۔ اور یاد کرو
 اس وقت کو جب خلیفہ بنایا تم کو قوم عاد کے بعد اور تمھارے دیا تم کو زمین میں۔ حضرت
 ابراہیم نے عرض کیا تھا وَ مِنْ دُرِّیْنِیْ قَالَ لَا یَغْنٰی عَنْہُمَا الشَّیْءُ الْمَعْنٰی۔ اور
 میری ذریت میں سے (بھی امام بنا) تو فرمایا میرا بعد خالموں کو شامل نہیں ہوگا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی خلافت آپ کے صالح
 اور میں اور خلیفہ راشدین کی طرف منتقل ہو گئی اور ان کے بعد خلیفہ مہدیین کی طرف
 یہاں تک کہ امت میں بارہ خلیفہ ظاہر ہوں جس کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا لَا
 تَزَالُ اٰمُرُ النَّاسِ مَا ضَمِنَآ مَا وَلَا نَحْمُ اَتْنَا عَشَرَ رَجُلًا۔ لوگوں کے امور
 برابر چلتے رہیں گے (قیامت قائم نہ ہوگی) جب تک بارہ خلیفہ ظاہر ہوں۔ نیز ارشاد
 رسول ہے کُنْتُ نَبِیُّکَ اَمَّةً اَنَا وَاُولَہَا وَ اَلْمُہَدِّیْنَ وَ اَلْمُسْتَخِیْرَیْنَ
 اٰخِرُہَا۔ (منقولہ) امت کیسے ہلاک ہو جائیگی جبکہ میں اس کا اول اور امام مہدی درمیان
 اور مسیح ہدایت میں اس کے آخر ہیں۔

بہر حال خلافت کے کچھ آثار، خواص، صفات، منکضیات، ارکان اور غایات
 و مقاصد ہیں مثلاً۔

قوم کا حاکم امیر اور خلیفہ ہو، تاکہ قوم بلا امیر نہ رہے، تاکہ اسلام و اجتماعیت کا
 منقاسی ہے اور اجتماعیت اس وقت ہوتی ہے جب ان کا ایک سر پر ہو مقرر ہو تاکہ اس کی

سیدت میں دین و دنیا کے نقصان سے محفوظ رہا جائے، انفرادی اور اجتماعی حقوق کی برائی صحیح طریقہ پر ہوساں باپ اور انکی اولاد میاں، بی بی، بھائی، بہن، بچا، بیٹھیا، سہیلی ہو، مگر یہ وہ پردی کے باہی حقوق کی اور انکی میں کو تانی نہ ہو، وہ عبادت و معاملات جو سیدت پر موقوف ہیں بحسن و خوبی انجام پائیں حسن معاشرت اور اخلاق حمیدہ کی فضا پیدا ہو انکا سرائی کی صفید ہو۔

امیر و حاکم اور خلیفہ کا انتخاب اربابہ علم و عقد کریں گے اور اس فریضہ کی انجام دہی میں کسی بھی طرح کی کوتاہی نہیں کریں گے۔ ہندوستان میں چونکہ مسلمان امیر کے انتخاب سے عاجز ہیں اس لئے وہ معذور شمار ہوتے اور اس فریضہ کے ترک کی وجہ سے گناہگار نہ ہوتے۔

امیر برک و دناکس کو نہیں دیتا چوینکا تا اہل کو امیر دیتا ظلم و عقم ہے بلکہ امارت سبیلے سے شخص کا انتخاب کیا جائیگا جو دیانت داری کے ساتھ عجم سیاست سے پوری طرح واقف ہو اور نظام سیاست کی پوری مصلحت رکھتا ہو تاکہ نظام سلطنت مستحکم اور برقرار رہ سکے اسی لئے اگر ایک شخص نیک صالح ہے اور علم دین کا ماہر ہے مگر انتظامی صلاحیت نہیں رکھتا دوسرا شخص اگرچہ اتنا ظلم نہیں رکھتا مگر انتظامی صلاحیت پوری کھل رکھتا ہے وہ حالات کے تحیب و افراد کو اچھی طرح سمجھتا ہے تو غور و فکر کے لئے یہی شخص منتخب کیا جائیگا کیونکہ انتظامی قابلیت کی وجہ سے یہ قوم کی زیادہ خدمت کر سکے گا۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ غزوات کا مدار وراثت پر نہیں بلکہ انتخاب پر ہے ارشاد باری ہے **وَإِنَّمَا يُؤْتِي مَلَكَهٖ مِّنْ يَّشَاءُ (بقرہ) اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے (اس میں کسی نسب، مال، قبیلہ یا جراثمت کی تخصیص نہیں) اصطفاه غلبتکم فی العلم والجسم۔** منتخب کیا اس کو تم پر علم اور قوت میں۔ حدیث میں ہے **اسْتَعْفُوا وَأَطِيعُوا وَلَوْ أَمَرَ عَصِيْبُكُمْ عَنِدَ خَيْبِشٍ۔** بات سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر بھیٹی غلام امیر بیتا گیا ہو۔ **مَنْ لَمْ يَخُفِ إِيَّاهُ زَمَانَهُ فَقَدْ مَاتَ مَوْتَةً جَاهِلِيَّةً۔** (حدیث) جس نے اپنے زمانے کا اہم نہ سمجھا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(۱۱۶) وَ تَقْوِيَةُ الْاَمْرِ اِلَى مَنْ لَا يَخْشَاهُ اِلَّا مَنْ يَطْلُبُهُ لِابْتِغَاءِ
مَرْضَاةِ اللَّهِ وَ النَّاسِ بِغُرُفُونَ بِصَدَقِهِ وَ اخْلَاصِهِ (۱۱۷) وَ
بَلَرُغَةُ الْمَشُورَى لِدَفْعِ الْاِسْتِغْنَاءِ وَ عَلَيْهِ الْغَزِيْمَةُ وَ التَّرْجِيحُ
لِدَفْعِ الْاِسْتِغْنَاءِ وَ الْقَوْضُوْنَةُ

ترجمہ: (۱۱۶) اور امور سلطنت پر ایسے شخص کو قائل کیا جائے گا جو اس کا طلبگار نہ ہو مگر جو شخص اس عہدے کو خدا و انبی کیلئے طلب کرے اور لوگ اس کے صدقہ و فائز اور اخلاص و انبیت کو چاہتے ہوں (۱۱۷) اور لازم کیلئے لازم ہے کہ مجلس شوری قائم کرے ڈیکٹری کو ختم کرنے کیلئے اور رائے کے اختلاف اور بے سری کو دور کرنے کیلئے امام پر لازم ہے کہ کسی ایک رائے کو ترجیح دے اور عقلی سے اس پر عمل کرے

توضیح: تقویٰ: باب تکمیل پر و کریم یدقنہ: باب استعمال، طلب کرنا۔ مَرْضَاة: صدر باب س، خوش ہونا۔ اخلاص: باب افعال، (۱) چمٹ سے صاف کیا ہوا کھن (۲) پنے عمل پر اللہ کے سوا کسی اور کو گواہ بنانا (۳) اعمال کو کد ورتوں سے پاک رکھنا (۴) اللہ اور بندے کے درمیان پردہ جسے فرشتہ بھی نہ جانے کہ اسے لکھے نہ شیطان جانے کہ اسکو رک دے۔ صدق: کذب کی ضد ہے (۱) سو قوت و طاقت میں حق بات کہنا۔ قشیری نے کہا ہے کہ صدق یہ ہے کہ تیرے احوال میں ملاوٹ نہ ہو، جیسے اعتقاد میں شک نہ ہو، تیرے اعمال میں کوئی عیب نہ ہو۔ صدق و اخلاص میں فرق یہ ہے کہ صدق اصل ہے اور اس کا ظہور پہلے ہوتا ہے اخلاص اسکی فرع ہے اور اس کا ظہور بعد میں ہوتا ہے۔ (کتاب المعروف ص ۱۲۸)

تفسیر: (۱۱۷) اگر کوئی شخص حب جلد و حب مال کے لالچ میں غور نفسانی اغراض کی وجہ سے خلافت کا طلبگار ہو تو اس کو یہ عہدہ سپرد نہ کیا جائیگا۔ اور شاہ رسول ہے اِنَّا وَ انْفِہِ لَا تُوَلِّیْ غَیْیَ بِذَا الْغَیْثِ (الامارۃ) اخذاً سائلہ و لا اخذاً خیر ص علیہ (مشکوٰۃ) اللہ کی قسم ہم اس لادارہ کا

والى نہیں بتائیں گے کسی کو جو اس کا مطالبہ کرے اور ایسے شخص کو جو اس کا کریں ہو۔

البتہ اگر اس کا مطالبہ صرف رخصت الہی اور لوگوں کی خیر خواہی کے پیش نظر ہے یا دوسرا آدمی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا یا اگر اس شخص نے پیش قدمی نہ کی تو باطل بقدر بتائیں گے اور لوگ اسکے صدق و اخلاص کو جانتے ہیں تو اسکے خجب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اگر وہ دوسروں کے مقابلے میں لائق ترجیح ہو تو ای کو ترجیح دی جائیگی۔

چہ کہ حضرت یوسفؑ نے ہارشلو مصر سے درخواست کی تھی اخیلہنی علی خزانہ الارض۔ (یوسف) مجھے زمین کے خزانوں کا والی مقرر کر دیجئے۔ یہ درخواست رخصت الہی اور لوگوں کی خیر خواہی کی بنا پر تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان میں علم سیاست اور کئی صفات کا وہ ملک اور کمال عطا فرمایا تھا جو لوگوں نے دیکھا اور لوگ انکی انتظامی خوبیوں کی وجہ سے سات سال تک فطرسالی کی پریشانی سے محفوظ رہے بہر حال اس امر کے آپ اہل بھی تھے اور ارباب حل و عقد اسکے صدق و اخلاص کو جانتے بھی تھے و ہُوَ النَّبِيُّ الْكَرِيمُ اِنَّ الْكَرِيمَ اِنَّ الْكَرِيمَ اِنَّ الْكَرِيمَ

(۱۷) مشورہ میں چونکہ خیر ہے، حق کی تلاش ہے بلا مشورہ ظلم و ناس میں خطا کا امکان بھی زیادہ ہو کہ مالی بھی جس کو ڈکیت فریب کہا جاتا ہے جو اسلامی اصول کے خلاف ہے اس لئے عام کو لازم ہے کہ امور مملکت میں ضرورت کے وقت مشورہ کرنے کیلئے اہل رائے کی مجلس شوریٰ قائم کرے۔ ارشاد باری ہے وَشَاوِرْهُمْ فِی الْأَمْرِ۔ ان سے معاملہ میں مشورہ کر۔ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ۔

اگر اراکین شوریٰ کی رائے کسی جانب متفق نہ ہو سکیں تو عام صاحب کو حق ہو گا کہ دلائل کی روشنی میں کسی ایک جانب کو ترجیح دیکر اس پر عمل کرے اور اگر کثرت رائے کو ترجیح دی گئی ہو تو عام کا درجہ اس مسئلہ میں ایک رکن ہی کا ہو گا جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا تھا کہ اِنِّیْ وَاجِبٌ کَاخِذُکُمْ۔ میں تم میں سے ایک فرد کے برابر ہوں۔

(۱۱۸) وَ الْقَانُونُ الْقَطْعِيُّ لِلتَّمَسُّكِ (۱۱۹) وَ الْحُكْمُ
بِالْعَدْلِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ (۱۲۰) وَ عَلَى الْقَوْمِ السَّمْعُ
وَالطَّاعَةُ عَلَى مَنْشُطٍ وَ مَكْرُوهٍ إِذَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةِ الْعَالِقِ
(۱۲۱) وَ يُلْزَمُهُ الْإِعْذَابُ الْمُسْتَطَاعُ لِلْحِفْظِ وَ سِدِّ الثُّغُورِ وَ
الْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِدَفْعِ الْفِتْنَةِ وَاعْلَاءِ كَلِمَةِ اللَّهِ وَ التَّيْسِيرِ
لِلْهَيْخَرَةِ لِمَنْ يُهَاجِرُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَكَايِدَ كَانَتْ أَوْ مَعْتَبَرَةً

ترجمہ: (۱۱۸) اور احکام (اجراء احکام) کیسے قلعہ کا قانون ضروری ہے (۱۱۹)
اور یہ بھی ضروری ہے کہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے چاہے
وہ فیصلہ اپنے ہی خلاف پڑے۔ (۱۲۰) اور قوم پر امام کی بات سنا اور اس کی اطاعت
کرنا لازم ہے خوشی کے ساتھ ہو، جبر یا بھرتیکہ خالق کائنات کی نافرمانی کا حکم دے
(۱۲۱) اور امام کو حسب استطاعت ملکی حفاظت اور سرحدی حفاظت کی تیز فوری لازم ہے
اور دفع فتنہ اور اظہار حکمت اللہ کیلئے راستہ خداوندی میں جہاد کرنا بھی ضروری ہے اور ہر
اس شخص کی ہجرت کیلئے سبب و علت فراہم کرنا لازم ہے جو راستہ خداوندی میں ہجرت
مکان یا ہجرت معنوی کرنا چاہتا ہے۔

توضیح: فوش و دل مکررہ ناپسندیدگی۔

تشریح: (۱۱۸) خلافت کے تقاضے میں سے ہے کہ قانون قلعہ ہو جس کی
بنیاد پر امام احکام کا اجرا کر سکے اور عالم میں امن و امان قائم ہو، شر
و فتنہ ختم ہو، معبود حق کی مکمل کر عبادت ہو، چنانچہ وہ قانون قلعہ کتاب اللہ، سنت
و رسول اللہ اتباع امت اور مجتہدین کا قیاس ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت مخاضہ بن یسیر کو یمن کا قاضی بنا کر
بھیجا تو معلوم کیا کہ جس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ ہے، حضور ﷺ نے
فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو عرض کیا سنت رسول ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اگر سنت میں
بھی نہ ملے؟ تو عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کرو، لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تمام تقریفیں ہیں خداوند لاشریک کیلئے جس نے رسول اللہ کے رسول کو وہ توفیق دی جس سے رسول اللہ خوش ہوں۔ (مختوٰۃ)

(۱۱۹) شریعت نے سیاست و جد کے ذریعہ امام کو حکم دیا کہ احکامات اور فیصلوں میں عدل و انصاف سے کام لے اور کتاب و سنت کو لازم پکڑے خواہ وہ فیصلہ خلاف پڑے۔ ارشاد باری ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِنَفْسِكُمْ وَأَلْوَىٰ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ (نساء) اے مومنو! تم ہو نصاب پر گواہی دو اللہ کی طرف اگرچہ ہو تمہارا نقصان یا ماں باپ کا یا اقربہ کا۔ کائن الناس أمتة واحدة فنبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين وأنزل معهم الكتاب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه (بقرہ) لوگ ایک جماعت تھے سو بھیجا اللہ نے نبیوں کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اور اماری ان کے ساتھ کتاب تاکہ فیصلہ کرے لوگوں میں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔**

(۱۲۰) قوم کی ذمہ داری ہے کہ امام کی اطاعت کریں اسکے فیصلوں کو تسلیم کریں اور اس کی باتوں کو سنیں اور مانیں خواہ وہ بات اور فیصلہ دل کو بھرنے والا نہ ہو، البتہ معصیت کے کاموں میں اس کی اطاعت نہ کی جائے۔ مومن کی شان اللہ نے یہی بیان کی ہے: **وَقَالُوا سُبْحَانَكَ وَأَطِيعْنَا (بقرہ) اور کہہ اٹھے ہم نے سنا اور قیوں کیا۔** ارشاد رسول ہے: **أَوْصِيَكُمْ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ** میں تم کو سن و طاعت کا حکم دیتا ہوں۔ **السَّمْعُ وَ الطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَ كَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمُقَصَّدَةٍ (حدیث) مسلمان پر پسندیدہ و نا پسندیدہ چیزوں میں سمع و طاعت لازم ہے جب تک معصیت کا حکم نہ دیا جائے۔**

حضرت عباد بن صامتؓ نے فرمایا: **بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْغُسْرِ وَالْيَسْرِ وَالسَّخَطِ وَالْمَكْرَهِ** اے اللہ! ہم نے رسول اللہ ﷺ علیہ السلام سے عہد کیا اور آسمانی اور خوش و ناخوشی میں سمع و طاعت پر بیعت کی ہے۔

لَا مَسَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ. (حدیث مشکوٰۃ) خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے: وَإِنْ جَاغِذَاكَ غُلِي أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطْعِمُهُمَا (لقمان) اور اگر وہ دونوں تجھ سے اڑیں اس بات پر کہ شریک ماں میرا اس چیز کو جو تجھ کو معلوم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔ (۱۲۱) امام کو پابندی کے دو مطلب ہیں: پہلے یہ کہ اپنے فرائض منصبی کو انجام دے، اور وسعت کے مطابق دشمن اور باطل طاقتوں کے خلاف فوجی تیار کرے سرحد اس کی حفاظت کرے تاکہ کفار حملہ آور نہ ہو سکیں، ارشاد باری ہے: وَاعْبُدُوا لَهُمْ مَا اسْتَغْنَوْا عَنْهُ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطٍ الْغَنِيِّ تَزْهَبُونَ بِهِ عَذْرُ اللَّهِ وَغَدَوْتُمْ وَآخِرِينَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ (انفال) اور تیار کر دو ان کے لئے جو طاقت رکھتے ہو قوت سے اور گھوڑے باندھ کر اس سے اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو ڈرانے کیلئے اور ان کے علاوہ دوسروں کو۔

کفار کو دعوت حق دیں اور قبول کر میں تو یہاں نہ دعوت جذبہ دے اگر قبول کر لیں تو بہت اچھا اگر دھوکے میں پڑیں گا انکار کر دیں تو ان سے جبار کیا جائے تاکہ شرع اللہ اور مملکت مادہ ختم ہو اور اللہ کا دین سر بلند ہو۔ ارشاد باری ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ. (توبہ) اے نبی! کافروں اور منافقوں سے لڑائی کر اور ان پر سخت ہوئی کر۔ وَفَاتَلَوْهُمْ حَسًى لَا تَكُونُ فِئْتَةً وَتَكُونُ الذِّهْنُ لِلَّهِ (ہنترہ) اور ان سے لڑائی کرو تاکہ فساد باقی نہ رہے اور حکم خدا تعالیٰ ہی کا رہے۔

پہلے دعوت اس لئے ضروری ہے تاکہ انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ قتال سے ہمارا مقصد جان و مال نہیں ہے بلکہ شر و فتنہ کا خاتمہ اور تبلیغ دین ہے، بعد ازاں بیرون ہندو اس اسلام اور تبلیغی سرکار کو جو تبلیغی دین کا کارنامہ انجام دے رہے ہیں اس کی بنیاد شریعت کے عین مطابق ہے اس کو خلاف شریعت کہنا اور ملحد، منہج کا نشانہ بنانا خلاف اصول ہے۔ اسی طرح امام پر لازم ہے کہ جو شخص ہجرت کرنا چاہتا ہے اس کے

لئے اسباب سکوت فراہم کرے خواہ ہجرت مکانی ہو یا معنوی۔ ہجرت مکانی تو یہ ہے کہ دارالحرب میں اپنے ایمان کی حفاظت اور احکام اسلام پر عمل دشوار ہو تو وہاں سے دارالاسلام کی جانب ہجرت کرے اور لام اس کی سکوت کے اسباب مہیا کرے اور ہجرت معنوی یہ ہے کہ منہیات سے بچ کر مامورات کو لازم پکڑ لے یہاں بھی لام پر حسبِ حیثیت لازم ہے کہ ان کی سکولیات پر نظر رکھے مثلاً اگر ملکہ حق ہیں یا مشرکین کرہ یا قاضی وغیرہ تو بیت المال سے ان کے وغیرہ مقرر کرے اور شاد باری ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَقَّاهُمْ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِیْنَ اَنْفُسِهِمْ قَالُوا فَمَیْنِمْ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضَ اللّٰهِ وَاَنْسَعَفَ فَلَمَّا جِئُوا لَهَا فَسَوْفَ وَتِلْكَ مَآوِجُهُمْ جَهَنَّمَ اَنْسَعَفَتْ فَاصْبِرُوا (نساء) بلاشبہ وہ لوگ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا کہتے ہیں ان سے فرشتے تم کس حال میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم تھے بے بس اس ملک میں، کہتے ہیں فرشتے کیا اللہ کی زمین کشادہ تھی جو دھن چھوڑ کر وہاں چلے جاتے سوائسول کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ وَمِنْ یُّهَا جِرْ فِیْ نَبِیْلِ اللّٰهِ یُجِزُ مَرَاغِضًا کَثِیْرًا وَنَسْعًا (نساء) اور جو کوئی دھن چھوڑ دے اللہ کی راہ میں، پادے گا اس کے مقابلے میں بہت جگہ اور کشائش۔ وَالْمُهَاجِرُ مِنْ هِجْرَ مَا نَضَى اللّٰهُ عَنْهُ (حدیث) مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا۔

(۱۲۲) وَ الْاِخْتِسَابُ لِلْاِیْقَاطِ وَ الْمَوَاعِدَةِ (۱۲۳) وَ حَاطَتْهَا الْاَمَةُ الدِّیْنِ وَ جَفَّتْ الْحُلُوْدُ فِی الْبِیَادَاتِ وَ الْمُخَافَاتِ وَ الْمُعَاشَرَاتِ وَ نَعْلَمُ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْیَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْاَمَةُ الْحُلُوْدُ وَ الْقِصَاصُ وَ التَّحْرِیْمَاتِ لَا زَالَهَ الْمُنْكَرَاتِ

(۱۲۲) اور قوم میں بیداری رکھنے کیلئے جانچ چال اور قانونی خلاف

دردی سے بچانے کیلئے سوائدہ (کڑی نظر اور چرکشی) ضروری ہے

ترجمہ:

(۱۲۳) اور خلافت قائم کرنے کا مشاوریں ایسی کو قائم (جاری و ساری رکھنا، عبادت، معاملات اور معاشرت میں شرعی حدود کی تکمیل اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کا نظم کرنا اور منکرات (برائیوں) کو ختم کرنے کیلئے حدود، تقاضا اور تعزیرات کا انتظام کرنا ہے۔

(۱۲۴) امام کا فریضہ ہے کہ لوگوں کے حالات اور ضرورتوں کی دیکھ ریکھ رکھے اور ان کے دینی و دنیوی معاملات سے باخبر رہے تاکہ ان میں تبدیلی رہے، حتیٰ کہ موافقہ اور جدوجہد کی ضرورت پیش آئے تو اس سے بھی دریغ نہ کرے اور اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی سیرت کو اپنائے، جنہوں نے خلافت کے فرائض کو کس دمہ داری اور حسن و خوبی کے ساتھ نبھایا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا مسئول یہ تھا کہ جب لوگ سوچاتے تو بہت سی اور جنگوں میں شرکت لگاتے اور لوگوں کے حالات کی خبر لیتے کہ کس حاکم میں ہیں مگر کوئی پریشانی ہوتی تو اس دور کرتے اور اگر کوئی دینی چیز چھوٹ جاتی تو اس پر مواخذہ فرماتے۔

(۱۲۵) دین کے قیام، حدود شرعی کی حفاظت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی تبلیغ اور حدود و تقاضا کے لحاظ کیلئے خلافت جیسی مستحکم قوت کی ضرورت ہوتی ہے ایسے شریعت اسلام نے خلافت کے مسئلہ پر ہدایت دی ہے۔

یہی امام پر لازم ہے کہ الکسب دین اور اجرائے دین کیلئے فرائض، وجہات، سفن، آداب کی رعایت خود بھی ملحوظ رکھے اور دوسروں کو بھی اس کا پابند بنائے اور امت کا فریضہ یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کرتی رہے۔

ارشاد باری ہے اَلَّذِينَ اِنْ مَنَعْنَاهُمْ مِنْ اِلَآٰهِنَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَآمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتٰهُمُ الْاَمْنُورَ (حج) وادانہ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں زمین میں توحہ قائم رکھیں نماز اور اکرین ذمہ اور حکم کریں پچھلے کام کا اور منع کریں برائی سے اور اللہ ہی کے اختیار میں ہے آخر ہر کام کا۔

امام پر لازم ہے کہ شریعت نے جس معاملہ میں جو سزا مقرر کی ہے عمر پر اس کو نافذ کرے اور اس میں قریب و بعید کو برابر سمجھے اور کسی کی طعنہ زنی اور ملامت کا اندیشہ نہ کرے ارشاد رسولی ہے اَقْبِلْنٰمُا حُدُوْدَ اللّٰهِ نَسِ الْغَرِیْبِ

وَالْمَعْبُودُ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِ إِلَٰهُ لَوْعَةً لَّا تُغْنِي عَنْكُمْ قِصَابُ عَذَابِ اللَّهِ ذُو الْأُنْفُسِ الَّتِي لَا تَعْلَمُ أَلَمِ الْإِنسَانِ أَنَّهُ كَانَ مُكَلِّمًا الْإِنسَانَ فِي شَبَابٍ ۚ
 قَالُوا سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَلْعَنُ الْبَشَرَ حَتَّىٰ يَكُونُ فِيهِمْ آيَةٌ ۚ وَاللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُنَاصِي ۚ
 قَالُوا سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَلْعَنُ الْبَشَرَ حَتَّىٰ يَكُونُ فِيهِمْ آيَةٌ ۚ وَاللَّهُ يَفْعَلُ مَا يُنَاصِي ۚ

چنانچہ شرعی گواہوں سے ثبوتِ زمانہ کے بعد حدِ زمانہ ثبوتِ مرتبہ کے بعد حدِ مرتبہ، ثبوتِ شربِ خمر کے بعد حدِ خمر، اسی طرح حدِ قتل اور حدِ قذف وغیرہ جاری کرے۔
 اگر کسی مجرم کیلئے کوئی سزا مقرر نہ ہو بلکہ حاکم کی رائے اور صوابدید پر موقوف ہو تو ماحکومت اس کو اپنی صوابدید پر سزا دے کیونکہ عالم میں نظامِ امن قائم رکھنے اور خدا کی نافرمانی سے بچانے اور جرائم کو ختم کرنے کیلئے مجرم پر مقررہ سزا جاری کرنا ضروری ہے۔
 جہاں حد و کاسٹ نہ ہو تو لوگوں کے ساتھ نرمی اور تسکین کا معاملہ کیا جائے۔
 اگر کچھ شہادت لائق ہوں تو ان کو نرمی سے حل کر دیا جائے، غریبک، اخلاقِ حسنة سے انحراف نہ کرے ورنہ اثامتِ دین میں خلل واقع ہوگا۔

(۱۲۴) وَ التَّقْوَىٰ وَ التَّكْوِيْنُ لِيُؤْتِيَهُمُ الْغُرُوْبَاتِ وَ التَّعْقِيْبِ
 لِلْعَلَمِ وَ الْإِكْرَامِ فِي مَنَاقِبَاتِ الْبَيْتِ وَ التَّوَسُّعِ فِي التَّجَلُّعِ
 عَلَى التَّوَسُّعِ حَسْبَ قَرَجَاتِهِ (۱۲۵) وَ التَّكْوِيْنُ بِالْإِعْتِصَامِ
 بِحَقْلِ اللَّهِ لِيَنْفَعِ الْفَرْقَةَ وَ تَوْحِيدَ الْأَمَةِ وَ تَرْبِيَةَ عِلْقِ اللَّهِ عَلَى
 أَخْلَاقِ اللَّهِ وَ لِيُخَصِّصَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خُمُسٍ وَ
 فِي خُمُسٍ تَأْخُذُ السِّيَاسَةَ الْبَيْتِيَّةَ - النَّصَاةَ وَ السَّمْعَ
 وَ الطَّاعَةَ وَ الْهَجْرَةَ وَ الْجِهَادَ

توضیح: تطہیر، بابِ تعلیم، خوشبو لگانا، اچھا کرنا، طلبِ خاطرہ،
 ملین کرنا، تسکین دینا یہاں تک کہ ملتی ہو جائے۔

ترجمہ: (۱۲۴) اور غروبِ غایت (بھلائیوں) کو دینا دینے کیلئے لوگوں کے
 ساتھ نرمی اور تسکین، خاطرہ اور تعلیم کو عام کرنا اور دین کے ضروری احکام

پر عمل کرانے میں خودی کرنا اور تبلیغ کو قدری طور پر دور دورہ دیکھ کر ہے۔
 (۲۵) فرقہ بندی ختم کرنے، امت کو متحد کرنے، اخلاق خدو بندی کے مطابق حقوق
 خدا کی تربیت کرنے کے لئے اللہ کی راہی (دین الہی) کو منبہ ملی سے بکھڑنے کی عظیم
 جہاد اور جہاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق خدو بندی کا خلاصہ پانچ چیزوں
 میں بیان فرمایا ہے (۱) جماعت، (۲) امام کی بات سننا (۳) امام کی اطاعت کرنا (۴)
 ضرورت پیش آئے تو ہجرت کرنا (۵) اصول و شریعت کے ساتھ جہاد کرنا۔

(۲۳) بھلائیوں کی ترویج میں نرمی کا پھلانا نہایت مؤثر ہوتا ہے ایسے لئے انبیاء
 کرام کو اللہ تعالیٰ نے اس کی تعلیم دی، حضرت یوسفؑ اور حدودؑ کے بارے میں ارشاد
 ہے فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لِّعَلَّاهُمَا يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى۔ (ملہ) یواس سے نرم
 بات کہو شاید وہ سوجے یا ڈرے۔ حضور ﷺ کو حکم ہوا اخذُ اللَّفْظِ وَأَخْزُ
 بِالْمَعْرُوفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُنْكَرِ (اعراف) موردِ گرفتار اختیار نہ کیجئے
 بھلائیوں کا حکم کیجئے اور چالوں سے اعراض کیجئے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا خَلَطُوا الْقُلُوبَ
 لَا تَفْقَهُوا شَيْئًا مِنْ خَوَالِكِ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي
 الْأَمْرِ۔ (آل عمران) سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو ان کو نرم دل کیا اور اگر تو سخت
 خو سخت دل ہوتا تو حشر قیامت سے تیرے پاس سے سوتوان کو محاف کرتا اور ان کے
 واسطے بخشش مانگ لیا اور ان سے (کسی خاطر کیلئے) کام میں مشورہ لے یعنی سوتق ہو کہ
 نرمی اور سختی سے کام لے نہ پھانسی ہو کہ لوگ ظلم، سبھ کر کھا جائیں اور نہ ایسی سختی کہ
 لوگ ایذا سبھ کر نفرت کرنے لگیں۔ شیخ سعدیؒ نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

در شکی و نرمی بیکدور ہے است کہ خاصہ کہ جوں مریمہ است

نرمی و سختی علی وجہ الاتم یا تم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عالی ہے۔ ارشاد
 رسول ہے فَبِعَشْرَةِ رَحْمَةٍ وَ مِلْحَمَةٍ میں نرمی و سختی کرنا تاکہ بھیجا گیا ہو۔
 آپ کے تربیت یافتہ صحابہ و خلفاء راشدین میں بھی نرمی و سختی علی وجہ الاتم موجود تھی
 ارشاد باری ہے اَنشَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحْمَةً مِّنْهُمْ كَقَدَرِ الْغَافِلِينَ

لوگ ایمان لائے پورا انہوں نے نیک اعمال کیے ان کو درجۂ جنن محبت دے گا۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد انسان کی ظاہری و باطنی اصلاح و تزکیہ ہے۔ اور خلافت کا مقصد انبیاء کرام کی راجہ مستقیم پر چلانا ہے اس لئے ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح خداقت کی غایت میں ہے، اور خدا ہی ہے جس نے انہیں حکم مکارم و اخلاق دیا۔ مجھے اسنے یہودیت کیا گیا تاکہ مکارم اخلاق کی تکمیل کر دوں۔ تَخْلُقُوا بِاخْلَاقِ اللّٰہِ (حدیث) اخلاقِ خداوندی اختیار کرو۔ وَ ذَرُوا ظِلَافَہِ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَہِ (انعام) اور انہوں نے ظاہری و باطنی گناہ چھوڑ دیئے۔

ظاہر و باطن دونوں کے تزکیہ کا نام شریعت ہے نہایت متاخرین علماء تزکیہ باطن کو طریقت اور تزکیہ ظاہری کو شریعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ تزکیہ باطن کو تصوف و احسان بھی کہا جاتا ہے۔ بعض جہاں کہتے ہیں کہ شریعت اور طریقت اور طریقت اور باطل غلط ہے، شریعت اور طریقت دونوں ایک ہیں، اور دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شریعت نام ہے احکام تکلفیہ کے اس میں اعمال ظاہری و باطنی سب آگئے۔ پھر متاخرین کی اصطلاح میں شریعت جزو متعلق باعمال ظاہر و کلام و زہد ہو گیا اور دوسرے جزو متعلق باعمال باطن کا نام تصوف ہو گیا۔ اور ان اعمال باطنی کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں۔ پھر ان اعمال کی درستی سے قاسب میں جلاچیدہ ہوتا ہے جس سے قلب بعض حقائق کو یہ بالخصوص اعمال حس و سہ و حقائق الہیہ صفاتی بالخصوص معانات بھی سمجھ دین العبد مشکف ہوتے ہیں، ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں، اور یہ حقیقت کو معرفت۔ پس یہ سب امور متعلق شریعت کے ہی ہیں۔

(شریعت و طریقت ص ۳۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں کا خلاصہ پانچ چیزوں میں بیان فرمایا ہے ارشاد ہے اِنَّ الشَّيْءَ حَسْبِيَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَسْلَمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اَمْرٌ یَّخْبِیْ بَیْنَ زَکْرِیْنَا عَلَیْہِ السَّلَامُ بِخَمْسٍ کَلِمَاتٍ اَنْ

يُفْعَلُ بِهِمْ وَأَنْ يَأْخُذَ بِنُفْسِ اسْرَاقِيلَ أَنْ يَغْمَلُوا بِهِمْ (۱) بِعِبَادَةِ
اللَّهِ وَحْدَهُ لَا يَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا (۲) وَبِالْعِلْوَةِ (۳) وَبِالْحُسْبَانِ (۴)
وَبِالْعُدَّةِ (۵) وَيَذْكُرُ اللَّهَ كَثِيرًا. (وَعِذَّهُ أَصُولُ الدِّيَانَةِ) وَأَمَّا
أَمْرُكُمْ بِمَنْحَنِ اللَّهِ أَمْرِي بِهِمْ الْجَمَاعَةُ وَالسُّنْعُ وَالطَّاعَةُ
وَالْهَجْرَةُ وَالْجِهَادُ. (وَعِذَّهُ أَصُولُ السِّيَاسَةِ).

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بن زکریا کو پانچ باتوں کا
تعمد یا کہ ان پر خود بھی عمل کریں اور نبی اسرائیل کو کرنے کا حکم دیں (۱) اللہ وحدہ
لا شریک کی عبادت (۲) نماز (۳) روزہ (۴) صدقہ (۵) اللہ کا کثرت سے ذکر۔ (یہ
اصول دین ہیں) میں بھی تم کو پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے (۱)
جماعت مسلمانین کا التزام (۲) لام کی بات سنت (۳) لام کی اطاعت کرتا (۴) ہجرت (۵)
جہاد۔ (یہ اصول سیاست ہیں)

ابن کثیر نے یہ حدیث بنا ایضاً النَّاسُ اعْبُدُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ
کے تحت نقل کی ہے، یہیں بھی امور خمسہ اخلاق اللہ ہیں اور یہی امور خمسہ سیاست دینیہ
کی بنیاد ہیں۔

تَسْمَتُ وَبِالْفَضْلِ عَنَّتْ ۱۸/۶/۱۹

وَضَلُّ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٌ وَعَلَى آلِهِ
وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ . بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ .